طالبات کو انعامات ،دلہنوں کو جہیز اور خواتین
کو تحفہ میں دی جانے والی بے مثال کتاب
جس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں عورتوں کیلئے
اسلامی زندگی گزارنے کا طریقہ پیش کیا گیا ہے

مفتی عبدالغفور
استاذ
جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی

مکتبہ دار القلم
سائٹ، کراچی

مفتی عبدالغفور

استاد

جامعہ بنوریہ، سائٹ، کراچی

ناشر

نام کتاب: عورت کی اسلامی زندگی

مولف: مفتی عبدالغفور

طبع: محرم الحرام ۱۴۳۲ھ بمطابق جنوری 2011ء

تعداد: ۱۱۰۰

ناشر: مکتبہ دارالقلم 0333-3002253

ملنے کے پتے

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

دارالاشاعت اردو بازار کراچی

ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبۃ القرآن، بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ علی معاویہ، سعید آباد کراچی

مکتبۃ العرب، سعید آباد کراچی

مکتبۃ العلوم، بنوری ٹاؤن کراچی

مکتب طیبہ، بنوری ٹاؤن کراچی

بیت الاشاعت، بہار کالونی کراچی

بیت الکتب، گلشن اقبال کراچی

مکتبہ انس، جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی

مکتب رحمانیہ، لاہور

مکتب جامعہ فریدیہ، اسلام آباد

مکتبہ عارفی، فیصل آباد

مکتب امدادیہ، ملتان

فہرست مضامین

عنوان | صفحہ نمبر

باب اول

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

پانچواں باب

چھٹا باب

ساتواں باب

آٹھواں باب

نواں باب

دسواں باب

گیارھواں باب

بارھواں باب

تیرھواں باب

چودھواں باب

پندرھواں باب

انتساب

وہ مسندِ رشد وہدایت کا تابندہ ستارہ تھے، گلشنِ حدیث کا مہکتا ہوا پھول تھے، مسندِ درس کا وقار اور جسن تھے، ہمدرد مربی اور مصلح تھے۔ عمیق النظر مصنف تھے، اخلاق کا جیتا جاگتا نمونہ تھے، عزیمت وشجاعت کا پیکر تھے۔ افسوس کہ میرے جیسے ہزاروں تشنگانِ علم کے محسن اور استاد کو چند درندوں نے شاہراہ عام پر دن دہاڑے شہید کر دیا۔ مگر انکے قاتل اب تک کیفرِ کردار تک نہیں پہنچ سکے۔

میری مراد امیرِ عزیمت حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار نور اللہ مرقدہ ہیں۔ میں اپنی اس حقیری کاوش کو انہی سے منسوب کرتا ہوں۔

کیونکہ میں آج جو کچھ بھی ہوں اس میں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی نظرِ شفقت اور تربیت کا بڑا گہرا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میرے محبوب استاد کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائیں (آمین)

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم

مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی

الحمدللہ!

جامعہ بنوریہ کراچی کے استاد اور دارالافتاء جامعہ بنوریہ کے مفتی برادر محترم مولانا مفتی عبدالغفور صاحب نے ''عورت کی اسلامی زندگی'' کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے جس میں عورتوں کے لئے اسلامی زندگی گزارنے کا ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

ماشاءاللہ موصوف نے اس موضوع پر بہت خوب قلم اٹھایا ہے۔ اللہ تعالی مؤلف کی اس دینی خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس کتاب کو خواتین کے لئے نافع بنائے اور موصوف کو اس کوشش و کاوش پر بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

مفتی محمد نعیم

رئیس وشیخ الحدیث جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب

استاذ الحدیث جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی

اسلام نے عورت کو جو مرتبہ اور مقام عطا فرمایا ہے، کسی دوسرے مذہب یا نظام میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا! جدید تہذیب وتمدن کا دعویٰ ہے کہ وہ حقوق نسواں کا سب سے بڑا محافظ اور علمبردار ہے، اس نے عورت کو مرد کے روایتی استحصال سے نجات دلائی ہے اور آزادی نسواں کی راہ ہموار کی ہے مگر بنظر انصاف دیکھنے والا یہ کہنے پر مجبور ہے کہ سائنٹیفک دور کے مرد نے عورت کا استحصال بھی سائنٹیفک انداز میں کیا ہے! اپنی بے لگام شہوت کی تسکین کیلئے عورت کو گھر کی محفوظ چار دیواری سے حقوق اور آزادی کے نام پر باہر نکالا اور اس کے فطری فرائض اور طبعی ذمہ داریوں میں کمی کرنے یا کسی قسم کا تعاون کرنے کی بجائے اس پر مسائل کا بوجھ لاد دیا! اسے عزت شرافت اور عفت وحیاء کے ساتھ والدین، اولاد، بھائی بہن اور شوہر کی خدمت سے باغی بنا کر اجنبی مردوں کی خدمت پر مامور کر دیا۔

ہسپتالوں میں نرس اور تیماردار کے نام سے بھرتی کر کے مریضوں سے زیادہ ڈاکٹروں کے نخرے برداشت کرنے اور ان کی آؤ بھگت کرنے کی ذمہ داری ڈال دی۔ ایئر ہوسٹس کی حیثیت سے اجنبی مسافروں کے سامنے جسم کی نمائش پر مجبور کر دیا۔ جس خاتون پر فطرت نے ''انسان سازی'' کی بھاری ذمہ داری ڈالی تھی اسے کھلونے یا ریڈی میڈ گارمنٹس کی تیاری پر لگا دیا تا کہ مل مالک کو کم سے کم لاگت میں زیادہ مزدور مل سکیں اور اس کے نفع کا تناسب پرکشش اور زیادہ ہو سکے!

جو خاتون گھر میں شرافت کا مجسم نمونہ بن کر احترام وتوقیر کی علامت تھی، جس کی خدمت کے نتیجہ میں اسے ماں کی عظمت، بہن کا احترام، بیٹی کا تقدس اور بیوی کی محبت حاصل تھی اس سے اس کی نسوانیت جیسی متاع بے بہا چھین کر ہوسناک شہوانی نگاہوں کا شکار بنا دیا گیا! یہ سب استحصالی ٹولہ کی کارستانی ہے کہ آج بنت حواُ کی معصومیت اور بھولا پن، شرم وحیاء اور عفت وعصمت سربازار نیلام ہو رہی ہے۔ جدید دور کے مرد نے جس عیاری ومکاری کے ساتھ عورت کو بازاری جنس بنا کر سربازار رسوا کیا ہے اور عورت نے آزادی اور حقوق کے نام پر اسے قبول کیا ہے۔ یہ انسانی تاریخ کا ایک بہت بڑا المیہ ہے!

عورت، انسانی معاشرہ کے نصف سے زیادہ حصہ پر محیط ہے بلکہ مستقبل میں ایسے دور کی نشاندہی تعلیمات نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں موجود ہے جب مرد وعورت کی تعداد ایک اور چالیس کی نسبت سے ہوگی۔ پھر عورت کو اپنی جنس مخالف پر اثر انداز ہونے اور اپنی بات منوانے کی فطرت نے جو صلاحیت دی ہے اس سے انکار کرنا حقائق سے چشم پوشی ہی کہلائے گا!

مغرب نے عورت کی اس صلاحیت کو استعمال کر کے ''آج کی مسلمان عورت'' کو بڑی کامیابی کے ساتھ اسلام کے مدمقابل لا کر کھڑا کر دیا ہے! اور مغرب کا یہ برملا دعویٰ ہے کہ اس نے اسلام کے خلاف جتنے محاذ کھولے ہیں، ان میں سب سے زیادہ کامیابی اسے عورت کے محاذ پر حاصل ہوئی ہے! قرون اولیٰ کے بعد اسلامی معاشرہ میں سب سے زیادہ بے توجہی کا شکار یہی محاذ رہا ہے! اور ہماری صورتحال اسقدر ابتر ہو چکی ہے کہ آج کی مسلمان عورت اسلامی تعلیمات سے زیادہ غیر اسلامی رسم، رواج اور ہندوانہ توہمات سے متاثر اور علاقائی طور طریقوں کی پابند ہے! عورت کی عددی اکثریت اور اثر انداز ہونیکی صلاحیت کو اسلام نے

نظر انداز نہیں کیا بلکہ اسلامی تعلیمات نے عورت کو اپنے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے مرد کے شانہ بشانہ زندگی کے نشیب وفراز میں اپنا بھر پور کردار ادا کرنے کا موقع فراہم کیا ہے!

اسلامی تعلیمات سے ناواقف یا اسلام سے بغض وعناد رکھنے والے یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کا استحصال کیا ہے، عورت کو دوسرے نمبر کا شہری قرار دیا ہے، عورت، کیلئے ظالمانہ قوانین وضع کئے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے عورت کو برابر کے حقوق دیئے ہیں۔ اسلام معاشرہ کے تمام طبقات اور افراد میں مساوات کا قائل ہے۔ مگر مساوات کے نام سے خواتین کو مغالطہ دیا جاتا ہے۔ حیات انسانی کی بقاٗ کیلئے اسلام نے تقسیم کار کی ہے اور اسی تقسیم کار کے پیش نظر فطرت نے مردوزن کی جسمانی ساخت اور عملی صلاحیتوں میں فرق رکھا ہے۔ اسی فرق کو بنیاد بنا کر بعض ذہنی اور جنسی مریض عدم مساوات اور خواتین کے استحصال کا شور مچاتے ہیں۔ اسلام نے مردوزن کی فطری صلاحیتوں کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ اسے ملحوظ رکھتے ہوئے دین ودنیا کی ذمہ داریاں سونپی ہیں۔ عبادات، اعمال صالحہ اور جنت کے استحقاق میں اسلام نے مرد وعورت کی تفریق کو روا نہیں رکھا!

قرآن کریم میں ہے

من عمل صا لحا من ذ کراً وانثی و ھو مؤ من فلنحیینه حیٰو ة طیبة و لنجز ینھم اجر ھم با حسن الذ ی کا نو ا یعملون . ﴿سو ر ة النحل آیت ۹۷﴾

ترجمہ:- مردوں اور عورتوں میں سے جس نے بھی حالت ایمان میں اعمال صالحہ سر انجام دیئے تو ہم انہیں پاکیزہ زندگی عطاء کریں گے اور ان کے عمل سے بھی بہت

بدلہ انہیں دیں گے۔

فاستجا ب لهم ر بهم انی لا أ ضيع عمل عامل منكم من ذ كر او انثی بعضكم من بعض.

(سو ر ۃ آل عمر ا ن آیت ۱۹۵)

ترجمہ:- ان کے رب نے ان کیلئے یہ بات طے کر دی ہے کہ تم میں سے کسی بھی عمل کرنے والے کے عمل ضائع نہ جانے دوں گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ تم ایک دوسرے کا جز ہو۔

اسلام نے خواتین کے حقوق کیلئے قانون سازی کی اور اسے قرآنی تحفظ عطا کیا۔

ولهن مثل الذ ی علیهنّ بالمعر و ف.

﴿سو ر ۃ البقر ہ آیت ۲۲۸﴾

ترجمہ:- عورتوں کے حقوق (اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے) مردوں کے حقوق کے برابر ہیں۔

اسلام عورت سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ معروف طریقہ پر یعنی اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے بھرپور اور باعزت زندگی گزارے۔ کتاب وسنت میں عورت و مرد کے دائرۂ کار اور ہر ایک کی ذمہ داریوں کو بہت خوبصورتی سے متعین کر دیا گیا ہے۔ ہماری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات سے نابلد ہیں۔ ہم اپنے حقوق و فرائض نہیں جانتے بلکہ حقوق و فرائض کا فرق نہ جاننے کی وجہ سے اپنی ذمہ داریاں بڑھانے اور ان میں اضافہ کرنے کو اپنے حقوق میں شمار کرتے ہیں۔ آج کے معاشرہ کا سب سے بڑا مغالطہ یہی ہے جسے دور کرنے کیلئے اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے علماء کرام نے ہر دور میں اپنی ذمہ داریاں نبھائی ہیں۔ مگر موجودہ حالات میں، جبکہ ایک طرف جہالت و کم علمی پھیلی

ہوئی ہے اور دوسری طرف لوگوں میں عمومی طور پر اور خواتین میں بالخصوص اسلامی تعلیمات سے واقفیت حاصل کرنے کا شوق وجذبہ روزافزوں ہے ہمارے اہل علم طبقہ کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کو افہام وتفہیم کے جدید انداز سے خواتین کے سامنے پیش کیا جائے اور انہیں اسلامی تربیت اور سیرت وکردار کی تعمیر کے زریں اصولوں سے آگاہ کیا جائے۔تا کہ آج کے دور کی مظلوم خواتین معاشرہ میں اپنا صحیح مرتبہ ومقام حاصل کرسکیں اور'' مسلم خاندان'' شکست وریخت کے عمل سے محفوظ رہ سکے اور عورت ایک بازاری جنس بننے کی بجائے معزز خاتون خانہ گھر کی کامیاب منتظمہ اور کائنات کی ''بہترین متاع'' کہلا سکے۔

مسلم اور ابن ماجہ کی روایت ہے

خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة ،إن نظرت أليها سرتک و أن غبت عنها حفظتک .

ترجمہ:-دنیا کا ''بہترین متاع زندگی'' پاکیزہ خاتون خانہ ہے جب تم اسکی طرف نگاہ اٹھاؤ تو تمہیں مسرور کردے اور تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے لئے ایک محافظ کا کردار ادا کرے۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں

الدنیا متاع و خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة

ترجمہ:-دنیا سامان زندگی ہے اور بہترین سامان زندگی پاکیزہ بیوی ہے۔

خواتین کو چاہئے کہ معاشرہ کا کامیاب فرد بننے کیلئے کتاب وسنت کی روشنی میں علماء کرام اور مشائخ عظام سے رہنمائی حاصل کریں اور پاکیزہ لٹریچر

کا مطالعہ کر کے اپنی سیرت وکردار کو اسلامی خطوط پر استوار کریں۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری خواتین کو معاشرہ میں حقیقی کردار ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

الٰہی! ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو دینداری دے
الٰہی! پودے کو اسلام کی فصل بہار دے

بچا لے! مؤمنہ کو، اے خدا! مغرب پرستی سے
بچا! اس شمع کو بادِ فنا کی چیرہ دستی سے

یہ قندیل حیاء، یا رب! رہے فانوس کے اندر
یہ جسم پارسا، یا رب! رہے ملبوس کے اندر

سروں میں عقل دے یا رب! دلوں میں نور ایمانی
کہ خیرہ ہو گئی ان تانشوں میں چشم نسوانی

ماشاء اللہ! اس موضوع پر جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی کے دارالافتاء سے منسلک ہمارے دوست مولانا مفتی عبدالغفور صاحب نے خواتین کی تعلیم وتربیت کی ضرورت واہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ''عورت کی اسلامی زندگی'' پر قلم اٹھایا ہے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک کتاب تالیف فرما کر خواتین پر احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت عامہ عطاء فرمائے۔ عورتوں کیلئے نافع بنائے اور موصوف کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

فقط

عتیق الرحمٰن

استاذ الحدیث جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی

عرضِ مؤلف

آجکل ہر گھر میں فساد برپا ہے۔ کہیں لڑائی جھگڑے اور بے شمار الجھنیں ہیں تو کہیں میاں بیوی کے تعلقات خراب ہیں۔ کہیں اولاد والدین کی نافرمان ہے۔ تو کہیں والدین اولاد کے صحیح حقوق ادا نہیں کر رہے ہیں۔ اکثر و بیشتر ذرا ذرا سی بات پر طلاق تک کی نوبت آجاتی ہے۔ ہر گھر میں پریشانی ہے ان سب مسائل اور فساد کا اصل سبب صراط مستقیم کی ہدایت، قرآنی اور دینی ہدایت سے دوری ہے۔

گھر کا ماحول دیندار بنانے اور عورتوں کی اصلاح و تربیت کیلئے دینی کتب و رسائل کے مطالعہ و تعلیم کے بجائے دنیا بھر کے اخبارات، رسائل و جرائد، ڈائجسٹ، میگزین اور سانپوں کے پٹارے ٹیلی ویژن اور وی سی آر مہیا کے بد دینی اور فساد کا بیج ہم نے خود بویا بعد میں لامحالہ ان برائیوں کیوجہ سے مصائب و آلام پریشانیاں تو آنی ہی ہیں، اور ان برائیوں کے ہوتے ہوئے کبھی بھی چین و سکون اور عافیت والی صحیح، سچی اسلامی زندگی اور حیات طیبہ میسر نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ان پریشانیوں اور فسادات سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ گھر میں خواتین کی اصلاح و تربیت اور دینی و اخلاقی تعلیم کا خصوصی اہتمام کیا جائے تاکہ خواتین مزید ار چین

وسکون کے ساتھ اسلامی زندگی گزار سکیں۔ایک اسلامی معاشرے میں خواتین کی معاشرت کی درستگی بے حد ضروری ہے۔

عورت کیلئے بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنا فرض ہے مکمل علم دین حاصل کرنے کیلئے عالمہ فاضلہ کا کورس کرنا ضروری نہیں۔فقط اس قدر علم حاصل کرنا ضروری ہے کہ اگر نماز فرض ہو چکی ہے تو نماز، روزہ اور پاکی، ناپاکی کے ضروری مسائل معلوم کر لئے جائیں۔اگر صاحب نصاب ہے تو زکوٰۃ کے ضروری مسائل بھی معلوم ہونے چاہئیں اور اس کے لئے اگر بہشتی زیور (مؤلف حضرت مولانا حکیم الامت مفتی محمد اشرف علی تھانویؒ) پڑھ لی جائے تو انشاءاللہ بہت کافی وافی ہوگی۔

یہ بھی جاننا ضرروی ہے کہ قرآن کریم نے عورتوں کی جو صفات ذکر کی ہیں کہ وہ اپنی اس صفت کا لحاظ رکھیں جنرل نالج عام معلومات اخبار بینی ان کیلئے بے حد مضر ہیں خواتین جتنی جدید نالج اور معلومات سے غافل رہیں گی اتنی ہی یہ عفیفہ رہیں گی عورت کو دین کی سمجھ ہونی چاہئے وہ عالمہ نہ بھی لیکن رابعہ بصریہؒ ضرور ہو۔ قیامت تک اس امت میں رابعہ بصریہؒ ہوتی رہیں گی۔امت کسی دور میں بھی رابعہ بصریہ سے محروم نہیں رہے گی۔خواتین کیلئے ضروری علم دین حاصل کرنے کے بعد گھر کے اندر رہ کر امور خانہ داری کے سیکھنے کا خصوصی اہتمام والتزام ہونا چاہیئے۔ عورتوں کی بہت سی فضیلتیں ہیں۔کتنے بڑے بڑے اولیاءاللہ، قطب، غوث عورتوں کی گودوں میں پلے ہیں عورت کی گود دین کی سب سے پہلی درسگاہ ہے اگر عورت کو صحیح معنوں میں دینی تربیت دی جائے تو پھر اس عورت سے جنید بغدادیؒ بھی پیدا ہوسکتا ہے نیز عورت نیک بن جائے تو اس سے قطب اور غوث بھی پیدا ہوسکتا ہے۔

لہٰذا دنیوی زندگی آسودہ اور خوشحال گزارنے کیلئے نیز اپنے گھر کو گوشہ عافیت بنانے کیلئے ضروری ہے کہ زن وشوہر کے تعلقات بہترین ہوں۔اس کیلئے

ضروری ہے اپنے گھر کے اندر اللہ کے دین کو پیش کیا جائے۔ خواتین کی دینی تعلیم واصلاح وتربیت کا خاص اہتمام کیا جائے۔ اپنے اس فریضے سے ہرگز غفلت نہ برتی جائے اور خواتین کو بزرگان دین کی اصلاحی مجالس میں پردے کے ساتھ ضرور لے جایا جائے، ان کے مواعظ وملفوظات کا مطالعہ پابندی کے ساتھ کرایا جائے اور گھر کے اندر کسی عالم سے مشورہ کرکے یومیہ کسی کتاب کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ انشاء اللہ جب ان باتوں پر اخلاص کے ساتھ عمل کیا جائے گا تو عافیت، امن، چین وسکون والی زندگی حیات طیبہ نصیب ہوگی۔ اور گھر گوشۂ عافیت نشان بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم اور محض اس کے فضل واحسان سے خواتین کے اندر فکر اصلاح پیدا کرنے کیلئے ایک مختصر رسالہ ''عورت کی اسلامی زندگی'' تالیف کرنے شرف حاصل ہوا۔

انشاء اللہ خواتین کے اندر فکر اصلاح بیدار کرنے کیلئے یہ رسالہ بہت کافی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اخلاص واحسان کے ساتھ اس کے مندرجات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس رسالہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازیں۔ اور بندہ کیلئے آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

فقط

عبدالغفور

دارالافتاء جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی

عورت سربراہ خانہ

اسلام نے اندرون خانہ انتظام وانصرام کا فریضہ عورت کے سپرد کیا ہے اور بیرون خانہ اکتساب رزق کی جدوجہد کا فریضہ مردوں کے ذمہ رکھا ہے چنانچہ بچوں کی پرورش، ان کو دودھ پلانا اور اس جیسے دیگر امور عورت ہی کی ذمہ داری ہے۔

والوالدات یرضعن اولادھن۔ (سورۃ البقرہ، ۲۳۳)

ترجمہ:۔ "اور مائیں ہی اپنے بچوں کو دودھ پلائیں"۔

دودھ پلانا پرورش کی سب سے پہلی منزل ہے، اس کے بعد کی منزلیں بھی عورت ہی کی ذمہ داری ہے، جب تک بچہ اس قابل نہ ہو جائے کہ وہ اپنا کام خود کر سکے۔

قرآن کریم نے عورتوں کو گھر کی محافظ ونگران قرار دیا ہے

فالصالحات قانتات حافظات للغیب بما حفظ اللہ

ترجمہ:۔ اصل حفاظت تو اللہ ہی کرتے ہیں لیکن گھر کی محافظ ونگراں ظاہر طور پر عورتیں ہی ہوا کرتی ہیں کیونکہ مرد اکتساب رزق کی جدوجہد اور ذمہ داریوں کی وجہ سے ہر وقت گھروں میں نہیں رہتے اور مردوں کی غیر حاضری کی صورت میں گھر کے ساز و سامان اور اولاد کی نگرانی اور حفاظت عورتوں ہی کی ذمہ داری ہے۔ حضور علیہ السلام کا بھی یہی ارشاد ہے کہ

والمرأۃ راعیۃ علی اھل بیت زوجھا و ولدہ وھی مسؤلۃ عنھم

(مشکوۃ ۳۲۰ مسلم ۱۲۲)

یعنی اس کا فرض ہے کہ ان کے حقوق اور مفادات کی نگہداشت کرے اور ان کو راہ راست پر چلائے انہیں غلط روی سے باز رکھے اور ان کے نفع وضرر کی اسطرح

نگرانی کرے جس طرح ایک چرواہا جنگل میں بھیڑ بکریوں کی نگرانی کرتا ہے۔

نیک عورت دنیا کی بہترین متاع ہے

وعن عبد الله بن عمرؓ قال قال رسول ﷺ الدنیا کلها متاع و خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة .

(رواہ مسلم مشکوۃ ص ۲۶۷، (سنن نسائی ج ۲ ص ۷۱)

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پوری دنیا نفع حاصل کرنے کی چیز ہے اور دنیا کی چیزوں میں سب سے بہتر چیز جس سے نفع حاصل کیا جاوے، وہ نیک عورت ہے۔

دیکھنے میں بحیثیت انسان سب انسانوں کے اعضاء و جوارح یکساں ہیں اگر چہ شکل و صورت میں مختلف ہیں مگر ایک انسان کو اس کے ایمان و اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی وجہ سے دوسرے انسان پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ انسان کا کالا ہونا، یا گورا ہونا، یا خاص ملک کا باشندہ ہونا، موٹا تازہ ہونا یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ اگر آدمی حسن و جمال کے اعتبار سے دوسرے سے بڑھ کر ہو، رنگ و روپ کے اعتبار سے بہتر ہو لیکن اس میں اگر کسی کی ہمدردی نہ ہو تو اس کی خوبصورتی اسے انسانیت کے شرف سے متصف نہیں کر سکتی۔ اسی طرح اگر کسی انسان کے پاس مال و دولت بہت زیادہ ہے لیکن وہ بداخلاق ہے، حریص اور کنجوس ہے تو محض مال کی وجہ سے اسے کوئی امتیازی شان حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر کوئی شخص خواہ مرد ہو یا عورت، اگر دیندار ہو یعنی صاحب خلق عظیم خاتم النبین حضرت محمد مصطفے ﷺ کا متبع ہے۔ آپؐ کے اخلاق کا پیرو ہے تو وہ باکمال انسان ہے اور انسانیت کے شرف سے مالا مال ہے۔ اس کا نفس مہذب ہے۔ وہ انس والفت کا مجسمہ ہے اور محبت واخوت

کا چراغ ہے۔دوسروں کی خاطر تکلیف برداشت کرسکتا ہے۔احباب واصحاب سے نباہ کرنے کا خوگر ہے۔اس سے جو قریب ہوگا خوش رہے گا۔اس کی الفت اور محبت سفر کے ساتھیوں کو اور گھر کے پڑوسیوں کو گرویدہ کرلے گی۔اگر ایسے شخص کے ساتھ کسی عورت کا نکاح ہوگیا تو وہ عورت بھی اسکے اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی وجہ سے زندگی بھر خوش رہے گی۔

ہماری حالت زار

لوگ آج کل دین کو نہیں دیکھتے دوسری چیزیں دیکھ کر لڑکی کی شادی کردیتے ہیں کوئی تو دنیاوی تعلیم دیکھ کر اور کوئی مال ودولت دیکھ کر رشتہ کردیتا ہے اور کوئی دنیاوی عہدہ وملازمت دیکھ کر لڑکی دے دیتا ہے۔بعض لوگ مسائل نہ جاننے کی وجہ سے تین طلاق دے کر بھی عورت کو اپنے پاس رکھتے ہیں۔

واضح رہے کہ جس طرح شوہر خدا ترس اور دیندار تلاش کرنے کی ضرورت ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ عورت دیندار تلاش کی جائے جو اعمال صالحہ کی خوگر ہو۔مذکورہ حدیث میں یہی مقصود ہے اور اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ عورت کی دینداری دیکھ کر نکاح کرلو اس کا مال وجمال نیز مرتبہ وحیثیت کو نہ دیکھو۔اگر عورت دیندار نہ ہوگی تو نہ شوہر کے حقوق ادا کریگی اور نہ اولاد کو دیندار بنائے گی۔شوہر کا مال بے جا اڑائے گی۔نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہوکر آئے گی۔اس واسطے حضور علیہ السلام نے فرمایا خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة یعنی دنیا میں نفع حاصل کرنے کی جتنی چیزیں ہیں ان میں سب سے بہتر چیز نیک عورت ہے۔

عورت کے حسن ظاہر اور دنیوی تعلیم کو نہ دیکھیں

بہت سے لوگ خوبصورت عورت پر دیوانے ہوجاتے ہیں۔اس کی سفید

کھال تو دیکھ لیتے ہیں مگر سیاہ قلب کو نہیں دیکھتے۔ وہ ہے تو دیکھنے میں خوبصورت لیکن نہ روزہ رکھتی ہے نہ نماز پڑھتی ہے نہ تلاوت کی پابند ہے۔ غرض دین سے لاتعلق ہے دن بھر غیبتوں میں مبتلاء اور ساس نندوں سے لڑائی میں مشغول رہتی ہے اور شوہر کی پوری آمدنی پر قبضہ کر لیتی ہے۔ چنانچہ آجکل پڑھی لکھی لڑکیاں بھی معاشرہ میں مصیبت بن گئی ہیں۔ لڑکیوں کو صرف میٹرک ہی نہیں بلکہ بی اے، ایم اے، اور پی ایچ ڈی تک تعلیم دلاتے ہیں اب ان کی شادی کے لئے لڑکا تلاش کرتے ہیں تو بھی ایسا شخص تلاش کیا جاتا ہے جو تعلیم میں ان کے برابر یا ان سے زیادہ ہو، ایسا شخص ملتا نہیں اگر ملتا بھی ہے تو پھر لڑکی والے ان کی شرائط پوری نہیں کر پاتے اب لامحالہ تیس تیس سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر تک کی لڑکیاں یوں گھر میں بیٹھی رہتی ہیں۔

اب سمجھنے کی بات کہ جس عورت کا بے پردہ ہو کر کالج میں آنا جانا رہے گا اور آگے چل کے یونیورسٹی میں آئے گی ظاہر ہے کہ دیندار مرد اسے پسند نہیں کرتے اور وہ دیندار مرد کو پسند نہیں کرتی۔ اب جبکہ مطلب کا جوڑا نہیں ملتا۔

آخر گھر میں بیٹھی رہتی ہے یا کسی بے دین خالص دنیا دار کے پلے پڑتی ہے پھر دونوں سے پیدا ہونے والے بچے خالص یورپین بنتے ہیں۔ غرض فتنے ہی فتنے۔

شوہر کی اطاعت اور حقوق کے متعلق

چند احادیث مبارکہ

اللہ تعالیٰ نے شوہر کا بڑا حق بتایا ہے اور اس کو بہت بزرگی دی ہے۔ شوہر کو راضی کرنا اور خوش کرنا بڑی عبادت ہے۔ اور شوہر کو ناخوش کرنا اور ناراض کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

(۱) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھتی رہی اور رمضان المبارک کے روزے رکھتی رہی اور اپنی عزت و آبرو کو بچاتی رہی یعنی پاک دامن رہی اور شوہر کی تابعداری اور فرمابرداری کرتی رہی تو اس کو اختیار ہے کہ جس دروازہ سے چاہے جنت میں چلی جائے۔ (مشکوۃ ۲۸۱)

(۲) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس عورت کی موت اس حالت میں آئے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنتی ہے۔

(مشکوۃ ص ۲۸۱، ترمذی ص ۲۱۹)

(۳) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کے لئے کہتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ اپنے میاں کو سجدہ کیا کرے۔

(مشکوۃ ص ۲۸۱، ترمذی ص ۲۱۹)

(۴) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے بلائے تو ضرور اس کے پاس آ جائے اگر چہ چولھے پر بیٹھی ہو (سب چھوڑ چھاڑ کر چلی آئے)۔

(مشکوۃ ص ۲۸۱، ترمذی ص ۲۱۹)

(۵) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی مرد نے اپنے پاس اپنی عورت کو لیٹنے کے لئے بلایا اور وہ نہیں آئی۔ پھر وہ بھی اس طرح غصہ میں لیٹ گیا تو صبح تک سارے فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

(مشکوۃ ص ۲۸۰ بخاری ص ۷۸۲ ج ۲)

(۶) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا دنیا میں جب کوئی عورت اپنے میاں کو ستاتی ہے تو جو حور قیامت میں اس کی بیوی بنے گی اس نافرمان عورت سے یوں کہتی ہے کہ خدا تیرا ناس کرے تو اس کو مت ستا یہ تو تیرے پاس مہمان ہے تھوڑے دنوں

میں تجھ کو چھوڑ کر ھمارے پاس چلا آئے گا۔ (مشکوۃ ص ۲۸۰، ابن ماجہ ص ۱۴۵)

(۷) کسی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ سب سے اچھی عورت کونسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (سب سے اچھی) وہ عورت ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کردے اور جب کچھ کہے تو اس کی بات مانے اور جان و مال میں کچھ اس کے خلاف نہ کرے جو اس کو ناگوار ہو۔

(مشکوۃ ص ۲۸۳ نسائی ص ۱۷ ج ۲)

خدا اور رسول کے بعد سب سے زیادہ حق شوہر کا ہے واضح رہے کہ دین کے کام اور شریعت کے سوا باقی سب کاموں میں خاوند کا حق سب سے زیادہ ہے۔ اگر خاوند کا حکم دین کے خلاف نہ ہو تو اب اس کے مقابلہ میں کسی کے حکم کو بھی ترجیح نہ ہوگی لہٰذا خاوند کا حق اللہ و رسول کے بعد سب سے زیادہ ہے۔

خاوند اگر ایک ایسے کام کا حکم کرے جو شریعت کے خلاف ہو تو ایسی صورت میں خاوند کے حکم کو نہیں مانا جائے گا بلکہ شریعت کے حکم کو دیکھا جائے گا۔

ہر عورت کی دلی خواہش

عام طور سے ہر عورت چاہتی ہے کہ میرا شوہر میرا تابعدار بن کر رہے اور وہ مجھ سے پوچھ پوچھ کر ہر کام کرے۔ اسی طرح دوسرے تمام کاموں میں مجھ سے مشورہ لے۔ اپنی تنخواہ کی ساری رقم میرے حوالہ کردے اور میں ہی گھر کا سارا نظم چلاؤں، ایسی خواہش ہر عورت کو ہوتی ہے۔

یاد رکھیں شوہر کے ساتھ ذرا ذرا سی بات پر غصے ہونے والی اور غصہ میں خفا ہو کر میکے چلی جانے والی اور اسی طرح شوہر کے مرتبہ اور اس کی عزت کا خیال نہ رکھنے والی، لباس اور زیورات کیلئے روزانہ لڑائی جھگڑا کرنے والی عورت نہ صرف شوہر کے گھر بلکہ اپنی زندگی کو بھی تباہ کردیتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

پردے کے احکام

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ ﷺ قال المرء ة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان .

(ھذا حدیث حسن صحیح غریب)

(ترمذی، ج ۱ ص ۲۲۲ کتاب النکاح)

ترجمہ:- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے۔ سو عورت جب نکلتی ہے تو شیطان اسکو اچک لیتا ہے۔

تشریح:

اس حدیث میں اول تو عورت کا مقام بیان کیا گیا ہے یعنی وہ چھپا کر رکھنے کی چیز ہے، عورت کو بحیثیت عورت گھر کے اندر رہنا لازم ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب عورت گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف نظریں اٹھا اٹھا کر تاکنا شروع کر دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب عورت باہر نکلے گی، تو شیطان کی یہ کوشش ہوگی کہ لوگ اس کے خدوخال، حسن و جمال اور لباس و پوشاک پر نظر ڈال کر لطف اندوز ہوں، اس کے بعد فرمایا کہ عورت اس وقت سب سے زیادہ اللہ کے قریب ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔ جن عورتوں کو اللہ کی نزدیکی کی طلب اور رغبت ہو وہ گھر ہی کے اندر رہنے کو پسند کرتی ہیں۔ اور حتی الامکان گھر سے

باہر نکلنے سے گریز کرتی ہیں۔

اسلام نے عورتوں کو ہدایت دی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، اپنے گھر کے اندر ہی رہے کسی مجبوری سے باہر نکلنے کی جو اجازت دی گئی ہے اس میں متعدد شرائط لگائی ہیں۔ مثلاً خوشبو نہ لگائے، یا برقع پہن کر نکلے اور بہتر یہی ہے کہ برقع پہنا جائے، سفر شرعی بغیر محرم کے نہ کرے۔

حجاب سے مقصود عفت و عصمت کی حفاظت

عورت ذات کا ستر و حجاب اور اس کے جوہر یعنی شرم و حیا کا تحفظ شریعت مطہرہ کو اس حد تک مطلوب ہے کہ بہت سے وہ احکامات شرعیہ جن کی بجا آوری کیلئے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے مثلاً مسجد کی نماز باجماعت، جمعہ کی نماز، عیدین کی نماز، جنازہ کی نماز تدفین میت، جہاد فی سبیل اللہ، امامت صغری، امامت کبریٰ وغیرہ سب کی طرف سے عورت کو سبکدوش کر دیا ہے تاکہ چشم غیرت زیادہ سے زیادہ پوشیدہ رہے اور یہ اس لئے کہ عورت ذات اصل کے اعتبار سے چھپی رہنے کی چیز ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ المرءة عورة ذاخرجت استشرفها الشیطان.

(الحدیث رواہ الترمذی ج۱ ص۲۲۲)

(عورت تو چھپے رہنے کی چیز ہے جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے تاکتا ہے) یعنی شیطانی مزاج لوگوں کو ابھار کر اس کے پیچھے لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا

ویل للرجال من النسآء وویل للنساء من الرجال.

(الحدیث رواہ ابن ماجہ ص ۲۸۸)

ترجمہ:- ہلاکت ہے مردوں کیلئے عورتوں کی وجہ سے اور ہلاکت ہے عورتوں کے

لئے مردوں کی وجہ سے

چنانچہ تمام شرور اور فتنوں کا دروازہ بند کرنے کیلئے اللہ جل جلالہ نے یہ حکیمانہ ارشاد جاری فرمایا کہ " و قرن فی بیو تکن.

(سورۃ احزاب آیت ۳۳ پارہ ۲۲)

ترجمہ :- "اے عورتو اپنے گھروں میں ٹکی بیٹھی رہو"
کہ نہ گھر سے باہر نکلیں گی نہ کوئی فتنہ فساد ہو گا، البتہ ضرورت مکمل پردہ کے ساتھ اپنے کسی محرم کے ساتھ باہر نکلنے کی اجازت شریعت میں ضرور موجود ہے۔

حجاب اور نقاب

اس سے پہلے کہ ہم پردے پر گفتگو ختم کریں ہم پردے اور نقاب کے بارے میں آخری بات کریں گے کہ پردے کے مسئلے کی بنیاد یہ ہے کہ عورت مرد کے لئے فتنہ نہ بنے اور مردوں کو (اسکے چہرے مہرے اور حلیہ سے) مفسدہ کی دعوت نہ ملے اس لئے کہتے ہیں ,, اگر عورت جوان اور خوبصورت ہے اور حسن ایسا فتنہ انگیز ہے کہ ہر دیکھنے والے پر اثر ڈالتا ہے تو عورت کو چہرہ چھپانا واجب ہے اور اگر ایک (بارہ عمر کی) عام سی عورت ہے یا بوڑھی ہے تو اسے چہرہ اور ہتھیلیاں چھپانے کی ضرورت نہیں اسی لئے نقاب کے بارے میں کہا کرتا ہوں کہ نقاب فرض ہے اور فرض نہیں"۔

پردے کی شرائط

۱: خمار: سر ڈھانکنے کا کپڑا، اوڑھنی ہے، اور گریبان گردن کے درمیانی حصہ کا نام ہے اور پردے میں مطلوب یہ ہے کہ اوڑھنی کو گردن اور سینے پر ڈال کر پہنا جائے یہ اوپر کے حصہ کی حدود ہیں نچلے حصے کی حد یہ ہے کہ ارشاد باری تعالی ہے

ولا یضربن با رجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن۔

ترجمہ:۔ "اور اپنے پاؤں کو زمین میں مار کر نہ چلیں کہ ان سے ان کی چھپی زینت ظاہر ہو جائے"۔

پاؤں کی زینت پازیب ہیں، گوکہ عورتیں انہیں لمبے کپڑے پہن کر چھپاتی تھیں۔ لیکن پاؤں زور سے مار کر چلتی ہیں تا کہ پازیب کی چھن چھن خود اپنی موجودگی کا اعلان کر دے۔

آپ ﷺ نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا کو باریک کپڑے پہنے دیکھ کر فرمایا تھا کہ اسماء! لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد اسکا کوئی حصہ بدن نظر نہیں آنا چاہیے سوائے اس۔ کے،، یہ کہہ کر آپ ﷺ نے چہرے اور ہتھلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

حضرت عائشہؓ نے روایت کیا ہے کہ ,,عورتیں فجر کی نماز میں سروں پر چادریں یوں لپیٹے ہوئے ہوتیں کہ جب وہ اپنے گھروں کو لوٹتیں تو انہیں کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔

پردے کی دیگر شرائط میں سے جنکا پورا کرنا ضروری ہے ,,ایک یہ کہ پردے کا کپڑا برقع وغیرہ خود ڈیزائن اور فیشن والا نہ ہو۔ یہی اس ارشاد باری کا مطلب ہے "اور ظاہر نہ کریں اپنی زینت،، اسطرح یہ ارشاد ,,اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور زمانہء جاہلیت کی عورتوں کی طرح بن ٹھن کر نہ پھرتی پھرو،،۔

(الاحزاب)

<u>دوسری شرط</u>: یہ ہے کہ کپڑا موٹا ہو باریک نہ ہو۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ میری امت کے آخر میں ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہنے ہوئے ننگی ہوگی۔ انکے سروں پر بختی اونٹ کی طرح کے کوہان ہونگے۔ انہیں لعنت کرو کیوں کہ وہ ملعون عورتیں ہیں۔

تیسری شرط: یہ ہے کہ وہ جسم کی ساخت کو نمایاں نہ کرتا ہو (لباس ڈھیلا ڈھالا ہو)
اسی طرح ایک شرط یہ ہے کہ کپڑے میں خوشبو نہ لگی ہو۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرے تا کہ وہ خوشبو سونگھیں تو یہ عورت زانیہ ہے۔

اس طرح یہ شرط بھی ہے کہ عورت مرد کی مشابہت نہ کرے ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرے اور نہ وہ عورت جو مرد کی مشابہت اختیار کرے۔

اسی طرح یہ شرط بھی ہے کہ وہ کافر عورتوں کے حلیہ کو اختیار نہ کرے کیونکہ کئی آیات میں مسلمانوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ کفار کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ جھوٹی شہرت اور شو بازی، کے لئے نہ پہنا جائے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جس شخص نے شہرت کا لباس پہنا اللہ تعالی قیامت کے دن اسے ذلت کا لباس پہنائیں گے پھر اس میں آگ بھڑ کائیں گے۔

پردے اور بناؤ سنگھار کا بیان

بے شمار قومیں پردے کے لیے عورتوں کی چادر پہننے کی عادت کو جانتی ہیں، کہیں عورتیں برقع یا نقاب استعمال کرتی ہیں۔

چادر پہننے کی ان قوموں کے ہاں کئی وجوہات ہو سکتی ہیں لیکن وہ حجاب جو بائبل میں عہد قدیم (یہودیت) اور عہد جدید (عیسائیت) میں فرض تھا، وہ تقوے، فتنہ سے دور اور معاشرے میں فساد کو روکنے کے لیے تھا۔

"عہد قدیم" میں یوشع علیہ السلام (اشعیا) کی زبان سے ان صیہونی لڑکیوں کی جو بناؤ سنگھار کر کے ننگے سر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہوئی نکلتی تھیں،

سخت مذمت کی گئی ہے۔اور یہ مذمت رب کی اس وعید تک پہنچتی ہے کہ ان کے سروں کوسزا کے طور پر گنجا کر دیا جائے۔

"عہد جدید" میں اس بات پر انتہائی سختی کی گئی ہے کہ عورت کو اپنا سر ڈھانکنا ضروری ہے ورنہ وہ ایسی ہوں گی جن کے سروں پر شیطان ہو۔اور سزا کے طور پر ان کو گنجا کر دیا جائے اور اسکے ساتھ ساتھ کتاب مقدس کے دلائل "عہد قدیم وجدید" میں بناؤ سنگھار ترک کر کے نفس کو سنوارنے کے بارے آئے ہیں۔

اسی لئے ہم آجکل اپنے ملکوں میں دیکھتے ہیں کہ جو عیسائی خواتین رہبانیت کی طرف رغبت رکھتی ہیں وہ انتہائی پر وقار سادہ لباس پہنتی اور سروں کو ڈھانکتی ہیں۔یعنی وہ پردہ کرتی ہیں اور مقدس مسیحی خاتون کا حلیہ ظاہر کرتی ہیں اور یہ ان کا پردہ بائبل کے فرمان کے التزام کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، نیز یہ اس بات کی تاکید ہے کہ جو عورت دین پر چلنا چاہے اسے اپنے دین کے واجبات پورے کرنے ضروری ہیں۔

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے باقی عورتیں اور لڑکیاں ان راہباؤں کے حلیہ کی طرح دینی احکام کا التزام کیوں نہیں کرتی؟

یورپ اور دوسرے مغربی ممالک عورت کے محاسن اور زینت کے ظاہر کرنے میں بڑی مہارت سے کام لیتے ہیں اور اسے شہری اور دیہاتی کا فرق گردانتے ہیں اور اپنی عیسائیت کے باوجود فحاشی وعریانی کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیتے ہیں اور اسی معاشرتی عریانی نے انکے اخلاق بگاڑ کر رکھ دیئے ہیں حتیٰ کہ بات شزوذ اور جسمانی نفسیاتی اور اجتماعی امراض تک پہنچ چکی ہے۔

اسلئے ہم یورپ اور دیگر ممالک کو دیکھتے ہیں کہ وہ صرف اسلام کے نہیں بلکہ ہر آسمانی دین اور آداب واخلاق کے دشمن ہیں کیونکہ یہ تمام شرائع پردے کو

فرض قرار دیتی ہیں۔اور اسلام میں خاص طور پر عورت کے مسئلہ پر تنقید کرنے میں توانائیاں خرچ کرتے ہیں جو کہ عورت کو پردہ اختیار کرنے اور ظاہری زینت ترک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ حالانکہ صرف اسلام ہی نے نہیں بلکہ اس سے پہلی دیگر شرائع نے بھی یہی احکامات دیئے۔جیسا کہ بائبل میں موجود ہے۔

چادر، پردہ اور نقاب: کیا پردہ آزادی چھینتا ہے؟

شیخ محمد متولی نے "مجلۃ المجالس" میں ایک انگریزی صحافی خاتون کے اس سوال کے جواب میں گفتگو کی ہے کہ "دین اسلام عورت کو اسکی مرضی سے ہر قسم کا لباس پہننے کی اجازت کیوں نہیں دیتا؟ وہ مرضی سے لباس اختیار کرنے اور پہننے میں اسکی آزادی کو مقید کیوں کرتا ہے، کیا لباس اپنی مرضی سے پہننا عورت کا شخصی حق نہیں ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اسے کہا کہ:

"اس سے پہلے کہ میں آپ کی بات کا جواب دوں، ہم پہلے ایک نکتہ پر متفق ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔وہ نکتہ یہ ہے کہ انسان کو معاشرے میں مکمل آزادی سے جینے کا حق نہیں دیا گیا (اسے زندگی میں ہر قسم کی آزادی حاصل نہیں) اس لئے ضروری ہے کہ اس آزادی کو ہم محدود آزادی کہیں جس سے کسی اور کی آزادی بھی متاثر نہ ہو اور یہ دین اور اسکی تعلیمات سے دور بھی نہ ہو۔کیا آپ اپنے ملک و معاشرے میں اتنی آزاد ہیں کہ جو چاہیں کر سکیں؟ کیا کوئی عورت اپنے کپڑوں سے بے نیاز ہو کر عام راستے پر چل سکتی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو کیا آپ دعویٰ کر سکتی ہیں کہ آپ سب کچھ اپنی مرضی سے کرنے میں آزاد ہیں؟ کیا آپ اپنی گاڑی راستے کے بیچ میں کھڑی کر کے جا سکتی ہیں؟ یا کسی نو پارکنگ ایریا میں کھڑی کر سکتی ہیں؟ حالانکہ آپکی آزادی کا حق یہ ہے کہ آپ جہاں چاہیں گاڑی کھڑی کر

سکیں۔ بلکہ کیا آپ اپنی مرضی کی رفتار سے جو مقررہ رفتار سے زائد ہو گاڑی چلا سکتی ہیں ؟اور کیا آپ انتہائی فحش فعل سب لوگوں کے سامنے انجام دے سکتی ہیں؟ کیونکہ یہ آپ کے انسانی حقوق میں سے ہے۔ میں ایسی ہزار مثالیں دے سکتا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ مطلق اور مکمل آزادی دنیا کے کسی ملک اور معاشرے میں نہیں دی جاتی۔ لیکن یہ محدود آزادی ہے جو آپ کو یہ حق دیتی ہے کہ آپ اپنی مرضی سے وہ کام کر سکیں جس سے کسی دوسرے کی آزادی متاثر نہ ہوتی ہو۔ اگر کسی شخص کی آزادی پر زد پڑے گی تو معاشرہ مداخلت کر کے آپکو آپ کی حد پر روک دیگا اور کہے گا کہ آپ کو اس کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ آپ دوسرے کے حقوق متاثر کر رہی ہیں۔ آپ اپنی آزادی کو صرف ایک طریقے سے مکمل استعمال کر سکتی ہیں وہ یہ ہے کہ آپ اپنے گھر میں ہوں جہاں دوسرا کوئی نہ ہو آپ اکیلی اپنے مکان میں اپنی آزادی اور حقوق استعمال کر سکتی ہیں جب نہ کوئی آپ کو دیکھے نہ آپ کے گرد کوئی ہو تو آپ جو چاہیں اپنے گھر میں کر سکتی ہیں۔

لہٰذا یہ دین اور آسمانی منہج وارشاد کے خلاف ہے اور جبکہ دنیاوی زندگی میں معاشرہ میں یہی اصول ہے تو آپ اللہ تعالی کی منہج اور طریقے سے یہ کیسے چاہتی ہیں کہ اس کی تنفیذ اور اس پر عمل بے چینی اور انتشار کو فروغ دینے کا باعث بنے جس میں ہر چیز تباہ و برباد ہو جائے۔

اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین ید نین علیھن من جلا بیبھن ذلک ادنی ان یعرفن فلاء ذین و کان اللہ غفورًا رحیما ا.

ترجمہ:۔ اے نبی کہہ دیجئے اپنی عورتوں ، بیٹیوں ،اور مومنین کی عورتوں سے

کہ، اپنی چادریں آگے سے تھوڑی سی نیچے ڈال دیا کریں اس سے پہچان ہو جایا کرے گی اور انہیں ایذاء بھی نہ دی جائے گی اور اللہ تعالی بخشنے والا رحم والا ہے،،۔
(الاحزاب)

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وقل للمؤمنات یغضض من ابصارھن ویحفظن فروجھنّ ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا ولیضربن بخمرھنّ علی جیوبھنّ.

ترجمہ:۔ کہہ دیجئے مومن عورتوں سے کہ وہ اپنی نظریں جھکائے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کیا کریں، سوائے اس کے جوان سے ظاہر ہے اور اپنی چادریں گریبانوں پر ڈال کر چلا کریں،،۔
خلاصہ کلام:۔ عورت کے لیے اللہ تعالی کا یہ حکم ہے کہ اس زینت کو چھپائے جو نظروں کو اسکی طرف مبذول کراتی ہے۔

پردہ کیوں؟

ابتداء میں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جو شخص دین کو اختیار کرتا ہے، اس پر ضروری ہے کہ وہ اس دین کے احکامات کو قبول کرلے۔ حتی کہ یہ احکام اسکی آزادی کو پابند کرتے ہوں کہ یہ کرو وہ نہ کرو۔ کیونکہ آزادی کی تقیید یہاں انسان کی بھلائی کے لیے ہے نہ کہ اس کی برائی اور ضرر کے لئے۔

یہ احکامات اللہ تعالی کی طرف سے آئے ہیں جو ہماری دل کی باتوں کو جانتا ہے۔ اگر وہ ہماری حرکتوں کو پابند کریگا تو ہمیں بھلائی ہی عطا کریگا اور برائی سے دور کریگا۔ دین بغیر واضح راستے کے نہیں ہوتا، الا یہ کہ انسان خود اپنی مرضی سے

کوئی اور دین اختیار کرلے۔ اور جو وہ چاہے کرے۔ بتوں کی عبادت کرے یا سورج وغیرہ کی۔ جواسے کسی راستے (اور قانون) میں مقید نہ کرسکیں اور پھر یہ اللہ کی تعلیمات سے الگ ہوکر جو چاہے کرتا رہے۔ اس حالت میں یہ کافر ہوگا (نعوذ باللہ) کیونکہ یہ مقید (پابند) کرنے والے دین سماوی کونہیں چاہتا۔

اللہ تعالی نے مرد وعورت کے لیے فتنہ کوروکنے والے قواعد وضوابط وضع کئے ہیں تاکہ خاندان قائم ودائم اور امن وامان سے رہے اسی لیے ہر اس چیز کو منع فرمایا جس سے عورت سے کسی اجنبی آدمی کے فتنہ میں پڑنے کا امکان ہو، اس لئے اللہ تعالی نے قرآن کریم کی آیت "لا یبدین زینتھن" (اور ظاہر نہ کریں اپنی زینت) سے اسے حرام فرمادیا اور وہ لوگ ذکر فرمائے جن سے عورت کو محرمیت کے رشتے کی بناء پر فتنہ کا خطرہ نہیں اور عورت کو ان کے سامنے زینت کی ضرورت بھی نہیں اور انکے سامنے اگر زینت ظاہر ہوبھی جائے تو ان کے نفوس پر اسکا اثر بھی نہیں ہوتا، احترام کرنے، نابالغ یا بہت زیادہ بوڑھے ہونے کی وجہ سے کہ وہ ان تمام مراحل سے گزر چکے ہیں۔

اللہ تعالی نے عورتوں کوایسی چال چلنے سے منع فرمایاہے جس سے ان کے کپڑوں میں چھپی زینت ظاہر ہونے کا خدشہ ہو۔ یا یہ کہ وہ اپنے جسم کے فتنہ انگیز حصوں کو جان بوجھ کر نمایاں کرکے چلیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

ولا یضربن بارجلھنّ لیعلم ما یخفین من زینتھنّ وتوبوا الی اللہ جمیعا ایّھاُ المؤمنون لعلکم تفلحون .

ترجمہ:۔ اور پیروں کوزمین میں مار کرنہ چلیں کہ اس سے ان کی چھپی زینت ظاہر ہوجائے اور مومنو! سب خدا کے آگے توبہ کروتا کہ فلاح پاؤ،،۔

(النور آیت نمبر ۳۱)

پردہ پابندی نہیں حفاظت ہے

بعض سیلف میڈ لوگ اور شیطان کے چیلے ان احکامات کی بناء پر سمجھتے ہیں کہ یہ عورت کی آزادی پر پابندیاں ہیں لیکن درحقیقت یہ انکی حفاظت اور بچاؤ ہے۔ اگر اللہ تعالی پردے کو فرض نہ فرماتے تو عورت ضرور اسکا مطالبہ کر دیتی کیونکہ پردہ اسکی ذات اور اسکی زندگی کے لیے امن وتحفظ کی ضمانت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عورت کا حسن اور اس کی جوانی مئوقت اور محدود ہے۔ (اگر ہم اندازہ کریں) تو شادی کے بعد لگ بھگ پندرہ سال مزید وہ خوبصورت اور جوان رہ سکتی ہے اسکے بعد وہ بڑھاپے کی طرف گامزن ہو جاتی ہے۔

مثال کے طور پر ایک عورت بوڑھی ہونے لگی مگر اسکا شوہر ابھی جوان اور شادی کے قابل ہے۔ اور اس نے کسی دن راستے پر چلتے ہوئے کسی کم عمر نوجوان لڑکی کو بے پردہ دیکھ لیا تو کیا ہوگا؟

اسلیئے اللہ تعالی نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے کہ اسکی زینت اور محاسن کھلنے سے نظریں اسکی طرف متوجہ نہ ہوں اور ساتھ اس سے کم عمر زیادہ حسین اور نوجوان عورت کو بھی پردے میں رہنے کا حکم دیا تا کہ کسی کے شوہر کی نظر اسکی طرف نہ پڑے اور خود اس سے نہ ہٹے۔

حیرت کی بات ہے کہ عورت اس حکمت کی طرف نہیں دیکھتی کہ پردہ اسکا تحفظ ہے اسکے شوہر اور اسکے گھر کا۔۔۔ بلکہ وہ تو اس مسئلہ کو " آزادئ نسواں " کے کھوکھلے نعرے کی بنیاد پر لیتی ہے اور یہ بھول جاتی ہے کہ یہ پابندیاں اسکے تحفظ کے لیے لگائی گئی ہیں۔ شریعت میں سزا تمام حالات میں کسی کام کی انجام دہی پر شروع ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر آپ ایک خوبصورت پھول دیکھیں، آپ جتنا چاہیں اسے دیکھیں، اس میں نہ گناہ ہے نہ کوئی حساب لیکن آپ اگر اسے ہاتھ بڑھا کر اسے توڑنا چاہیں تو یہ آپ کی زیادتی ہے۔ اسی طرح آپ ایک خوبصورت گھوڑا دیکھیں جس طرح چاہیں اسے دیکھیں کوئی گناہ نہیں لیکن آپ اگر اسکے مالک کی اجازت کے بغیر اس پر سوار ہونا چاہیں تو یہ گناہ کی بات ہے۔ ارشاد بانی ہے:

والخیل والبغال والحمیر لتر کبو ھا وزینة ویخلق مالا تعلمون.

ترجمہ:۔ گھوڑے خچر اور گدھے، پیدا کئے تا کہ تم اس پر سوار ہو، اور یہ جانور زینت ہیں۔

گھوڑے وغیرہ زینت ہیں مگر کس کے لیے؟ کیا صرف مالک کے لیے؟ بلکہ ہر اس شخص کے لیے جو اسے دیکھے اور خوبصورتی دیکھ کر خوش ہو۔ الغرض کائنات مین جتنا حسن ہے اسے جتنا چاہو دیکھو (کیونکہ اسکی ممانعت نہیں) لیکن عورت کو دیکھنا اور حرام قرار دیا گیا ہے مرد کا عورت کو اور عورت کا مرد کو دیکھنا غیر عورت کو دیکھنا اور اسکے حسن کو غور سے دیکھنا گناہ ہے اسی طرح عورت کا مرد کو دیکھنا اور اسکی مردانگی پر غور کرنا بھی گناہ ہے۔

اسی لئے قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

قل للمؤ منین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون .

ترجمہ:۔ " کہہ دیجئے مومنوں سے کہ اپنی نظریں جھکائے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں"۔

اسی طرح عورتوں کے لیے ارشاد ہے:

وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن
اور کہہ دیجئے مومن عورتوں سے کہ اپنی نظریں جھکائے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں،،(النور)

عورت کی عزت،عصمت وعفت پردہ میں ہے۔

یہ بات سب کو معلوم ہونی چاہئے کہ اسلام حیاء اور شرم،عفت وعصمت، غیرت وحمیت والا دین ہے اور دین اسلام نے انسانیت کو بہت اونچا مقام عطا فرمایا ہے۔انسان اور حیوان میں جو امتیازی فرق ہے وہ اسلام کے احکام کی وجہ سے واضح ہو جاتا ہے،اسلام یہ ہرگز گوارہ نہیں کرتا کہ انسان میں حیوانیت آجائے اور چوپایوں کی طرح زندگی گزارے۔مسلمان عورتوں کی عزت گھر کے اندر ٹھہرے رہنے اور بلا ضرورت باہر نہ نکلنے میں ہے۔

عورت اور عصمت وعفت

جس طرح عورت کی خوبیوں میں حیاء وشرم بہترین خوبی ہے اسی طرح اس کے نتیجہ میں عصمت وعفت یعنی پاکدامن رہنا بھی عورت کا خاص وصف ہے عورت کی تمام خوبیاں اسی میں مضمر ہیں۔اگر ظاہر کی ساری خوبیاں موجود ہوں لیکن یہ باطنی جوہر اور خوبی اس میں نہیں تو شرفاء اور شریعت مطہرہ کی نگاہ میں وہ بالکل بے قیمت ہے بلکہ شریعت نے اس کو خبیثات میں داخل کیا ہے۔

قرآن کریم میں حوروں کی صفات میں ارشاد باری ہے

"**لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان**" کہ ان کو کسی جن وانسان نے نہیں چھوا۔ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں بہترین متاع (سامان) صالح عورت ہے جب شوہر کے سامنے آئے تو اپنی ظاہری

وباطنی خوبیوں اور دلربائیوں سے اس کا دل خوش اور باغ باغ کردے اور جب وہ غائب ہو تو اپنی جان اور اس کے مال کی حفاظت کرے اور اس میں کسی قسم کی خیانت نہ کرے۔

پردہ اور عورت

مسئلہ: عورت کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں اگرچہ قاعدہ شرعیہ کے اعتبار سے ستر میں داخل نہیں کہ جس کی وجہ سے اس کا چھپانا فرض ہو، لیکن چونکہ عموماً فتنہ اور فساد اور زمانہ کا بگاڑ چہرہ دیکھنے ہی سے شروع ہوتا ہے اس لئے عورت کے لئے ضروری ہے کہ بلا ضرورت باہر نہ نکلے اور جب نکلے تو برقع یا ایسا کپڑا اوڑھ لے جس سے چہرا اور بدن کسی کو نظر نہ آئے بلکہ اس زمانہ میں حالات کے بگاڑ کی وجہ سے علماء نے برقع کو واجب اور ضروری قرار دیا ہے، جس کا منشا یہ ہے کہ عورت کا چہرہ اور اس کے جسم کی ساخت غیر محرم کو معلوم نہ ہو،

اب مسلمان بہنیں سوچ لیں کہ ان کے لئے دارین کی خوبی کس میں ہے، کیا فیشن اور ناجائز چیزوں کو استعمال کر کے خدا کو ناراض کرنے میں یا اللہ تعالیٰ کی باتوں کو مان کر اس کو راضی رکھنے کی کوشش کرنے میں!!

ہر قسم کے نامحرموں سے پردہ ضروری ہے

بعض عورتیں اپنے دیور کی چھوٹی عمر میں پرورش کرتی ہیں اور جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو اس سے پردہ کرنے کو برا محسوس کرتی اور عیب سمجھتی ہیں اور اگر مسئلہ بتایا جاتا ہے کہ یہ نامحرم ہے اس سے پردہ ضروری ہے تو کہتی ہیں کہ اس کو ہم نے چھوٹا سا پالا ہے، رات دن ساتھ رہا ہے۔ اس سے کیا پردہ ہے؟ یہ بہت بڑے گناہ کی بات ہے کہ آدمی گناہ بھی کرے اور حکم شریعت کے مقابلہ میں حجت بازی پر بھی اتر

آئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دیور کو موت کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور جہالت کی وجہ سے عورتیں ان کے سامنے آنے کو ضروری سمجھتیں ہیں یہ ہے مسلمان عورتوں کی حقیقت۔

نوٹ :

پردہ حق شرع ہے شوہر کا حق نہیں، بہت سی عورتیں سمجھتی ہیں کہ شوہر جس سے پردہ کرائے اس سے پردہ کیا جائے اور اسی طرح شوہر جس کے سامنے آنے کو کہے اس کے سامنے آجائیں۔ یہ سوچ اور سمجھ سراسر غلط ہے۔ شوہر یا کسی دوسرے شخص کے کہنے سے گناہ کرنے کی اجازت نہیں ہوتی اس نکتے کو خوب سمجھنا چاہئے۔

سسرال والے مردوں سے پردہ کی ضرورت

عن عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل من الانصار یا رسول اللہ أرأیت الحمو قال الحمو الموت .

رواہ البخاری ومسلم .

(ترمذی ج ۱ ص ۲۲۰، مشکوۃ ص ۲۶۸ بخاری ج ۲، ص ۷۸۷)

ترجمہ : حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نامحرم عورتوں کے پاس مت جایا کرو ایک انصاری شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ عورت کے سسرال کے مردوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کی سسرال کے رشتہ دار تو موت ہیں۔

تشریح:

اس حدیث میں جو سب سے زیادہ قابل توجہ چیز ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عورت کے سسرال کے مردوں کو موت سے تشبیہ دی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے جیٹھ، دیور اور نندوئی وغیرہ سے اور اسی طرح سسرال کے دیگر مردوں سے گہرا پردہ کرے۔ یوں تو ہر نامحرم سے پردہ کرنا ضروری ہے لیکن جیٹھ، دیور اور ان کے دوسرے رشتہ داروں کے سامنے آنے سے اس طرح بچنا ضروری ہے جیسے لوگ موت سے بچنے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان رشتہ داروں کے سامنے بہت زیادہ اختلاط کیا جاتا ہے اور ہنسی دل لگی تک کی نوبتیں آجاتی ہیں اور شوہر یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو اپنے لوگ ہیں ان سے کیا روک ٹوک کی جائے؟ لیکن جب دونوں طرف سے جذبات ہوں اور کثرت سے آنا جانا ہو اور شوہر گھر سے باہر ہو تو رفتہ رفتہ خطرہ کی صورت بن جاتی ہے۔ ان ہی حالات کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے سسرال کے مردوں سے بچے رہنے اور سخت پردہ کرنے کی تاکید فرمادی ہے اور ان لوگوں کو موت کے ساتھ تشبیہ دیکر یہ بتادیا ہے کہ ان لوگوں سے ایسے دور رہو جیسے موت سے دور رہتے ہو۔

ساس اور نندوں کیساتھ اتحاد واتفاق اور حسن سلوک

قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے نعمتوں میں نسبت کیساتھ علاقہ مصاہرۃ (سسرالی رشتہ) کو بھی ذکر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ساس اور سسر کا بھی کسی قدر حق ہوتا ہے اس لئے ان تعلقات میں بھی احسان واخلاق کی رعایت کسی قدر خصوصیت کے ساتھ رکھنا چاہئے۔ (حقوق الاسلام صفحہ ۱۵)

جب تک سسر اور ساس زندہ رہیں ان کی خدمت اور ان کی تابعداری کو

فرض جانو اور اسی میں عزت سمجھو، اور ساس نندوں سے الگ ہو کر رہنے فکر کی ہرگز نہ کرو کہ ساس نندوں سے بگاڑ ہو جانے کہ یہی جڑ ہے۔

خود سوچو کہ ماں باپ نے اسکو پالا پوسا اور اب بڑھاپے میں اس آسرے پر اس کی شادی (بیاہ) کی کہ ہم کو آرام ملے اور جب بہو آئی تو گھر آتے ہی یہ فکر کرنے لگی کہ میاں! آج ہی سے ماں باپ کو چھوڑ دیں پھر جب معلوم ہوتا ہے یہ بیٹے کو ماں باپ سے چھڑاتی ہے فساد پھیلتا ہے۔ (بہشتی زیور صفحہ ۴۱)

سسرال میں رہنے کا طریقہ

خانداں کے ساتھ مل جل کر رہو۔ اپنا معاملہ شروع سے ادب ولحاظ کا رکھو چھوٹوں پر مہربانی اور بڑوں کا ادب کیا کرو۔ اپنا کوئی کام دوسروں کے ذمے نہ رکھو۔ اور اپنی کوئی چیز پڑی نہ رہنے دو کہ فلانی اسکو اٹھائے گی۔ جو کام ساس، نند کرتی ہے تم اس کے کرنے سے عار نہ کرو۔ تم خود بے کہے ان سے لے لو اور کر دو، اس سے ان کے دلوں میں تمھاری محبت پیدا ہو جائے گی جب دو آدمی چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔ اور اس کی ٹوہ مت لگاؤ کہ آپس میں کیا باتیں ہوتی ہیں اور خواہ مخواہ یہ خیال نہ کرو کہ ہماری ہی باتیں ہوتی ہوں گی۔ یہ بھی ضرور خیال رکھو کہ سسرال میں بے دلی سے مت رہو اگرچہ نیا گھر نئے لوگ ہونے کیوجہ سے جی نہ لگے، لیکن جی کو سمجھانا چاہئے نہ یہ کہ وہاں رونے بیٹھ گئیں۔ اور جب دیکھو بیٹھی رو رہی ہیں۔ جائے دیر نہیں ہوئی اور آنے کا تقاضہ شروع کر دیا: بات چیت میں خیال رکھو نہ تو آپ ہی آپ اتنی بک بک کرو جو بری لگے اور (باتیں کرو) نہ اتنی کم کہ یہ بھی برا اور غرور سمجھا جاتا ہے۔ اگر سسرال میں کوئی بات بری اور ناگوار لگے تو میکے میں آ کر چغلی اور شکایت نہ کرو سسرال کی ذرا ذرا سی بات آ کر ماں سے کہنا اور ماں کا خود کرید کرید کر پوچھنا بڑی

بری بات ہے اسی سے لڑائیاں ہوتی ہیں جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ اسکے سواء اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

اگر شوہر کے ماں باپ زندہ ہوں اور وہ روپیہ پیسہ سب ان ہی کو دے، تمہار ے ہاتھ پر نہ رکھے تو کچھ برا نہ مانو۔ بلکہ اگر تم کو دے بھی تب بھی عقلندی کی بات یہ ہے کہ تم اپنے ہاتھ میں نہ لو۔

اور یہ کہہ دو کہ ان ہی کو دیں تا کہ ان کا دل میلا نہ ہو اور تم کو برا نہ کہیں کہ بہو نے لڑکے کو اپنے پھندے میں کرلیا۔ (بہشتی زیور صفحہ ۴۰)

نابینا سے پردہ کرنے کا حکم

وعن ام سلمة رضی الله عنهما انها كانت عند رسو ل الله ﷺ و میمو نة اذ اقبل ابن ام مكتو م رضی الله عنه فدل عليه فقا ل رسو ل الله ﷺ احتجبا منه فقلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم أليس هو اعمى لا يبصر نا فقا ل رسول الله ﷺ افعميا وان انتما الستما تبصر ا نه .

(حمدم ترمذی، ابوداؤد، (مشکوۃ ص ۲۶۹)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں کہ اچانک حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ سامنے آگئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے لگے (چونکہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نابینا تھے تو ہم دونوں نے ان سے پردہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور اپنی جگہ بیٹھی رہیں) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے پردہ کرو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا وہ نابینا نہیں ہیں جو ہمیں دیکھ سکتے۔ اس کے جواب میں رسول اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کیا تم دونوں اس کو نہیں دیکھ رہی ہو؟

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں بھی جہاں تک ممکن ہو سکے مردوں پر نظر نہ ڈالیں۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ نابینا تھے، پاک باز صحابی تھے اس کے باوجود حضور اقدس علیہ وسلم نے دونوں بیویوں کو حکم فرمایا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پردہ کریں، یعنی ان پر نظر نہ ڈالیں۔ حقیقت یہ ہے جہاں بدنظری کا ذرا بھی احتمال نہ تھا وہاں اس قدر سختی فرمائی گئی تو آج کل عورتوں کے لئے اس امر کی کس طرح اجازت ہو سکتی ہے کہ مردوں کو جھانکا تاکا کریں۔ یہ الگ بات ہے کہ اگر کوئی عورت کسی مجبوری سے سفر میں نکلی اور راستہ چلتے ہوئے بلا اختیار راہ گیروں پر نظر پڑ گئی وہ دوسری بات ہے۔ لیکن قصد و ارادہ سے مردوں پر نظر ڈالنا منع ہے۔ سورۃ نور کی آیت گزر چکی جس میں مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے اسی سے بیاہ شادی کی ایک قبیح رسم کی ممانعت بھی معلوم ہوئی کہ جب دولہا دلھن کو لیکر رخصت ہونے لگتا ہے تو اس کو سلامی کے لئے اندر بلایا جاتا ہے اور وہاں پر عورتیں، خواہ وہ دور دراز سے آنے والی ہی کیوں نہ ہوں، سب دولہا کو دیکھتی ہیں اور دلہن کی سہیلیاں اس سے مذاق کرتی ہیں۔ کوئی اس کا جوتا چھپاتی ہے، اور کوئی اس کے منہ میں چونا لگاتی ہے۔ اس طرح عورتوں کے بھرے مجمع میں ایک غیر محرم مرد کا آجانا جو جوانی سے بھرپور ہو، اور بہترین لباس و پوشاک پہنے ہوئے ہو، یہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ جبکہ عورتوں کا مقصد صرف دولھا کو دیکھنا ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی مجلس برخواست ہونے کے بعد عورتیں بڑی دلچسپی سے دولھا کی شکل وصورت، لباس و پوشاک پر تبصرہ کرتی ہیں۔

ستر وحجاب کی پاسداری کی مثال

حضرت ام خلاد انصاریہؓ:

حضرت ام خلاد انصاریہؓ کو خبر ملی کہ ان کا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔ یہ خبر سن کر سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئیں۔ اس جانکاہ حادثہ کی خبر پا کر بھی وہ سمٹی سمٹائی باپردہ حاضر ہوئی تھیں۔ حاضرین میں سے کسی نے بے ساختہ کہا: ''تعجب کی بات ہے! بیٹا شہید ہو گیا ہے۔ مگر تم ایسی ہوشربا خبر سننے کے باوجود چہرے پر نقاب ڈال کر باپردہ حاضر ہوئی ہو!'' تو ام خلادؓ نے اطمینان وسکون سے جواب دیا: ''اگر میں نے اپنا بیٹا کھو دیا ہے تو کیا اب شرم وحیا بھی کھو دوں؟''

حفاظت نظر کی ضرورت

وقل للمؤمنات یغضضن من ابصا ر ھن ویحفظن فروجھن و لا یبد ین ز ینتھن الا ما ظھر منھا.

(سورۃ النور پ۱۸ آیت ۳۱)

ترجمہ: اور مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں کھلا (ظاہر) رہتا ہے۔

تشریح:

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اب پردہ کے مخالفین دیدہ ودانستہ طور پر مذکورہ آیت کا مفہوم ومطلوب معلوم کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس سے یہ

بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ نظریں نیچی رکھنے کا حکم اس لئے نہیں دیا گیا کہ درخت، پتھر، دیوار اور گھر کے سامانوں کی طرف دیکھنا منع ہے بلکہ یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے تا کہ نظر کو بے جا استعمال کرنے سے شرمگاہوں کی حفاظت خطرے میں نہ پڑ جائے۔ نفس اور نظر کی لذت کے لئے شوہر کو بیوی کے لئے اور بیوی کو شوہر کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔

شادی بیاہ اور دیگر مخلوط تقریبات

آجکل شادی بیاہ کی تقریبات میں بے حیائی کے مناظر اور مردوں کے مخلوط اجتماعات ہونے لگے ہیں۔ عورتیں ان تقریبات میں بن سنور کر بیوٹی پارلر سے تیار اور زیب و زینت سے آراستہ ہو کر غیر محرم مردوں کے ساتھ شریک ہوتی ہیں۔ اس قدر بے پردگی اور بے حیائی ہو چکی ہے کہ ایک زمانہ تھا جس میں اس بات کا خیال اور تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ شادی بیاہ کی تقریبات میں مردوں عورتوں کا مخلوط اجتماع ہوگا؟ اور پھر ان تقریبات کی ویڈیو فلم تیار کی جاتی ہے۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ یہ سب کچھ ان لوگوں کے گھروں میں بھی ہوتا ہے جو اپنے اپ کو دیندار کہلاتے ہیں۔

شادی بیاہ کی تقریبات میں خون پسینے کی کمائی مخلوط اجتماع اور ویڈیو فلم بنوانے میں برباد کی جاتی ہے یہ سب کچھ ہوتے ہوئے پھر بھی دیندار اور نمازی پرہیز گار کا لیبل لگا ہوا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ برائے نام دینداری رہ گئی ہے ان تقریبات کو ختم کرنا تو درکنار اب تو کوئی ان کو برا کہنے والا اوران پر ٹوکنے والا بھی نہیں رہا۔

عریانی کا گناہ متعدی ہے

عریانی اور بے پردگی کا گناہ صرف کرنے والے تک محدود نہیں رہتا، اور صرف بے پردہ عورت ہی اس سے متاثر نہیں ہوتی، بلکہ اس کی وجہ سے بے حیائی اور فحاشی پھیلتی ہے، پوری قوم اس کے دنیوی وبال اور اخروی عذاب کی لپیٹ میں آجاتی ہے، اس گناہ کے نتیجہ میں طرح طرح کے فتنے حتی کہ قتل تک کی واردات کا عام مشاہدہ ہو رہا ہے۔

آخرت کے عذاب سے ڈرنا چاہئے

اب جو عورتیں عریاں لباس پہنتی ہیں اور پردہ نہیں کرتیں، وہ ذرا سوچیں کہ کس وجہ سے نہیں کرتیں، کیا دنیا کی چند گھڑی کی لذت اور نفسانی خواہشات نے انہیں روک رکھا ہے؟ انہیں غور کرنا چاہئے کہ دنیا کی زندگی بہت تھوڑی ہے، اور آخرت کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے، بے پردہ لباس میں رہنے کی وجہ سے وہ اپنی دنیاوی زندگی بھی تلخ کر رہی ہیں، اور آخرت میں بھی عذاب مول لے رہی ہیں، مرنے کے بعد اس گناہ کی سزا میں جہنم میں جانا پڑے گا، ہمارا یہ حال ہے کہ دنیا میں اگر کوئی انگارہ ہاتھ میں دکھ دیا جائے تو ایک گھڑی بھی برداشت نہیں کر سکتے، تو آخرت کا بھیانک عذاب اور جہنم کی آگ میں جلنا کیسے برداشت کریں گے؟ اس لئے آخرت کے عذاب سے ڈرنا چاہئے، اپنے لباس کو شریعت کے مطابق رکھنا چاہئے عریانی اور بے پردگی سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔

عورت کا ننگے سر پھرنا جائز نہیں

خواتین کا ننگے سر یا شرعی پردہ کے بغیر گھر سے باہر بازاروں، پارکوں اور

میلوں وغیرہ میں گھومنا پھرنا ناجائز اور حرام ہے، اور اس میں قرآن وسنت کے احکام کی صریح خلاف ورزی ہے، احادیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں، اور اس طرح خواتین کا باہر نکلنا شیطان کو بہت مرغوب ومحبوب ہے کیونکہ جب عورت باہر نکلے گی تو شیطان کی یہ کوشش ہوگی کہ لوگ اس کے خدوخال حسن وجمال اور لباس وپوشاک پر نظر ڈال کر نفس کو لذت دیں اور گناہوں میں مبتلاء ہو جائیں، چنانچہ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے، اور بلاشبہ جب وہ اپنے گھر سے (بلاضرورت یا بے پردہ) باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان تاکنے لگتا ہے۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ عورت اس وقت سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے'' (الترغیب والترہیب ج۱ص۲۲۶)

گھر میں بھی ننگے سر رہنا اچھا نہیں

خواتین کے اپنے گھر میں ننگے سر رہنے میں اگرچہ کوئی گناہ نہیں ہے، تاہم گھر میں بھی دوپٹہ وغیرہ سے سر ڈھانک کر رہنا ان کے لئے بہتر ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس گھر میں عورت ننگے سر بیٹھی ہو،، فرشتے اس سے نفرت کرتے ہیں، چنانچہ شیخ الاسلام حضرت جعفر کنانی مالکیؒ کی ایک کتاب ہے۔

" بلوغ القصد والمرام ببیان بعض ما تنفر عنه الملائكة الكرام "

اس میں انہوں نے بہت سی ایسی چیزیں بحوالۂ احادیث بیان فرمائی ہیں، جن سے فرشتے نفرت کرتے ہیں، مثلاً جس مکان میں پیشاب کسی برتن میں رکھا ہو، یا جس مکان میں کوئی عورت ننگے سر بیٹھی ہو وغیرہ۔

لیکن یہ ضروری نہیں کہ جن چیزوں سے فرشتے نفرت کرتے ہیں اس میں

گناہ بھی ہو، کیونکہ اس کا تعلق فرشتوں کی طبائع سے ہے، جیسے انسان بہت سی ایسی چیزوں سے گھن کرتا ہے، اوران کا دیکھنا اس کے لئے بہت تکلیف دہ ہوتا ہے، جب کہ وہ کوئی بڑی نجاست وغلاظت بھی نہیں، جیسے مکھی، مچھر وغیرہ ایسے ہی فرشتے بالطبع بہت سی چیزوں سے گھن اور نفرت کرتے ہیں۔ بہرحال فرشتوں کی نفرت سے بچنے کے لئے گھر میں موٹے دوپٹہ سے نہ ہوتو کم ازکم باریک دوپٹہ سے سر ڈھانک کر رہنا عورت کے لئے بہتر ہے۔

بدنظری کیوں حرام ہے؟

عورت اور مرد کا ایک دوسرے کو دیکھنا کیوں ناجائز ہے ؟اور باقی کائنات کو دیکھنا کیوں ناجائز نہیں۔اسلئے کہ عورت مرد کے درمیان ,,نظر،، جھگڑے کی ابتدا ہے اور جب تک نظر رہے گی گویا اسکی ابتدا ہو چکی اور جو کچھ اس کے بعد وقوع پذیر ہوگا اس کے متعلق اپنے بارے میں آپ کوئی رائے نہیں دے سکتے۔

بدنظری تغیر پیدا کرتی اور معصیت کی جانب لے جاتی ہے۔اسکی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ حضرت آدم علیہ السلام وحوا کے لیے اللہ تعالی نے جنت میں ,,ممنوع درخت،، کا پھل کھانے سے منع فرمایا تو انہیں یہ نہیں فرمایا کہ اس درخت کا پھل نہ کھانا بلکہ یہ فرمایا **ولا تقربا هذه الشجرة** (اس درخت کے قریب نہ جانا) اللہ تعالی نے یہ الفاظ اس لیے فرمائے تاکہ انہیں گناہ کی ترغیب سے بھی بچایا جائے ،اگر اللہ تعالی انہیں اتنا ہی ارشاد فرمادیتے کہ ,,یہ پھل مت کھانا،، تو ہوسکتا تھا کہ وہ کبھی اس کے قریب بیٹھنے اور اسکے پھل کی شکل وصورت اور رنگت یا خوشبو،انہیں اکسادیتی (اور وہ اسے کھالیتے)۔اس لیئے فرمایا کہ ,,اس درخت کے قریب مت جانا،، تاکہ انہیں اس معصیت میں پڑنے کی ترغیب سے بھی بچالے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ,,اللہ تعالیٰ نے چند چیزیں حرام کی ہیں ان کے قریب مت جانا،،۔اسی طرح فرمایا,,کہ اللہ تعالیٰ نے چند حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور چند فرائض مقرر کئے ہیں انہیں ضائع نہ کرنا چند چیزیں حرام کی ہیں ان کی ہتک نہ کرنا،،۔الحدیث)

اسی لئے عورت اور مرد کے درمیان ایک دوسرے کی طرف نظر کرنے کی حرمت میں دونوں کا تحفظ ہے۔حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس تھی اور میمونہؓ بھی تھیں اتنے میں عبداللہ بن ام مکتوم ,,جو نابینا تھے،،آئے اس وقت پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا،تو آپ نے ہمیں ان سے پردہ کرنے کا حکم دیا،ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ تو نابینا ہے،نہ ہمیں دیکھتے ہیں نہ پہچانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو کیا تم انہیں نہیں دیکھ رہو؟ ارشاد باری ہے:

واذا سألتمو هن متاعا فا سئلو هنّ من ورآء حجاب ذلک اطهر لقلو بکم و قلو بهنّ .

اور جب تم ان سے کچھ مانگو تو ان سے پردے کے پیچھے رہ کر مانگو۔یہ تمھارے اور ان کے دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔،،۔

(الاحزاب)

اس بنیاد پر ہمیں ایک اہم حقیقت سے آگاہی ضروری ہے۔وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام پیمانوں کو برابر دیکھنا چاہتے ہیں۔اور یہ کہ عقل جس کے ذریعے انسان کو ممتاز بنایا ہے اس کو جانچنے کی آزادی عطا کی جائے اور اسپر کسی قسم کا دباؤ نہ ہوتا کہ کائنات میں تمام امور سیدھے ہو جائیں۔

بن ٹھن کے رہنا

عجیب بات یہ ہے کہ آپ بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی بیویوں پر بناؤ سنگھار کرنے اور بے پردہ رہنے اور مردوں کے ساتھ رہنے اور مردوں کے ساتھ اختلاط کرنے کے لئے بہت دباؤ ڈالتے ہیں۔

ہم ان مردوں سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے تمھارے لئے وہ قانون وضع فرمایا ہے جو تمھاری بیویوں اور بیٹیوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اگر تم اپنی بیویوں کو بن ٹھن کے نکلنے دیتے ہو تو گویا کہ تم نے "اپنی بیویوں اور دوسروں کی بیٹیوں کی طرف دیکھنے کو مباح کرنے کی وجہ سے،، ایسی بنیاد وضع کردی ہے تا کہ پورا معاشرہ تمہاری بیویوں اور بیٹیوں سے بدنظری کرے۔ حالانکہ اللہ تعالی نے تمہیں اس سے بچالیا ہے۔ لیکن تم نے جب خود اسے حلال کر دیا تو اب اپنے آپ کو ملامت کرو جب بیوی یا بیٹی بگڑنے لگے۔ اس سے بھی زیادہ اچھنبے کی بات یہ ہے کہ بعض مائیں اپنی بیٹیوں کو پردے سے منع کرتی ہیں۔ انکا یہ دعوی ہے کہ پردہ لڑکیوں کی شادی میں رکاوٹ ڈالتا ہے، ہم نہیں کہتے ہیں، شادی کرنا کب سے وقار سے گرا ہوا تھا اور کب سے شادی کے لئے بے پردہ بننے ٹھنے والی لڑکیوں کو ترجیح دیتے ہیں کہ اس کو اپنی عزت، وقار پر امین بنالیں ؟ انسان ہمشہ سے با پردہ دیندار لڑکیوں سے شادی کو ترجیح دیتا آیا ہے تا کہ وہ اسکی عدم موجودگی میں اسکی عزت مال اور اولاد کی حفاظت کرے۔ ایسی لڑکیوں کو ترجیح نہیں دیتا جو بن ٹھن کر اپنی فتنہ انگیزیاں لوگوں کے سامنے پیش کریں۔

آزادی کا جال

دور حاضر کا المیہ ہے کہ موجودہ دور میں ایک اچھی چیز کو برا بنا کر پیش

کرنے کا فن ترقی کر گیا چنانچہ آج آزادی نسواں، اور حقوق نسواں کے نام نہاد علمبر دار عورت کی آزادی کے نام پر یہی کھیل کھیل رہے ہیں اور اسے آزادی کا سبز باغ دکھا کر گھر سے بے گھر کر رہے ہیں۔ تا کہ جنسی ملاپ اور تعلقات کی راہ میں دین اسلام نے جو پابندیاں عائد کی ہیں ان سے ہر قیمت پر چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔ اور اس راہ میں موجودہ منکرین کا سب سے بڑا نشانہ اسلامی تعلیمات کے مطابق پردہ اور تعددِ ازدواج ہے۔ جن پر وہ حملہ کر کے اس کے ذریعہ بیک وقت متعدد مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ سطروں میں عرض کیا گیا کہ موجودہ دور کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ پروپیگنڈہ کے زور پر کسی صحیح چیز کو غلط اور کسی غلط چیز کو صحیح قرار دیا جاتا ہے اور آج کے دور میں یہ فن اس قدر ترقی کر گیا ہے کہ اس کے اثر ورسوخ کے سامنے سچی بات بالکل مغلوب اور شکست خوردہ بن کر رہ جاتی ہے۔

چنانچہ آج پردہ طلاق اور تعدد ازدواج وغیرہ جو مسائل اسلامی قانون سے تعلق رکھتے ہیں ان اسلامی احکامات پر مخالفین اسلام نہایت شدت کے ساتھ بے جا قسم کے اعتراضات کرتے ہیں کہ پردہ کے رواج کو ختم کیا جائے، تعدد ازدواج کو ممنوع قرار دے دیا جائے، اور طلاق پر پابندی عائد کی جائے۔

خوشبو لگا کر مردوں میں آنے والی عورت زنا کار ہے

وعن ابی موسی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال کل عین زانیة والمرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهی کذا وکذا یعنی زانیة. (مشکوۃ ص ۹۶)

ترجمہ: حضرت ابو موسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نظر بدڈالنے والی ہر آنکھ زنا کار ہے اور کوئی عورت جب عطر لگا کر مردوں کی مجلس کے قریب سے گزرے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی زنا کار ہے۔

تشریح:

اس حدیث میں اول تو قاعدہ کلیہ بیان فرمایا کہ بدنظری کرنے والی ہر آنکھ زنا کار ہے یہ حکم مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے جو مرد نامحرم عورتوں کو دیکھے یا جو عورت نامحرم مردوں کو دیکھے ایسے مرد اور عورت کی آنکھ زنا کار ہے۔ اگر چہ یہ اصل زنا نہیں ہے۔ لیکن زنا کے اسباب کو بھی اللہ کے رسول ﷺ نے زنا فرمایا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا بات کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چل کر جانا ہے۔ اور دل کا زنا بدکاری وخواہشات کی تمنا کرنا ہے اور شرمگاہ اس کی امید کو جھٹلا دیتی ہے یا سچا کر دیتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نامحرم مرد اور عورت کا ایک دوسرے پر نظر ڈالنا بھی زنا ہے اور بدنیتی کے ساتھ یا صرف لذت کے لئے نامحرم مرد عورت کا آپس میں بات کرنا اور سننا بھی زنا ہے۔ کسی نامحرم مرد یا عورت کی طرف بری نیت سے چل کر جانا یا ہاتھ سے چھونا یہ سب زنا میں داخل ہے اور زنا جس کو حقیقی زنا کہا جاتا ہے وہ ہے دونوں شرمگاہوں کا مل جانا۔

اس حدیث شریف میں آنکھوں کا زنا بیان فرما کر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت خوشبو لگا کر مردوں کی مجلس کے پاس سے گزرے اس کا یہ عمل بھی زنا ہے۔ جاننا چاہئے کہ کسی مرد وعورت میں جب زنا کاری کے تعلقات

ہوتے ہیں تو فوری طور پر نہیں ہو جاتے بلکہ اصل زنا سے پہلے بہت سے ایسے کام کئے جاتے ہیں جوان دونوں کو آپس میں قریب سے قریب تر کرتے جاتے ہیں، اسی وجہ سے شریعت مطہرہ نے زنا کے دواعی اور محرکات واسباب کو بھی زنا قرار دیا ہے اس لئے عورت کو ہر طرح کے غیر مردوں سے بچ کر رہنا لازم اور ضروری ہے۔ یہاں تک کہ ایسا موقع بھی آنے نہ دے کہ کوئی غیر مرد اس کی خوشبو بھی پا سکے۔

بچوں کے لئے والدہ کی اہمیت

کسی بھی بچے سے پوچھ کر دیکھا جائے، اس کی پہلی ضرورت اس کی ماں ہے۔ بچے سکول سے یا باہر سے گھر آئیں تو ان کا سب سے پہلا سوال یہی ہوتا ہے کہ امی کہاں ہیں؟ اور اگر امی ہی گھر میں نہ ہو تو بچوں کے موڈ بگڑ جاتے ہیں، خوامخواہ ضد کرنے لگتے ہیں، گھر کا ساز و سامان توڑنے لگتے ہیں۔ دراصل وہ ماں کی موجودگی سے ایک غیر معمولی فرحت وانبساط محسوس کرتے ہیں اور بصورت دیگر ان کے دل بجھ کر رہ جاتے ہیں۔

ماں کے گھر سے باہر نکلنے سے پیدا ہونے والے مسائل

ماں کام کے لئے دفتر، فیکٹری، کارخانہ وغیرہ جاتی ہے۔ باپ تو پہلے ہی گھر میں نہیں ہے، کیا گھر میں تالا لگا کر جائے، یا بچوں کو اکیلا چھوڑے یا کوئی آیا وغیرہ رکھے؟ گھر سے باہر نکلتے وقت سو بار عورتوں کو سوچنا پڑتا ہے۔ اگر تالا لگاتی ہے تو پھر بچے سکول سے آکر کیا کریں گے؟ یا بچے گھر میں موجود ہیں تو ان کو اکیلا چھوڑ کر باہر سے تالا کیسے لگایا جائے؟ کیا کسی ملازمہ کا بندوبست کیا جائے؟ اس ملازمہ کو بھی تو آخر تنخواہ دینی پڑے گی، تو پھر اپنی کمائی سے کیا فائدہ ہوا؟ حاصل جمع کیا بنا؟ مگر ماں کی غیر موجودگی سے بچوں کے دل ودماغ، ان کی نفسیات اور ان کے عادت واخلاق پر جو اثر پڑا ان کی

تلافی کیسے ہوسکتی ہے؟ اگر وہ ملازمہ جاہل اور گالی گلوچ کی عادی ہے تو بچوں کو خواہ مخواہ ڈانٹے گی ۔ ان کو جنوں بھوتوں سے ڈرائے گی ۔ گالی گلوچ کرے گی ، اس طرح بچوں کے اخلاق کے بگاڑ کا باعث بنے گی اور اگر وہ شریف وقابل ہے تو پھر اس کو زیادہ تنخواہ چاہئے ۔ اس کو تنخواہ دینے کے بعد آخر گھر سے باہر نکلنے والی عورت کے پلے کیا پڑا؟ بچوں کا مستقبل کتنا برباد ہوا؟ اس پہلو سے جتنا بھی سوچا جائے تو عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے بے شمار نقصانات نظر آتے ہیں ۔ انسان حاصل کم کرتا ہے مگر نقصان زیادہ ہے ۔ اس کے مقابلے میں عورت گھر میں ہی رہے ، میاں کی آمدن کو ہی کفایت شعاری سے استعمال کرے ، اگر پھر بھی آمدنی کم پڑے گھر میں سلائی وغیرہ کر کے کمی پوری کر لے مگر باہر نہ جائے ، باہر جانے کی شکل میں اس کے اپنے لعل و جواہر اور اس کے اپنے جگر کے ٹکڑے جو حسن تربیت ملنے سے دین و دنیا میں سرخرو کرنے کے ضامن ہیں ، اس کی عدم توجہ سے وہی گالی گلوچ کرنے والے ، بداخلاق ، بدتمیز ، تعلیم بیزار ، تشدد اور مار دھاڑ کے عادی ، چور اچکے بن جائیں گے ، اللہ و رسول ﷺ سے دور اور دین بیزار بن جائیں تو پھر عورت کو چند ٹکے حاصل کر کے کتنے نفلوں کا ثواب ملے گا؟ اپنی اصل دولت (اولاد) تو بگڑ گئی اور دنیا و آخرت میں بے سکونی و رسوائی کا سبب بن گئی ۔

عربی عورت

عربی عورت نے مرد کا ہر میدان میں ساتھ دیا چاہے عقیدہ کا میدان ہو یا ملک کا ، وہ مرد کے ساتھ تعلیم کے میدان میں چلی اس نے خوب محنت و کوشش کی تا کہ علم حاصل کرے اسکی پہچان کرے اور اس حکمت کے ذریعے کامیابی حاصل کرے جو علم والوں کو بلند درجات عطا کرتی ہے ۔ لہذا اس نے علم حاصل کیا اور خوب کیا ۔ حتی کہ بے شمار مردوں سے آگے بڑھ گئی ۔ اس نے اپنے علم میں

ایمان، دعوت، ہجرت اور جہاد میں انتہائی محنت کی اور مرجع خلائق اور بے شمار ائمہ و رہنماؤں کے لئے حجت بن گئی۔

عام مسلمان عورت

اب مسلمان عورت مرد کے ساتھ اتقان اور مختلف علوم اور فنون کی مہارت میں شریک ہے جس میں، تفسیر، حدیث فقہ، فتوی اور فتوے میں اجتہاد، ادب، شعور، خطابت، کتابت، طب کے علوم، سیاست، روایت اور تاریخ وتدریس سبھی شامل ہیں ان سب سے وہ اسلامی مملکت کی تعمیر وترقی میں حصہ دار بن گئی اور ایک نیا جہاں اور انسانیت کے لئے نیا تمدن قائم کر دیا۔

ا:......اللہ کے حکم سے پڑھنے کی دعوت:

شریعت اسلامیہ میں تعلیم وتعلم کی عظیم شان ہے کیونکہ اسلام کا قافلہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے شروع ہوا جو قرآن کریم کی اولین اولین آیات میں سے ہے جسمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا:

اقرأباسم ربک الذی خلق ، خلق الانسان من علق ،اقرأ وربک الا کرم الذی علم بالقلم ،علم الانسان مالم یعلم .

ترجمہ:۔ "پڑھ اپنے اس رب کے نام سے، جس نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے پڑھ اور تیرا رب نہایت کرم والا ہے جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعے اور انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا"۔ (سورۃ العلق)

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

نٓ والقلم ومایسطرون

ترجمہ:۔ "قسم ہے قلم اور اس سے لکھے جانے کی"۔ (القلم آیت نمبر ا)

۲:......علم حاصل کرنا سب کا حق اور سب پر واجب ہے۔

دوسرا باب

خواتین اور مخلوط تعلیم

عورتوں کیلئے دینی تعلیم کا انتظام

عورتوں کی تعلیم کیسی ہونی چاہئے اور کہاں ہونی چاہئے؟ اس کی صورت اور کیفیت کیسی ہونی چاہئے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق صاف فرمادیا ہے:

و اذ کر ن ما یتلی فی بیو تکنّ من آ یا ت اللہ و الحکمۃ .

(سورۃ الاحزاب آیات ۳۴، پارہ ۲۲)

ترجمہ: اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہے تمہارے گھروں میں اللہ کی باتیں اور عقلمندی کی باتیں۔

چونکہ خواتین سے متعلق احکامات، عفت، پردہ وغیرہ قدرے تفصیل سے مذکور ہیں اس لئے آں حضرت ﷺ نے سورۃ نور کی تعلیم کی خصوصی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ "علموا نسا ئکم سو ر ۃ النو ر" عورتوں کو سورت نور کی تعلیم "اب کتاب وسنت میں بیان فرمودہ خدا اور رسولؐ کی پاکیزہ تعلیمات سے مسلم بچیوں کو محروم کر کے، کالجوں، یونیورسٹیوں وغیرہ میں پڑھنے کیلئے بھیجنا۔ نامعلوم کونسی غیرت وحمیت اور عظمت وترقی ہے؟ ایسا کرنا مسلم بچیوں کے ساتھ یقیناً ظلم و زیادتی ہے اور ان کے دین وایمان اور شرم وحیاء کو برباد کرنے کی ایک عظیم سازش ہے۔ اگر دنیوی علوم وفنون اور معلومات عامہ کیلئے ایسا کیا جاتا ہے تو عورت ذات کا ان سے بے خبر ہونا ہی حق تعالیٰ کے نزدیک اس کی خوبی ہے۔ جس پر "الغافلات المؤ منا ت" (سورہ نور پ ۱۸) کی نص صریح موجود ہے اس کے مقابلہ

میں آج کے اس جنون ترقی پر ایک نظر ڈالیئے کہ نوجوان بچیوں کو اس دنیوی تعلیم وادب کی تربیت کیلئے اندرون ملک تو کیا بیرون ملک یورپ وامریکہ اوفرانس و برطانیہ تک کی یونیورسٹیوں کے چکر لگوائے جاتے ہیں۔ خداوند کریم ہی ہدایت و غیرت کی نعمت عطا فرمائے۔

مخلوط تعلیم کے نقصان

حقیقت یہ ہے کہ ان جدید تعلیم یافتہ ماڈرن قسم کی لڑکیوں کی مخلوط تعلیم کی صورت میں بے پردگی ''نمائش'' فضول خرچی وغیرہ ان کی طبیعت بن جاتی ہے اور یہ کیوں نہ ہوگا جو بچی بچپن سے لے کر بیس پچیس سال کی عمر تک آزادی اور آوارگی کی زندگی گزارے، اب خود اندازہ لگائیے کہ وہ حجاب سے متعلقہ اسلامی احکامات کیونکر قبول کر سکتی ہے؟ جب نوجوان لڑکیوں کا اپنے جیسے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ اختلاط ہوگا تو کیا اس صورت میں جانبین کے جذبات میں جوش و ہیجان پیدا نہیں ہوگا؟ جبکہ فطری طور پر بھی مرد اور عورت میں ایک دوسرے کی طرف کشش کا مادہ طبعاً موجود ہے۔

چنانچہ مخلوط تعلیم کے حوالے سے یہ کہنے پر ہم مجبور ہیں کہ آج کل عموماً دوران تعلیم ہی اکثر طلبہ وطالبات کے مابین عشق ووفاء کے عہدو پیمان اور پریم کہانیاں شروع ہو جاتی ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ سب کچھ کر گزرتے ہیں جس کا تصور شادی بیاہ کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔ ناجائز تعلقات اور حرامکاری کا یہ غلیظ دھندہ اپنی روز افزوں ترقی کے باعث اب اس قدر عام ہونے لگا ہے کہ اس کے بھیانک انجام کو سوچتے ہوئے دل ودماغ ماؤف ہونے لگتے ہیں کہ خدایا۔۔۔۔ بعد چندے نامعلوم کیا کچھ سامنے آنے والا ہے۔

کتنے معزز گھرانوں کی نیک سیرت و نیک صورت بچیاں اس مخلوط تعلیم ہی کی وجہ سے بدنام زمانہ ہوئیں۔ مگر ان جدید تعلیم و تہذیب کے مقابلہ میں وہ لڑکیاں جو قرآن کریم اور دینی مسائل کی چند ابتدائی کتابیں مثلاً تعلیم الاسلام، بہشتی زیور، بزرگان دین کے رسائل وغیرہ پڑھتی ہیں ان میں عموماً شرم و حیا اور عزت و عفت کا جوہر موجود ہوتا ہے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ شریف الطبع انسان ہمیشہ ایسی ہی نیک بخت اور سادہ طبیعت والی لڑکی کو ازدواجی رشتہ کیلئے زیادہ پسند کرتا ہے۔

اس لئے حقیقت تو یہ ہے کہ اکثر و بیشتر انگریزی اور جدید تعلیم و تہذیب ہی شادی بیاہ کے سلسلہ میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ اگر ان تمام مندرجہ بالا بدیہیات و حقائق پر یقین نہ آئے تو شہروں اور دیہاتوں کا سروے کر کے دیکھ لیا جائے کہ انگریزی خواندہ لڑکیاں بغیر نکاح کے گھر میں بیٹھی ہیں یا دینی تعلیم یافتہ لڑکیاں گھر میں بغیر نکاح کے بیٹھی ہیں؟ اس کی حقیقت سب کے سامنے کھلی ہوئی ہے۔

بعض مسلم نما دانشورں کا اجتہاد

آزادیٔ نسواں کے بے جا مطالبات کی تائید میں بعض مسلم نما ''دانشور'' اپنی جہالت کی وجہ سے بغیر تحقیق کے اجتہاد کی ہانک لگاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اب چونکہ زمانہ بدل گیا ہے اسلیۓ ان ''مسائل'' میں نئے سرے سے اجتہاد کر کے انہیں موجودہ ''ترقی یافتہ'' قوانین سے آراستہ کرنا ضروری ہے۔ حالانکہ ایسے لوگ اجتہاد کی الف سے بھی واقف نہیں ہیں۔ کیونکہ اجتہاد اصلاً ان مسائل میں کیا جاتا ہے جن کے تذکرہ سے قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ خاموش ہوں۔ جو احکام قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے ثابت ہوں، ان پر تو ہر حال میں عمل کرنا

واجب ہے۔ نیز یہ کہ قرآن اور حدیث کی تصریحات (نصوص) کے خلاف کوئی اجتہاد نہیں کیا جا سکتا۔

چادر اور چار دیواری کے اندر دینی تعلیم کا انتظام

اس کے باوجود کیا کہا جا سکتا ہے جبکہ خواتین کیلئے تعلیم کی نوعیت متعین ہوگئی کہ فقط قرآن وحدیث کی تعلیم ہی سے انہیں روشناس کرایا جائے۔ اب سوال یہ رہا کہ خواتین کے لئے تعلیم گاہ کہاں ہو؟ گھروں کی پاکیزہ و باپردہ فضا میں یا اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں وغیرہ کے آوارہ مزاج و ماحول میں؟ چنانچہ "وقرن فی بیوتکن" کہہ کر بتلا دیا گیا کہ خواتین دینی تعلیم گھر کی چار دیواری کے اندر رہ کر حاصل کریں تاکہ ستر وحجاب کے باعث، شرم وحیا اور عزت وعفت محفوظ رہے۔

اس کے متعلق صحیح بات یہی ہے کہ خواتین اپنے گھر میں رہتے ہوئے محرم مردوں مثلاً والد، دادا، چچا، تایا، نانا، بھائی، ماموں، وغیرہ اور اسی طرح پختہ علم رکھنے والی عورتوں سے علم دین حاصل کریں۔ البتہ اگر بدقسمتی سے پورے گھرانے میں کوئی ایک بھی متقی وپرہیز گار عالم دین موجودہ نہ ہو، اور نہ ہی کوئی متقی وپرہیز گار عالمہ فاضلہ عورت ہو تو اس صورت میں دینی مسائل کی تحقیق کیلئے اھل حق علماء کے پاس اپنے کسی محرم کے ساتھ باپردہ جانا درست ہے۔ جیسا کہ تحقیق مسائل کیلئے بہت سے مواقع پر حضرات صحابہ کرامؓ کی عورتوں کا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا ثابت ہے۔ یہاں تک کہ عورتوں کی تعلیم وتربیت کیلئے ان کی درخواست پر آنحضرت ﷺ نے ہفتہ میں ایک دن بھی ان کیلئے مقرر فرما دیا تھا۔
(صحیح بخاری)

اب خوب غور فرمائیں کہ جو نام نہاد تعلیم پردہ اور چار دیواری ختم کرنے

کے بغیر حاصل ہی نہیں ہوسکتی اور جس کی بنیاد ہی پردہ شکنی کے اصول پر ہے، اس کا حصول کسی مسلمان لڑکی کیلئے کہاں تک جائز ہو سکتا ہے؟ بلکہ لڑکیوں کے حق میں اسے تعلیم کہنا ہی دھوکہ اور فریب ہے کہ تخریب اخلاق و کردار کو تعلیم کا نام دیا جائے۔

حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی

اب ہے شمع انجمن پہلے چراغ خانہ تھی

علم حاصل کرنا

شریعت اسلامیہ میں علم کو صرف حق ہی نہیں سمجھا گیا بلکہ اسے واجب کہا گیا ہے۔ اس لئے شریعت اسلامیہ نے علم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کئی ارشادات ہوئے۔

(۱) فرمایا "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت کا فریضہ ہے"

(۲) آپ ﷺ نے مزید فرمایا۔ "علم حاصل کرنا اللہ کے نزدیک نماز، روزہ، حج اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ افضل ہے لوگ اپنے پڑوسیوں سے علم حاصل کریں اور پڑوسی اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں ورنہ اللہ کی سزا جلد انہیں پکڑ ے گی۔ اور میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں"

(۳) مجھے متعنت نہیں بلکہ معلم اور بشارت دینے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(۴) جو شخص دنیا کا علم حاصل کرنا چاہے وہ علم حاصل کرے اور جو دونوں کو حاصل کرنا چاہے وہ بھی علم حاصل کرے۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جگہوں پر افراد بھیجے جو لوگوں کو تعلیم دیں۔ ہم اسکی کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں:

(۱) مدینہ میں اسلام کے طلوع کے بعد آپ ﷺ حضرت مصعب بن عمیر اور

عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ وہ لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔

(۲) غزوہ بدر میں جو لوگ قیدی بن کر آئے انہیں انصاری بچوں کو تعلیم دینے پہ لگا دیا گیا اور ان کا فدیہ یہی رکھا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھائیں۔

(۳) اسی طرح آپ ﷺ نے عامر بن مالک کے کہنے پر ستر نوجواں تعلیم دینے کے لئے بھیجے یہاں بئیر معونہ کا واقعہ مشہور ہے کہ ان لوگوں نے ان ستر افراد کو راستے میں دشمنی کے باعث دھوکے سے قتل کر دیا۔

(۴) عامر شعبیؒ سے مروی ہے بدر کے قیدیوں کا فدیہ چالیس اوقیہ چاندی فی قیدی تھا اور جس کے پاس یہ نہ تھا وہ دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھاتا اور عامر خود ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے زید بن حارثہؓ کو لکھنا پڑھنا سکھایا۔

علم اور عقیدہ صحیحہ

عالم وجود اور محبت کے وہ رشتے جن کے ذریعے قرآن مومن کو مضبوط کرتا ہے ان کی معرفت، نفس انسانی اور عقل میں عقیدے کی بنیاد ہے قرآن کریم کی کئی آیات میں اس کو بیان کیا گیا ہے:

ومن ثمرات النخیل والا عناب تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا، ان فی ذلک لأ یۃ لقوم یعقلون.

''اور کھجور کے پھل اور انگور کے پھل جن سے تم بناتے ہو نشہ اور اچھا رزق ان سب میں عقل رکھنے والے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں''۔

(النحل آیت نمبر ۶۷)

الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فا خر جنابہ ثمرات مختلفا الو انہا ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانہا

وغرابیب سود

ترجمہ: ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا اور ہم نے نکالے ان سے مختلف رنگوں کے پھل اور پہاڑوں میں سفید او سرخ رنگوں کے قطعات ہیں اور کالے سیاہ ہیں''۔ (فاطر آیت نمبر ۲۷)

واللہ انزل من السماء ماء فاحیا بہ الا رض بعد موتھا ان فی ذلک لا یۃ لقوم یسمعون.

ترجمہ:۔ اور اللہ نے نازل کیا آسمان سے پانی اور اس سے زمین کو اسکی موت (خشک اور بنجر ہونے) کے بعد زندہ کیا۔ بیشک ان سب میں نشانیاں ہیں سننے والے لوگوں کے لئے''۔

(النحل آیت نمبر ۶۵)

ومن الناس والدوآب والا نعام مختلف الوانہ کذلک انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ان اللہ عزیز غفور.

ترجمہ: اور لوگوں کے، چوپایوں اور دوسرے جانورں کے اسی طرح مختلف رنگ ہیں اور اللہ تعالی سے اس کے بندوں میں علماء ہی ڈرتے ہیں''

(فاطر آیت نمبر ۲۸)

یہاں ان سب سے علم مراد ہے کیونکہ علم انسان کو غور و فکر اور سمجھ کی دعوت دیتا ہے تا کہ اللہ تعالی کے کرشمۂ قدرت اور کارخانۂ قدرت سے آگاہی حاصل کی جائے اور اسکی نشانیاں بدلتی یا متغیر نہیں ہوتیں' یہ اللہ کی کارسازی ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے۔

تعلیم گاہیں

اگر ہم ان جگہوں کا جائزہ لیں جہاں عہد نبوی ﷺ اور خلافت راشدہؓ میں تعلیم انجام پاتی تھی تو وہ جگہیں مساجد اور مکاتیب (مدرسے) اور بعض خاص

اور عام جگہیں عرب کے ہاں تھیں۔ تو اصل جگہیں یہی مساجد ہیں مکہ میں مسجد حرام مدینہ میں مسجد نبوی، مسجد قباء میں اور اسی طرح تمام مساجد، علماء اور طلبہ سب انہی میں بیٹھ کر درس دیتے اور پڑھتے اور علم کا مذاکرہ کرتے اور آج تک یہی معمول چلا آرہا ہے۔

خواتین بھی تعلیم حاصل کرتی تھیں اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کرتیں علم اور تعلیم حاصل کرتیں جب عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو وہ مسجد میں آنے لگیں جہاں وہ علم حاصل کرتیں، نماز پڑھتیں اور درس سنتیں'' انکے رش کی بناء پر آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے مسجد نبوی ﷺ کا ایک دروازہ مختص فرمادیا جس سے وہ آمد ورفت رکھا کرتی تھیں۔ اس دروازے کو ''باب النساء'' کا نام دیا گیا۔ آج بھی جو شخص مسجد نبوی جاتا ہے وہ یہ دروازہ مسجد میں پاتا ہے'' (اللہ تعالی ہم سب کو وہاں لے جائے آمین)

مسلمان طالبہ

مسلمان طالبہ اور عالمہ کی عصر نبوی میں یہ زندہ مثالیں ہیں اور بے شمار میں سے چند ہیں۔ اسی لئے ائمہ اجتھاد نے لڑکی کے لئے تعلیم کو واجب قرار دیا ہے جس طرح لڑکے کے لئے علم کی تحصیل واجب ہے۔ اور جس طرح خود لڑکی کے لئے علم حاصل کرنا واجب ہے۔ اسی طرح اس کے سرپرستوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ لڑکی کو اچھی تعلیم دلائیں اور تعلیم کے مکتب میں بھی لے جائیں چاہے وہ دور ہو یا قریب ہو۔

علامہ ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے عورتوں پر بھی باہر نکلنا ضروری ہے۔ اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے

لئے جیسا کہ یہ مردوں پر واجب ہے۔عورت کے لئے اتنا علم (فقہ) سیکھنا واجب ہے جو اس کے لئے خاص ہے جیسا کہ مردوں کے لئے واجب ہے۔

مسلمان عورت اور اسکے طریق کے بارے میں ہمیں بے شمار احکام اسلام کے ذریعہ پہنچے ہیں اور انہیں تمام مسلمان اختلاف اقوال ومذاہب کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

مخلوط ثقافت

مخلوط ثقافت جو مغرب کے نعرہ ''آزادی نسواں'' اور ''حقوق نسواں'' کی اصل جان ہے، اسلامی نظریہ کے بالکل برعکس ہے۔ جب عورتیں کمانے کی خاطر گھروں سے باہر نکل آتی ہیں، تو پھر مردوں کے ساتھ کام کرنے کے لئے انہیں آہستہ آہستہ شرم وحیاء کو بھی جواب دینا پڑتا ہے۔ برقعہ، چادر اترتی ہے پھر سر ننگے ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ گلے اور آستینیں عریاں ہونے لگتی ہیں پھر کپڑے، زیور، میک اپ، فیشن اور آرائش وزیبائش کی ایک دوڑ شروع ہو جاتی ہے اور عورتیں اپنی کمائی کا بیشتر حصہ اپنے ہی کپڑے زیور اور میک اپ وغیرہ پر پھونک ڈالتی ہیں۔ دوسری طرف اس سے معاشرہ میں بے حیائی اور عریانی کا سیلاب شروع ہو جاتا ہے، ہوسناک نگاہیں تعاقب کرتی ہیں، چھیڑ خانی شروع ہوتی ہے۔ پھر عورتیں شکایت کرتی ہیں کہ مرد ہمیں چھیڑتے ہیں، جب آپ خود ہی دعوت نظارہ دے رہی ہیں تو الزام مردوں پر کیوں؟ کچھ نگاہ اپنے طرز عمل پر بھی تو ڈالنی چاہئے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

ایسی ہی خواتین کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ما ترکت من بعدی فتنة اضرّ علی الرجال من النساء
(بخاری، کتاب النکاح)

''میں نے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ مردوں کے لئے ضرر رساں نہیں چھوڑا۔''

آپ ﷺ کا ایک اور فرمان ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے:

''عورت پردہ کی چیز ہے۔ جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاک جھانک کرتا رہتا ہے۔''

چہ دفتر، دکان، کارخانہ میں غیر مردوں کے ساتھ کام کرنا، ان کا سیکرٹری بننا، ان کی خدمت کرنا، کیا اسی کا نام ترقی ہے؟ کیا یہی دور جدید کا تقاضا ہے کہ گھر میں اپنے شوہر اور اپنے بچوں کے کام نہ کرو؟ گھر کی چاردیواری میں رہنا تو قید کے برابر ہے، یہ تو رجعت پسندی ہے، یہ تو پرانا طریقہ ہے۔۔۔ لیکن اگر وہی عورت ہوائی جہاز میں ایئر ہوسٹس بن کر چار سو آدمیوں کو کھانا کھلائے، ان کے سامنے ٹرے سجا کر لے جائے اور ان چار سو ہوسناک نگاہوں کا نشانہ بنے یا ہوٹل میں ویٹرس بن کر ہر ایک کی خدمت کرے، کسی کی سیکرٹری بن جائے کہیں ٹیلیفون آپریٹر ہو جائے، سٹینو گرافر بن جائے، کال گرل بنے، گلوکارہ یا فلمسٹار بن کر سامعین اور حاضرین کے دل لبھائے، ماڈل گرل بن کر جسم کی نمائش کرے تو یہ سب آزادی اور ترقی ہے مگر گھر میں شوہر، بچوں، والدین کے لئے کام کرے تو یہ رجعت پسندی ہے۔ خوب کہا کسی نے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آج کی مادہ پرستانہ تہذیب نے پیسے کو ہی سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔ تنخواہ اور

مساوات کے لالچ میں عورت نے جو وقت گھر سے باہر خرچ کیا، اس میں کوئی خیرو برکت نہیں، اس میں کوئی راحت وتسکین نہیں۔ اس کے مقابلے میں وہ وقت جو ایک مومن عورت اپنے گھر میں اپنے شوہر اور بچوں پر خرچ کرتی ہے، وہ اس کی زندگی کا حاصل اور اس کے لئے سچی راحت، خوشی اور سکون کا باعث ہے۔ اس کے بعد اصل معاوضہ واجر اللہ کے ہاں ملے گا (تاہم اگر کوئی عورت کسی واقعی مجبوری کے تحت پردہ وحجاب کی حدود کو ملحوظ رکھ کر کام کرے تو اسلام اس پر کوئی قدغن عائد نہیں کرتا ہے بلکہ ایسی عورت بھی اللہ کے ہاں اجر کی مستحق ہے)

تیسرا باب

مسلمان عورت سے دین کے تقاضے

آج تہذیب جدید نے کچھ ایسا فریب دے دیا ہے کہ ''گھر کی نصف آبادی بے کار پڑی ہے، اس کو ملک کی خدمت کے لئے باہر نکالو،، اور مسلمان عورت اس فریب کا شکار ہوگئی ہے۔ جب اللہ ہم سے یہی تقاضا کرتا ہے کہ تمہارے ذمے دنیا کے کسی فرد کی خدمت واجب نہیں، نہ تمہارے کندھوں پر کسی ذمہ داری کا بوجھ ہے، تم ہر بوجھ اور ذمہ داری سے آزاد ہو۔ لیکن صرف ایک بات ہے کہ اپنے گھروں میں قرار سے رہو، اپنے شوہر کی اطاعت کرو، اپنے بچوں کی تربیت کرو، یہی تمہارا فریضہ ہے، اس کے ذریعے سے تم قوم کی تعمیر کر رہی ہو، ملکی ترقی، مسلمانوں کی ترقی، مستقبل کی تعمیر میں اپنا پورا حصہ ڈال رہی ہو ـــــ آخرت میں اس کا پورا پورا اجر وصول کروگی۔ یہ جو عزت کا مقام ہمیں اللہ دے رہا ہے ـــــ دنیا کا سکون اور آخرت کا اجر، کیا یہ بہتر ہے یا وہ ذلت کا مقام جو گھر سے باہر نکل کر عورت کو سہنا پڑتا ہے؟

پھر جب خواتین دوہرے بوجھ اٹھاتی ہیں، اپنے فطری وظائف بھی ادا کرتی ہیں اور کسب معاش میں بھی حصہ ڈالتی ہیں۔ تو کیا اس طرح وہ اپنے گھر میں عزت کا مقام پالیتی ہیں؟ تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ دوگنا کام کرنے کے باوجود شوہر کبھی عورت کا شکر گزار نہیں ہوتا، اس کی فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ عورت پر غلبہ وکنٹرول رکھے۔ بسا اوقات مرد حضرات یہ دیکھ کر کہ اب ان کی بیویاں کما رہی ہیں،

خودکسب معاش میں ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ سارا دن گھر میں پڑے اینڈتے رہتے ہیں اور تھکی ماندی عورت کے اوپر حکم چلاتے رہتے ہیں۔

آخر اکیلی عورت ہی قوم کی تعمیر کی ذمہ دار کیوں؟ کیوں عورت مردوں کے مقابلے پر آنے کے لئے اپنی جان ہلکان کر رہی ہے؟ لاکھ کمائی کرے مگر وہ مرد نہیں بن سکتی، رہے گی عورت ہی البتہ اس کی کمائی کے بل بوتے پر اس کا شوہر گل چھرے ضرور اڑاتا ہے اور ساتھ اسے ذہنی دباؤ میں بھی مبتلا رکھتا ہے۔ مساوات کا نعرہ ہے ہی غیر فطری اور غیر طبعی۔ آخر مساوات مرد وزن کا نعرہ لگا کر عورت کو مرد بننے پر کیوں مجبور کیا جا رہا ہے؟ کبھی کسی مرد نے عورت بننے کی کوشش کی ہے اگر یہ مساوات فطری ہے تو پھر لازما مردوں کو بھی عورتوں کے برابر آنیکے لئے مظاہرے اور جلسے جلوس کرنے چاہئیں تھے۔ عورتوں کو سوچنا چاہئے کہ ان کی نسائیت کو اس نعرے سے کتنا شدید نقصان پہنچا ہے۔ اللہ ورسول ﷺ نے تو عورت کو صنف نازک قرار دے کر اس کو دلجوئی کرنے کا حکم دیا تھا، یہاں عورتیں خود ہی اپنی نزاکت کو لات مار کر مرد بننا چاہتی ہیں۔ اس سے وہ مرد تو نہ بن سکیں، لیکن مردوں کی نسبت دوہرے کام پر مجبور ہو گئیں۔

میں بلبل نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو داتا دے

اسلامی اور مغربی نظریہ کا تقابلی جائزہ

اہل مغرب مرد وزن میں جس مساوات کے قائل ہیں، اس کا سیدھا سادھا، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کو یکساں صلاحیتیں اور قوتیں دی ہیں۔ جو کچھ مرد کرسکتا ہے بعینہ وہ سب کچھ عورت بھی کرسکتی ہے۔

لہٰذا معاشرہ میں دونوں کا دائرہ کار بھی یکساں ہونا چاہئے اور حقوق و فرائض بھی یکساں ہونے چاہئیں۔ اس کے برعکس اسلام کے نزدیک دونوں کی صلاحیتیں الگ الگ ہیں۔ لہٰذا دونوں کا دائرۂ کار بھی الگ الگ ہے ہر جنس کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق تمدنی ذمہ داریاں دی گئی ہیں۔ پھر دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی پر اللہ کے ہاں یکساں قدر، قیمت اور اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔

الگ صلاحیتیں، الگ دائرۂ کار

اسلام مرد اور عورت دونوں کی فطری اور جسمانی صلاحیتوں کے لحاظ سے معاشرے میں ان کو الگ الگ ایسا دائرہ کار مہیا کرتا ہے، جس میں کام کر کے وہ بہترین طریقے پر معاشرے کو فائدہ پہنچا سکیں اور تعمیر تمدن میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ اس کے برعکس مرد و عورت دونوں کو مغربی نظریہ مساوات یکساں صلاحیتوں والا قرار دے کر دونوں کو ایک ہی حیثیت سے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عورت اپنی فطری صلاحیتوں کے برعکس دوسرے مقام پر استعمال کی جاتی ہے تو اس کا اپنا تشخص اور صحت بھی برباد ہوتی ہے اور معاشرہ بھی اس کے خراب نتائج سے نہیں بچ سکتا۔

ایک اٹل حقیقت:

یہ ایک حقیقت ہے کہ مرد بارآور تو کر سکتا ہے مگر وہ حمل، زچگی اور رضاعت کی ذمہ داریاں نہیں ادا کر سکتا، نہ ہی وہ بچوں کی پرورش اور گھر گرہستی کی الجھنوں کو سلجھانے کا کام کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس عورت بارآور تو نہیں کر سکتی مگر وہ ذریعۂ تخلیق ضرور ہے۔ پھر وہ گھر سنبھالنے کے لئے تو خداداد قابلیت رکھتی ہے، مردوں کی طرح میدان جنگ کے معرکے سر نہیں کر سکتی اور سڑکیں اور پل نہیں

بنا سکتی۔ یہ دونوں کے درمیان ان کی صلاحیتوں کی بنا پر فطری وقدرتی تقسیم ہے۔ اگر مرد کے لئے حاملہ نہ ہوسکنا، گھر کے معاملات کو سلجھا نہ سکنا، بچوں کی پرورش نہ کر سکنا، کوئی عیب نہیں ہے تو پھر عورت کے لئے مردانہ کام کیوں اور کس اصول کے تحت ضروری قرار دیئے جائیں؟ اگر عورت فطری حدبندیوں کو توڑ کر مرد کے دائرہ کار میں گھسنے کی کوشش کرے گی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی اپنی بقائے نسل اور خاندانی نظام کے تحفظ کی صلاحیتیں تو برباد ہوں گی ہی مگر مردوں کے کام بھی وہ اچھی طرح نہ کر سکے گی اور لازمی نتیجہ پوری معاشرتی زندگی کے بگاڑ کی شکل میں نمودار ہوگا۔

عورت کی ذمہ داریوں کا احترام

پھر اسلام تو عورت کی ذمہ داریوں کو بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اس کی نگاہ میں گھر کے ادارے انسان سازی کے ادارے ہیں جہاں اگلی نسلوں کی تعمیر ہو رہی ہے۔ یہ کام تمام بیرونی کاموں کے مقابلے میں اہم اور ضروری ہے۔ لہٰذا عورت بحیثیت ماں اتنی قدر کی مستحق ہے کہ جنت اسی کے قدموں تلے رکھ دی گئی ہے اور مرد کے مقابلے میں اس کو تین گنا زیادہ مقام دیا گیا ہے۔ بحیثیت بیٹی وہ اللہ کی رحمت ہے، ہر بوڑھی خاتون سب کی ماں ہے اور بیوی کو وہ مقام حاصل ہے کہ دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی کو قرار دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس مغربی نظریہ کے مطابق عورت کے لئے ماں یا بیوی بننا باعث حقارت ہے۔ اس کی عزت اس میں ہے کہ وہ باہر نکل کر فیکٹریوں، کارخانوں، اداروں وغیرہ میں کام کرے، سڑکیں کوٹے، پل بنائے، کال گرل بنے۔ اب فیصلہ ہو جانا چاہئے کہ عورت کا وہ استعمال مناسب اور تعمیری ہے جو مغرب میں ہو رہا ہے یا وہ فرائض، قدرومنزلت اور اہم مقام جو اسے اسلام دے رہا ہے؟

چوتھا باب

اسلام اور نظریۂ مساوات

اسلام اس نظریہ مساوات کا بہت سخت مخالف ہے جہاں دونوں اصناف کا ایک ہی میدان کار ہو۔ ہر دفتر، کارخانہ، کھیت، بازار، تعلیم گاہ، ہسپتال ہوائی جہاز، پارلیمنٹ ہاؤس ہیں ہر جگہ شانہ بشانہ دونوں مصروف عمل ہوں اور ان میں محرم غیر محرم کا کوئی امتیاز نہ ہو۔ ایسی مخلوط سوسائٹی میں تو بے حیائی، فحاشی، عریانی کا وہ خوفناک طوفان اٹھتا ہے جسے اسلام کسی قیمت پر گوارا نہیں کرتا، اسلام کو تو یہ بھی گوارا نہیں کہ عورتیں مردوں کا سا لباس پہنیں یا رفتار و گفتار میں ان جیسا بننے کی کوشش کریں۔ اللہ نے جس کو جو کچھ بنا دیا ہے وہ اس پر مطمئن اور قانع رہے، اپنی ذمہ داریاں ادا کرتا رہے تو وہ اس کا پورا پورا اجر و معاوضہ اللہ سے وصول پائے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

ولا تتمنّو ا ما فضّل اللہ بہ بعضکم علی بعض للرّ جا ل نصیب مما اکتسبوا و للنسا ء نصیب مما اکتسبن واسئلو ا اللہ من فضلہ ان اللہ کان بکل شئی علیما . (النسا ء : ۳۲)

ترجمہ:۔ ”جس چیز میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی ہے اس کی تمنا کرو۔ مردوں کو حصہ ملے گا اس میں سے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کو حصہ ملے گا میں سے جو انہوں نے کمایا، اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“

اس آیت سے واضح ہو رہا ہے کہ عورت اور مرد دونوں ایک دوسرے کی خصوصیات پر رشک کرنے کے بجائے اپنے اپنے حصہ کی نعمتوں پر اللہ کے شکر گزار رہیں اور ان کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اللہ نے اپنی فیض بخشیوں سے مرد و عورت دونوں کو یکساں فیضیاب کیا ہے۔ اگر مرد کو مادۂ تخلیق دیا ہے تو عورت کو ذریعۂ تخلیق بنایا ہے اور تعمیر نسل کا فریضہ اس کو دیا ہے۔ اگر مرد حکمرانی و جہانبانی کی صلاحیت رکھتا ہے تو عورت گھر بنانے اور سنوارنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ مرد کے اندر اگر سختی، قوت اور عزیمت کے اوصاف ہیں تو عورت کے اندر دلربائی، دلکشی، شیرینی نرمی اور محبت ہے۔ کچھ علوم و فنون سے لگاؤ مرد کو ہے تو کچھ خاص علوم و فنون سے عورت کو بھی فطری مناسبت ہے۔

غرض یہ کارخانہ قدرت اپنی زیب و زینت کے لئے مرد اور عورت دونوں کے اوصاف کا یکساں محتاج ہے۔ تمدن ان دونوں کی فطری صلاحیتوں کی ہم آہنگی سے ہی ترقی پذیر ہو سکتا ہے۔ اگر ایک بھی صنف تمدن کی تعمیر میں اپنا اصل رول نہ کرے تو تمدن ٹھٹھر کر رہ جاتا ہے۔

ایک اہم تقاضہ

فلسفۂ مساوات کا ایک اہم تقاضہ یہ بھی ہے کہ عورتوں کی کتاب ہدایت [illegible] ہوتی، ان کی پیغمبر یا معلمہ الگ ہوتی اور اس سے براہ راست اللہ کے احکام [illegible]ل کئے جاتے۔ مگر خالق کائنات نے ایسا نہیں کیا۔ تو کیا اس صورت میں [illegible]ات کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔۔۔؟

مرد کی نقالی کی ممانعت

نہ تو مرد کے لئے زیبا ہے کہ عورت کی ادائیں اختیار کرے یا اس [illegible]

دلربائی و دلکشی کی ریس کر کے مرد مؤنث بنے، اور نہ یہ بات عورت کے لئے مناسب ہے کہ وہ مردانہ چال ڈھال، رفتار و گفتار اختیار کرے یا مردانہ کام کر کے زن مذکر بنے۔ اس قسم کی چھچھوری حرکتیں کرنے والے دراصل اللہ کی تقسیم کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر (نعوذ باللہ) لعن طعن کرتے ہیں اور "کوا چلا ہنس کی چال، اپنی چال بھی کھو بیٹھا"، کے مصداق بن کر رہ جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات آگے آرہے ہیں۔

مغرب میں بھی مرد ہی گھر کا حاکم ہے

مغربی معاشروں میں لمبی چوڑی "تحریک نسواں" چلنے کے باوجود آج بھی گھر میں مرد ہی حاکم ہے۔ وہی اپنے گھر کی پالیسی طے کرتا ہے۔ پھر ملک کی پالیسیاں بھی مرد ہی طے کرتے ہیں، سول میں، فوج میں، ملازمتوں میں غرض ہر جگہ مرد ہی کا کنٹرول ہے لہذا مغرب میں بھی خواتین اپنے "نظریۂ مساوات مرد و زن" کا نئے زاویوں سے جائزہ لینے پر مجبور ہوگئی ہیں۔ مگر ان کے نظریات میں ابھی تک ٹیڑھ موجود ہے، اب وہ ملازمت اور گھر دونوں میں اس طرح توازن پیدا کرنا چاہتی ہیں کہ اپنے مردوں کے ساتھ تصادم نہ ہو بلکہ ان کے ماتحت بن کر دونوں کام چلائیں۔ فرق صرف اتنا پڑا ہے کہ وہ پہلے مردوں کو اپنا مدمقابل اور فریق ثانی سمجھتی تھیں اور اب ان کے ساتھ موافقت کرنا چاہتی ہیں، لیکن معاملات ان کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔ مرد خود ان کے مدمقابل اور حریف بن چکے ہیں۔ اس لئے یہ بحث کہ مرد افضل ہے کہ عورت؟ یا دونوں برابر ہیں؟ سرے سے غلط ہے۔ جہاں کہیں عورتوں نے فطرت کی عطا کی ہوئی ذمہ داریوں سے گریز کرتے ہوئے مرد بننا چاہا۔۔۔، چاہے سڑکوں پر گھومیں، ہوائی جہاز اڑائیں، جج اور

وکیل بنیں، عمر بھر شادی نہ کریں، مرد کے مساوی بننے کے شوق میں مسلسل اپنے شوہروں کو طلاق دیتی چلی جائیں، جوانی سے قبر تک برتھ کنٹرول کرتی چلی جائیں الغرض مرد بننے کے لئے جو کچھ چاہیں کریں، کوئی مردان پر رشک کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ بلکہ ان سب حرکتوں سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ احساس کمتری کا شکار ہیں اور جتنا زیادہ وہ برتری کا اظہار کریں گی اسی حساب سے ان کے اندرونی احساس کمتری کا اندازہ ہوتا جاتا ہے۔ لہذا صحیح راہ یہی ہے کہ وہ مردوں کے ماتحت رہیں اور ان کے ساتھ موافقت سے اپنے معاملات چلائیں یعنی فطری ذمہ داریاں ادا کریں۔ چنانچہ اب مغرب کی دانشور خواتین جو خود کچھ عرصہ پہلے "مساوات مردوزن" کے نظریہ کی شدت سے قائل تھیں، اپنے نظریات سے رجوع کرتے ہوئے خواتین کو گھروں میں واپس لوٹ آنے کے مشورے دے رہی ہیں۔

مغرب میں عورت کا بدترین استحصال

''نظریۂ مساوات مردوزن'' دراصل عورت کے بدترین استحصال کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ عورت کا طبعی وظیفۂ حیات تو بہرصورت آج بھی عورت کو انجام دینا پڑتا ہے، تخلیق انسانی تو آج بھی ماں کے پیٹ میں ہوتی ہے۔ بچے کی پرورش بہرصورت ماں ہی کی آغوش میں ہوتی ہے، ان کاموں میں تو کوئی مرد عورت کا ہاتھ نہیں بٹا سکتا۔ البتہ ملازمت اور کسب معاش میں عورت مرد کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ اس طرح معاشرتی زندگی کا ڈیڑھ گنا بوجھ تو عورت پر پڑ گیا اور صرف آدھا بوجھ مرد کے حصہ میں آیا۔ کیا یہی وہ مساوات ہے جس کا ڈھنڈورا مغرب پیٹتا رہتا ہے اور جس کو وہ مسلمانوں میں زبردستی رائج کرنا چاہتا ہے؟ وہ چاہتا ہے کہ جس طرح مغرب میں اس نام نہاد مساوات کے نتیجے میں گھر

کا آرام اور ذہنی سکون ختم ہو گیا ہے اور معاشرہ کے لئے بے شمار مسائل پیدا ہو گئے ہیں، مسلمانوں کو بھی اسی معاشرتی انتشار اور انارکی کا شکار بنا دیا جائے۔ انجام کار یہ راستہ تباہی و بربادی کا ہی ہے۔ مغرب کے زیر اثر یہ تحریک نہ صرف اس طبقے کے مصائب میں اضافہ کرے گی بلکہ معاشرے کو بھی بے شمار نقصانات سے دوچار کرے گی۔

پانچواں باب

اسلام اور پاک دامنی

اہل مغرب کو اسلام کے شرم وحیاء اور ستر و حجاب کے احکام پر شدید اعتراض ہے ۔ وہ عورت اور مرد کے آزادانہ اختلاط کے قائل ہیں اور ستر یا حجاب کی پابندیوں کو عورت کی نشو ونما اور ترقی کے حق میں سم قاتل قرار دیتے ہیں ۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان عورت بھی مغربی عورت کی طرح یہ تمام پابندیوں توڑ تاڑ کر گھر سے باہر نکل آئے اور زندگی کے ہر میدان میں مرد کے شانہ بشانہ کام کرے۔

حیاء ایک بہت بڑی قوت ہے

لیکن اسلام اس بات کا قائل ہے کہ شرم وحیاء ایک بہت بڑی قوت اور طاقت ہے جب تک شرم وحیاء معاشرے میں برقرار رہے، معاشرہ ہر لحاظ سے ترقی پذیر رہتا ہے، لیکن جب عفت وعصمت اور شرم وحیاء پامال ہونے لگیں ۔اس کے برعکس بے حیائی اور فحاشی کا رواج عام ہو جائے تو یہ چیز اجتماعی اور انفرادی دونوں لحاظ سے معاشرے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا کر رہتی ہے۔

عورت اور حیاء

عورت کے محاسن اور خوبیوں میں سب سے اعلیٰ اور اونچی چیز (اس کی شکل وصورت اور ظاہری حسن و جمال نہیں بلکہ) حیاء وشرم ہے اگر عورت میں حیاء وشرم ہے تو اس کی ہر بات اچھی لگتی ہے اور اگر حیاء سے عاری اور خالی ہے تو اس کا

اصلی جوہر مفقود ہے اس لئے شریف انسان کی نگاہ میں اس کی کوئی قدر نہیں اس کا ظاہری حسن بھی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

شریعت کی نظر میں حیاء وشرم کی بہت قدر و قیمت ہے۔ چنانچہ ایک حدیث پاک میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: " **الحیاء شعبة من الایمان** " (شرم وحیا ایمان کی ایک اہم شاخ ہے)، اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ " **الحیاء خیر کله** " (کہ حیا میں خیر ہی خیر ہے) حکماء کا مشہور مقولہ ہے، **اذا فاتک الحیاء فا فعل ما شئت** " (یعنی جب تجھے شرم وحیا نہیں رہی تو جو چاہے کر) اسی طرح جنت کی عورتوں اور حوروں کے خاص اوصاف میں حیاء کا ذکر فرمایا گیا ہے چنانچہ جگہ جگہ ارشاد باری ہے "**فیھنّ قٰصرات الطرف**" (کہ نیچی نظر والی حوریں ہوں گی) اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے حیاء وشرم کا ہونا بہت ضروری ہے۔

اگر عورت میں یہ صفت ہے تو بہت سی خامیوں کی تلافی اسی سے ہو جائے گی اور اگر وہ اس وصف سے خالی ہے تو بہت سی خوبیاں بے معنی ہو کر رہ جائیں گی، لہٰذا عورت کے لئے اس کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ حیاء ہو گی تو غیروں کے ساتھ تعلق، ان سے گفتگو اور ان کی طرف نظر وغیرہ تمام امور سے بچے گی۔

بے حیاء یورپی عورتوں کی تقلید

بدقسمتی سے آج کل مسلمان خواتین بھی، فیشن، بناؤ سنگھار اور لباس میں یورپی بے حیاء عورتوں کی تقلید کرنے میں فخر اور فیشن سمجھتی ہیں، جب کہ آج امریکہ اور دیگر یورپی ممالک جس بداخلاقی، تباہی و بربادی، فواحش اور بدکاریوں میں گرفتار ہیں، اس کی ابتدا بے شرمی، ننگے لباس اور بے پردگی ہی سے ہوئی، بے پردگی

نے جسمانی زیبائش کا راستہ کھولا، پھر اس نے بے حیائی کی صورت اختیار کی، اور پھر بے حیائی نے عریانی اور بدکاری کے سارے دروازے کھول دیئے۔

جس نے آزادیٔ نسواں کے پرفریب نام سے دنیا میں گندگی پھیلائی، اس کے متعلق غیر نہیں ایک انگلستان ہی کی شریف نفس عورت نے بڑی حسرت و ندامت سے اپنے ملک کی عورتوں کے متعلق ایک مقالہ لکھا، جس کا ترجمہ مصر کے ماہنانہ "المنار" میں شائع ہوا تھا، جس میں وہ لکھتی ہے کہ:

''انگلستان کی عورتیں اپنی تمام عفت و عصمت کھو چکی ہیں، اور ان میں بہت کم ایسی ملیں گی، جنہوں نے اپنے دامن عصمت کو حرام کاری کے دھبہ سے آلودہ نہ کیا ہو، ان میں شرم و حیأ نام کو بھی نہیں، اور ایسی آزادانہ زندگی بسر کرتی ہیں کہ اس ناجائز آزادی نے ان کو اس قابل نہیں رہنے دیا کہ ان کو انسانوں کے زمرہ میں شامل کیا جائے، ہمیں سرزمین مشرق کی مسلمان خواتین پر رشک آتا ہے، جو نہایت دیانت اور تقویٰ کے ساتھ اپنے شوہروں کے زیر فرمان رہتی ہیں، اور ان کی عصمت کا لباس گناہ کے داغ سے ناپاک نہیں ہوتا، وہ جس قدر فخر کریں بجا ہے، اور اب وہ وقت آرہا ہے کہ اسلامی احکام شریعت کی ترویج سے انگلستان کی عورتوں کی عفت کو محفوظ رکھا جائے''۔

(ماخوذ از معارف القرآن، از حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحبؒ)

بہر حال معزز ماؤں اور پیار بہنوں سے گذارش ہے کہ وہ لباس، عریانی اور جسمانی زیبائش و نمائش میں ان یورپی عورتوں کی تقلید ہرگز نہ کریں، جو خود ان چیزوں کی تباہ کاریوں میں بری طرح گرفتار ہیں۔

علانیہ گناہ ناقابل معافی ہے

بے پردہ رہنے اور عریاں لباس پہننے کا گناہ علانیہ ہے، جو سب کے سامنے کھلم کھلا کیا جاتا ہے۔ اور ایسا کرنے والی بزبان حال یہ اعلان کرتی ہے کہ (نعوذ باللہ) اسے اللہ کے احکام کی کوئی پروا نہیں، وہ اللہ کی باغی ہے۔ اس طرح گناہ کرنے والے مردوں اور خواتین کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"کل امتی معافی الا المجاھرین" (صحیح بخاری کتاب الادب)

"میری پوری امت معافی کے لائق ہے، مگر علانیہ گناہ کرنے والے معافی کے لائق نہیں"۔

مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی امت میں جتنے گناہ کرنے والے ہیں۔ سب کی مغفرت کی توقع ہے، انشاء اللہ سب کی مغفرت ہو جائے گی، یا توبہ کی توفیق ہو جائے گی، یا اللہ تعالیٰ ویسے ہی معاف فرما دیں گے، لیکن وہ مرد اور خواتین جو ڈنکے کی چوٹ پر کھلم کھلا علانیہ گناہ کرنے والے ہوں اور اس گناہ پر کبھی شرمندہ نہ ہوتے ہوں، بلکہ اس گناہ پر فخر کرتے ہوں، اور کہتے ہوں کہ اس میں کیا حرج ہے؟ یہ تو زمانہ کا تقاضا ہے ورنہ ہم سوسائٹی سے کٹ جائیں گے، دقیانوس اور رجعت پسند سمجھے جائیں گے، ایسے لوگ معافی کے لائق نہیں۔

چھٹا باب

نئی زندگی کا آغاز آزمائش کی گھڑی

لڑکی شادی سے پہلے کافی عرصہ تک اپنے والدین کے گھر میں رہتی ہے۔ اور اس عرصہ میں والدین اس کی پرورش کرتے ہیں۔ اسے تعلیم و تربیت اور امور خانہ داری سکھاتے ہیں۔ اور جب شادی کی عمر ہو جاتی ہے تو اچھا رشتہ تلاش کر کے اسے رخصت کر دیتے ہیں۔ شادی سے پہلے والدین اپنی لڑکی کا ہر طرح سے خیال کرتے ہیں اس کے ہر طرح کے ناز و نخرے برداشت کرتے ہیں یہاں تک کہ دوسرے افراد خانہ بہن بھائی بھی چھوٹی موٹی باتوں پر درگزر سے کام لیتے ہیں۔ لیکن شادی کے بعد جب رخصتی ہو جاتی ہے تو چونکہ لڑکی کے لئے بالکل نیا ماحول ہوتا ہے اور جانبین میں مناسبت بھی نہیں ہوتی. اس لئے سسرال والے ابتدا میں لڑکی کے ہر کام کو اعتراض کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور بعض اوقات اصلاح کی غرض سے ساس یا نند کسی بات یا کسی خلاف مزاج کام پر ٹوک بھی دیا کرتی ہیں یہ باتیں ایک نئی دلہن کے لئے بڑی آزمائش ہوتی ہیں کہ سسرال میں کس طرح رہے اور کس طرح زندگی گزارے۔

نئی دلہنوں کے لئے ہدایات

رخصتی ہونے کے بعد ساس کو اپنی سگی ماں کی طرح، سسر کو باپ کیطرح، دیور کو بھائی کی طرح اور نند کو بہن کی طرح خیال کرو۔ ساس سسر کا ادب اپنے ماں باپ کی طرح کرو۔ شوہر اور ساس، سسر کی خدمت لازمی سمجھ کر کرو۔ ان کی مزاج

شناس بنو۔ساس کی کسی بات کا جواب سختی کے ساتھ نہ دواور اگر ساس کسی بات پر تنبیہ کرے تو اس کی بات کو خاموشی کے ساتھ سنو۔اور ادب سے ہر بات کا جواب دو نرمی سے کہو کہ جس طرح آپ کہہ رہی ہیں آئندہ ایسا ہی ہوگا۔ ہر بڑے کا ادب کرو اور چھوٹے کے ساتھ شفقت اور رحم کے ساتھ پیش آؤ۔امور خانہ داری میں فضول خرچی اور اسراف سے بچو۔ساس اور نند سے پوچھ پوچھ کر چلو اور ان کے مشورے پر عمل کرو۔اگر ساس کی کوئی بات بری لگے تو اس کی شکایت شوہر سے نہ کرو۔ میکے کی کوئی بات اپنے سسرال میں ذکر نہ کرو اور نہ ہی اپنے سسرال کی برائی کسی کے سامنے بیان کرو۔ ناگواریاں اور خلاف مزاج باتیں بہت پیش آئیں گی لہذا ہر ناگواری کو خوشگواری سے برداشت کرنا پڑیگا صبر وشکر کے ساتھ زندگی گزارو نماز روزہ اور جملہ عبادات کی پابندی کرو۔خوش رہو، آباد رہو، ان ہدایات کا خیال رکھوگی تو انشاء اللہ بہت آرام وسکون کی زندگی بسر کرسکوگی اور تم سے اللہ تعالیٰ بھی راضی اور خوش ہو جائیں گے۔

اپنا گھر برباد نہ کریں

بعض تیز مزاج لڑکیاں دوسری عورتوں کی باتوں میں آکر اپنی ساس کی ہر بات کا الٹا جواب دیتی ہیں، جس سے اچھے خاصے گھر میں فتنہ،فساد برپا ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی جھگڑے کیوجہ سے طلاق تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے اور طلاق کے بعد میاں بیوی دونوں پچھتاتے ہیں کہ کاش ایسی ذبت نہ آتی۔اب علماء سے رجوع کرتے ہیں کہ کسی طرح مفتی صاحب کوئی گنجائش نکالیں تاکہ ہم دوبارہ باہم عقد نکاح کرسکیں۔لیکن جب مفتی صاحب کی جانب سے اپنی مرضی کا جواب نہیں ملتا تو اب ہائے واویلا ہوتا ہے دیکھئے جس طرح بندوق سے نکلی

ہوئی گولی دوبارہ واپس نہیں آسکتی۔ اسی طرح زبان سے نکلی ہوئی طلاق بھی واپس نہیں ہوسکتی۔ لہذا اگر شروع میں ہی احتیاط سے کام لیا جاتا تو پھر ان مسائل میں الجھنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ تجربے اور مشاہدے میں چند ایسی باتیں آئی ہیں کہ اگر ابتدا ہی سے ان باتوں کا خیال رکھا جائے تو ان پریشانیوں اور فسادات سے نجات مل سکتی ہے۔ ذیل میں نئی دلہنوں کیلئے چند ضروری ھدایات پیش کی جارہی ہیں۔

(۱) شوہر کا دل جیت لینے کی تدابیر

میاں بیوی میں ایک دوسرے سے مناسبت اور جوڑ ہو تو ازدواجی زندگی میں چین اور سکون مکمل طور پر حاصل ہوسکتا ہے۔ اس کے بغیر زندگی غیر مکمل اور دکھی شمار ہوتی ہے۔ اسی لئے عورتوں کو شوہر کا دل جیت لینے کی تدبیر سیکھنی چاہئے۔ جس کے بغیر چارہ نہیں۔ عورت چاہے کتنی ہی پڑھی لکھی اور کتنی ہی خوبصورت اور مالدار کیوں نہ ہو، لیکن ان تدابیر کے جانے بغیر وہ خاوند کے دل کی ملکہ نہیں بن سکتی۔ لہذا خاوند کو اپنا بنانے کے لئے چند حکمت بھری باتیں لکھی جاتی ہیں، خوشگوار زندگی گزارنے کے لئے ان تدابیر پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔

☆ خاوند کی مرضی کے خلاف کبھی کوئی کام نہ کرو۔

☆ اپنی ضرورت سے پہلے اس کی ضرورت پوری کرو۔

☆ اس طرح رہو کہ تمہیں دیکھ کر اس کا دل خوش ہوجائے۔

☆ شوہر سے کبھی بھی اس کی گنجائش سے زیادہ فرمائش نہ کرو۔

☆ اگر شوہر کسی وجہ سے پریشان ہے تو اپنی شیریں زبان سے اس کا غم ہلکا کرو۔

☆ کفایت شعاری کے اصول اپنائے ہوئے تھوڑے پیسوں میں گھر کا

خرچہ چلاؤ۔

☆ ہر کام حسن انتظام سے کرو۔

☆ شوہر کی راز کی باتیں دل ہی میں محفوظ رکھو کسی کے سامنے کبھی بھی ان کا ذکر نہ کرو۔

(۲) شوہر کو اپنی طرف مائل کرنے والی خوبیاں

شوہر کو اپنی طرف مائل اور متوجہ کرنے کیلئے حسب ذیل اوصاف اور خوبیوں کی ضرورت ہے۔

(۱) ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ سے بچنا چاہئے۔کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ واستغفار کر لینی چاہئے۔

(۲) شوہر کے مزاج کو پہچاننا اور اس کے مطابق اس کے ساتھ برتاؤ کرنا شوہر جس طرح عورت کے رہنے کو پسند کرتا ہے عورت کو چاہئے کہ اسی طرح رہے بشرطیکہ شرعی حدود کے خلاف نہ ہو۔اپنے اندر صبر وتحمل کی عادت بنانا نہایت ضروری ہے نیز شیریں زبان سے بات کرنا اسی طرح اپنی خوبصورتی اور خوب سیرتی سے اس کے دل کو جیتنا اور اس کے پسندیدہ بناؤ سنگھار کی کوشش کرنا بھی عورت کیلئے ضروری ہے۔

(۳) عورت کیلئے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کے طریقے

سسرال میں جانے کے بعد شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کیلئے کیا کیا طریقے ہیں؟ اس بات کو جاننا چاہئے کہ میاں بیوی کے آپس کے تعلقات بہت مضبوط اور گہرے ہوتے ہیں۔اس لئے کہ یہ زندگی بھر کا سودا ہے دونوں کی زندگی گاڑی کے پہئے کی مانند ہے۔اگر دونوں میاں بیوی کا دل مل جل گیا تو اس سے

بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ دنیا ہی ان کے لئے جنت ہے اس کے برعکس خدانخواستہ دونوں کے دل اگر ایک نہ ہو سکے تو پھر اس سے بڑھ کر اور کوئی مصیبت نہیں گویا کہ یہ دنیا ہی ان کیلئے جہنم بن جاتی ہے۔

شادی کے بعد کی زندگی کو کامیاب بنانا اکثر عورتوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے شوہر کے دل جیت لینے کے لئے اسکی فرمائشوں کے رنگ میں رنگنا اور اس کے اشارہ پر لبیک کہنا چاہئے، کیونکہ شوہر حاکم اور عورت محکوم ہے۔ دنیا کی نگاہ میں عورت اسی وقت مقام حاصل کر سکتی ہے جب وہ خاوند کے دل میں اپنے لئے جگہ بنالے۔ یاد رکھیں کہ شوہر کی نگاہ میں جس عورت کی عزت نہ ہو تو دنیا کی نگاہ میں اس کی کیا عزت ہو گی؟ عورت شوہر کے دل کو جیت کر اپنی دنیا کو جنت بنا سکتی ہے اور آخرت کی بھلائی بھی حاصل کر سکتی ہے۔

(۴) عورت شوہر کو اپنا محبوب کیونکر بنائے؟

(۱) بیوی کو اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ شوہر سے بڑھ کر اس کے لئے کوئی بھی سچا دوست نہیں بن سکتا ہے۔

(۲) شوہر پر کبھی بداعتماد نہ ہو بلکہ اس پر پورا بھروسہ کرے

(۳) تکلیف، دکھ، اور مصیبت میں عورت کو شوہر کی تن، من دھن سے مدد کرنی چاہئے اور نازک حالات میں اپنی ذات کو اس کیلئے فنا کر دے۔ شوہر کی محبت اور اس کا اعتماد حاصل کرنے کیلئے بہت قربانی دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ یہ وقت بہت ہی نازک اور آزمائش کا ہوتا ہے۔

(۴) شوہر کی عدم موجودگی میں اس کی کسی بات کا چرچا نہ کرے

(۵) عورت ہمیشہ کوشش کرے کہ شوہر کی عزت وقار میں اضافہ ہو۔ اس

لئے عورت کو چاہیے کہ شوہر کی غیر موجودگی میں دوسروں کے سامنے اس کی تعریف کرے۔

(۶) شوہر کے سکھ میں سکھی اور اس کے دکھ میں دکھی ہونا چاہیے نیز عورت کو شوہر کی تمام تر تکلیفیں دور کرنے، اس کو آرام اور راحت پہنچانے کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئیے۔

(۷) خوبصورت لباس اور اپنی ذات کی خاطر ضروری سامان کیلئے شوہر پر بوجھ نہ ڈالے۔

(۵) عورت گھر میں شوہر کے سامنے کیسے رہے: حکایت

ایک بزرگ بی بی کا قصہ ہے کہ وہ ہر رات کو عشاء کی نماز کے بعد خوب زینت کرتیں، عمدہ لباس پہنتیں، زیورات سے آراستہ ہو کر کنگھی سرمہ لگاتیں اور اس حالت میں شوہر کے پاس آکر ان سے دریافت کرتیں کہ آپ کو میری حاجت؟ ہے اگر وہ کہتے کہ ہاں تو ان کے پاس کچھ دیر لیٹ جاتیں اور اگر وہ کہتے کہ مجھے حاجت نہیں تو پھر کہتیں کہ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں اپنے خدا کے ساتھ مشغول ہو جاؤں۔

چنانچہ شوہر کی اجازت کے بعد وہ اپنا لباس اور زیور وغیرہ اتار کر رکھ دیتیں اور سادہ لباس پہن کر تمام رات عبادت کرتیں۔ دیکھئے بزرگ بی بی ایکوقت میں کیسی زینت کرتیں اور دوسرے وقت کمبل اور ٹاٹ میں رہتیں اب اگر کوئی زینت کے وقت ان کو دیکھتا تو یہی کہتا کہ یہ کیسی بزرگ ہیں جو اس قدر زیب وزینت کا اہتمام کرتی ہیں مگر کسی کو کیا خبر وہ کس کے لئے زینت کرتی تھیں؟ وہ نفس کی خواہش کیلئے ایسا نہ کرتی تھیں بلکہ چونکہ شریعت کا حکم ھے کہ عورت کو شوہر کیلئے خوب زیب وزینت کرنا

چاہیئے (اس لئے کرتی تھیں) اس صورت میں اسکو زینت کرنے سے ثواب ملتا ہے۔ وہ بزرگ بی بی حکم شرعی کے تابع تھیں جہاں شریعت کا حکم تھا، وہاں خوب زیب و زینت کرتی تھیں کیونکہ جب شوھر زنیت کو کہے تو دولہن کو خستہ وخراب رہنے کا کیا حق ہے؟ مگر جب شوہر کو کچھ غرض نہ ہوتی تو وہ اپنے نفس کیلئے زینت کا اہتمام نہ کرتی تھیں کاملین (اللہ والے) زینت اور ترک زینت میں حکم کے تابع ہوتے ھیں وہ اپنے نفس کیلئے کچھ نہیں کرتے۔ (التبلیغ صفحہ ۵۹ ج ۱۵)

(۶) شوہر کی حیثیت سے زیادہ کسی چیز کی فرمائش نہ کرنا

شوہر کی حیثیت سے زیادہ خرچ نہ مانگو جو کچھ ملے اپنا گھر سمجھ کر چٹنی روٹی کھا کے بسر کرلو۔ اگر کبھی کوئی کپڑا یا زیور پسند آیا اور شوہر کے پاس خرچ نہ ہو تو اس کی فرمائش نہ کرو۔ نہ اس کے نہ ملنے پر حسرت (افسوس) کرو بالکل ایسا کوئی کلمہ منھ سے کبھی نہ نکالو۔ خود سوچو، اگر تم نے کہا تو وہ اپنے دل میں کہے گا کہ اس کو ہمارا کچھ خیال نہیں کہ ایسی بے موقع فرمائش کرتی ہے بلکہ شوھر اگر مالدار ہو تب بھی جہاں تک ہو سکے خود کسی بات کی فرمائش ہی نہ کرو بلکہ وہ خود پوچھے کہ تمہارے واسطے کیا لائیں؟ تو بتلا دو از خود فرمائش نہ کرو، کیونکہ فرمائش کرنے سے آدمی نظروں سے گرتا ہے۔

(بہشتی زیور صفحہ ۳۹)

(۷) ضد، ہٹ دھرمی اور بدزبانی سے احتراز

کم سمجھی اور انجام نہ سوچنے کیوجہ سے بعض بیویاں ایسی باتیں کربیٹھتی ہیں جس سے مرد کے دل میں میل آجاتا ہے کہیں بے موقع زبان چلادی، کوئی بات طعن وتشنیع کی کہہ ڈالی غصہ میں جلی کٹی باتیں کہدیں کہ خوامخواہ سن کر بری لگیں پھر جب اس کا دل پھر گیا تو روتی پھرتی ہے۔

یہ خوب سمجھ لو کہ دل پر میل آجانے کے بعد اگر دو چار دن میں تم نے کہہ سن کر منا بھی لیا تب بھی وہ بات نہیں رہتی جو پہلے تھی۔ پھر ہزار باتیں بناؤ۔ عذر معذرت کرو، لیکن جیسا پہلے دل صاف تھا اب ویسی محبت نہیں رہتی۔ جب کوئی بات ہوتی ہے تو یہی خیال آجاتا ہے کہ یہ وہی ہے جس نے فلانے دن ایسا کہا تھا۔ اس لئے اپنے شوہر کے ساتھ خوب سوچ سمجھ کر رہنا چاہیئے کہ خدا اور رسول ﷺ کی بھی خوشی ہو اور تمھاری دنیا و آخرت دونوں درست ہوں۔ دیکھو! کبھی کسی بات پر ضد اور ہٹ دھرمی نہ کرو اگر کوئی بات تمھارے خلاف بھی ہو تو اسوقت جانے دو پھر کسی دوسرے وقت مناسب طریقہ سے طے کرلینا۔

اگر میاں کے یہاں تکلیف سے گذرے تو کبھی زبان پر نہ لاؤ اور ہمیشہ خوشی ظاہر کرتی رہو تا کہ مرد کو رنج نہ پہونچے اور تمھارے اس نباہ کرنے سے اس کا دل بس تمھاری مٹھی میں ہو جائے۔ (بہشتی زیور صفحہ ۳۹ ج ۴)

(۸) شوہر کے غصہ اور ناراضگی کی صورت میں عورت کو کیا کرنا چاہیئے؟

(تمھارا شوہر اگر) کسی بات پر تم سے خفا ہو کر روٹھ گیا ہو تو تم بھی منہ پھلا کر نہ بیٹھ رہو بلکہ خوشامد کر کے عذر معذرت کر کے ہاتھ جوڑ کے جس طرح بنے اس کو منالو چاہے تمھارا قصور نہ ہو شوھر ہی کا قصور ہو تب بھی تم ہرگز نہ روٹھو اور ہاتھ جوڑ کر قصور معاف کرانے کو اپنا فخر اور عزت سمجھو اور اگر خود تمھارا ہی قصور ہو تو ایسے وقت میں خفا ہو کر الگ بیٹھنا تو اور بھی پوری بیوقوفی اور نادانی ہے ایسی باتوں سے دل پھٹ جاتا ہے۔ شوہر کو اگر کسی بات پر غصہ آگیا ہو تو ایسی بات مت کہو کہ غصہ اور زیادہ ہو جائے اور اگر غصہ میں کبھی کچھ برا بھلا کہے تو تم ضبط (برداشت) کرو اور بالکل جواب نہ دو چاہے وہ کچھ کہے تم چپکی بیٹھی رہو۔ غصہ اترنے کے بعد دیکھنا خود شرمندہ ہوگا اور تم

سے کتنا خوش ہوگا اور پھر کبھی انشاء اللہ تعالیٰ تم پر غصہ نہ ہوگا اور اگر تم بھی بول اٹھی تو بات بڑھ جائے گی پھر نہ معلوم نوبت کہاں تک پہونچے!! (بہشتی زیور صفحہ ۴۱)

شوہر کے سفر سے واپسی میں ضروری ہدایات

(تمھارے شوہر) کبھی پردیس سے (یعنی سفر سے) واپس آئیں تو مزاج پوچھو خیریت دریافت کرو کہ وہاں کسطرح رہے، تکلیف تو نہیں ہوئی؟ ہاتھ پاؤں پکڑ لو کہ تھک گئے ہوگے۔ بھوکا ہو تو روٹی پانی کا انتظام کرو۔ گرمی کا موسم ہو تو پنکھا جھل کر ٹھنڈک فراہم کرو غرضیکہ اس کی راحت و آرام کی باتیں کرو۔ روپے پیسے کی باتیں ہرگز نہ کرنے لگو کہ ہمارے واسطے کیا لائے؟ کتنا خرچ لائے؟ خرچ کا بٹوا (بیگ) کہاں ہے دیکھیں کتنا ہے؟ جب خود دیں تو لے لو۔ یہ حساب نہ پوچھو کہ تنخواہ بہت ہے اتنے مہینے میں بس اتنا ہی لائے۔ تم بہت خرچ کر ڈالتے ہو کیا کر ڈالا؟ کبھی خوشی کے وقت سلیقہ کے ساتھ باتوں باتوں میں پوچھ لو تو خیر اس سے کچھ حرج نہیں۔

(بہشتی زیور صفحہ ۴۰)

شوہر کے لائے ہوئے سامان کی قدر و منزلت اور ناشکری کی مذمت

اگر (تمھارا شوہر) تمھارے لئے کوئی چیز لائے تو پسند آئے یا نہ آئے ہمیشہ اسپر خوشی ظاہر کرو۔ یہ نہ کہو کہ یہ چیز بری ہے ہم کو پسند نہیں ہے۔ اس سے اس کا دل ٹوٹ جائیگا اور پھر کبھی کچھ لانے کو جی نہ چاہے گا اور اگر اس (کی لائی ہوئی چیز) کو تعریف کر کے خوشی سے لے لوگی تو دل اور بڑھے گا اور پھر اس سے زیادہ چیز لائے گا۔

کبھی غصہ میں آکر خاوند کی ناشکری نہ کرو اور یوں نہ کہنے لگو کہ "اس گھر میں آکر میں نے دیکھا، کیا بس سارے عمر رصیت بھری اور تکلیف ہی سے کٹی۔ میرے باپ دادا نے میری قسمت پھوڑ دی، مجھے ایسی مصیبت میں پھنسا دیا ایسی

آگ میں پھونک دیا'' ایسی باتوں سے پھر دل میں جگہ نہیں رہتی۔

حدیث شریف آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں عورتیں بہت دیکھیں۔ کسی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ دوزخ میں عورتیں کیوں زیادہ جائیں گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ لعنت بہت کیا کرتی ہیں اور اپنے خاوند کی ناشکری بہت کیا کرتی ہیں تو خیال کرو نہ ناشکری کتنی بری چیز ہے (بہشتی زیور صفحہ ۶۹)

شوہر کے واسطے زینت اختیار کرنا شوہر کا حق ہے

شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ عورت کو شوہر کیلئے خوب زیب و زینت اختیار کرنا چاہئے اس صورت میں اس کو زینت کرنے سے ثواب ملتا ہے۔

لمحۂ فکریہ:

آج کل عورتوں کی یہ حالت ہے کہ شوہر کے سامنے تو بھنگنوں کی طرح (گندی میلی کچیلی رہتی ھیں اور کہیں برادری میں جاتی ھیں تو سر سے پیر تک آراستہ ہوتی ہیں اور اگر کوئی بیچاری شوہر کی خاطر زینت کرے تو اس کو نکو بتاتی ہیں کہ کر ہائے اسے ذرا بھی حیا و شرم نہیں نیا اپنے شوہر کے واسطے کیسے چوچلے کرتی ہے۔

افسوس جس جگہ زینت کا حکم تھا وہ تو اس پر طعن ہوتا ہے اور جہاں ممانعت ہو وہاں اہتمام کیا جاتا ہے جب شوہر زینت اختیار کرنے کو کہے تو دولہن کو خراب وخستہ رہنے کا کیا حق ہے (خیر الارشاد التبلیغ صفحہ ۵۹ ج ۱۴)

عورت کے ذمہ شوہر کے حقوق

شوہر کے حقوق یہ ہیں:

(۱) ہر امر میں اس کی اطاعت کرنا بشرطیکہ معصیت نہ ہو۔

(۲) اس کے مقدور (حیثیت) سے زیادہ نان ونفقہ (خرچہ) طلب نہ کرنا۔
(۳) شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دینا۔
(۴) اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلنا۔
(۵) کسی کو بھی اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے کوئی چیز نہ دینا۔
(۶) اس کی اجازت کے بغیر نفل نماز نہ پڑھنا اور نفل روزہ نہ رکھنا۔
(۷) اگر صحبت کیلئے بلائے تو شرعی مانع (حالت حیض ونفاس) کے بغیر اس سے انکار نہ کرنا۔
(۸) اپنے خاوند (شوہر) کو اس کے افلاس (غربت) یا بدصورتی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھنا۔
(۹) اگر کوئی امر خلاف شرع خاوند میں دیکھے تو ادب سے منع کرنا۔
(۱۰) اس کا نام لیکر نہ پکارنا۔
(۱۱) کسی کے روبرو خاوند کی شکایت نہ کرنا۔
(۱۲) اس کے روبرو (آمنے سامنے) زبان درازی نہ کرنا۔
(۱۳) اس کے اقارب (رشتہ داروں) سے تکرار (لڑائی جھگڑا اور بحث ومباحثہ نہ کرنا)۔

عورتوں کی زبردست غلطی

یہ عجیب بات ہے کہ عورتیں گھر میں تو بھنگنوں اور ماماؤں (نوکرانیوں) کی طرح رہیں اور ڈولی (رکشا وغیرہ) آتے ہی بن سنور کر بیگم صاحبہ بن جائیں۔ ہر چیز کی کوئی غرض وغایت ہوتی ہے کوئی ان سے پوچھے کہ اچھے کپڑے پہننے کی غرض و غایت کیا ہے؟ کیا صرف غیروں کو دکھانا ہی اس کی غرض وغایت ہے تعجب ہے کہ جسکے واسطے یہ کپڑے بنے اور جس کے دام لگے اس کے سامنے تو کبھی نہ پہنے

جائیں اورغیروں کے سامنے پہنے جائیں !! یہ باتیں اگر چہ شرم کی ہیں مگر ضرورت کی وجہ سے اصلاح کیلئے کہی جاتی ہیں۔

حیرت ہے کہ خاوند سے کبھی سیدھے منہ نہ بولیں۔کبھی اچھا کپڑا اس کے سامنے پہن کر نہ جائیں اور غیروں کے سامنے کپڑے بھی ایک سے ایک بڑھ چڑھ پہن کر جائیں کام آئیں غیروں کے اور دام لگیں خاوند کے یہ کون سا انصاف ہے؟

(دواءالیوب التبلیغ صفحہ۹۱ ج۴)

شوہر کی اطاعت سے متعلق چند ضروری مسائل

خاوند کی موجودگی میں نفلی عبادات کا حکم:

اگر خاوند مکان پر موجود ہو تو نفلی روزہ اور نماز وغیرہ اس کی اجازت کے بغیر ادا نہ کرے اسلئے کہ شاید اس کی خدمت میں اسکی وجہ سے کوتاہی ہو جائے ہاں اس کی اجازت سے پڑھے۔

حدیث شریف میں مکان میں موجود ہونے کی قید آتی ہے اگر باہر (سفر وغیرہ میں) ہو تو بغیر اجازت کے بھی کوئی مضائقہ نہیں اور اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو امور اور باتیں خاوند کے حقوق میں خلل انداز ہوں ان کا کرنا اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں (الزالتہ الرین عن حقوق الوالدین صفحہ۸۴)

شوہر کی اطاعت و وفاداری

(۱) ام الدحداحؓ مشور صحابی حضرت ابوالدحاح ثابت بن الدحداح انصاریؓ کی اہلیہ تھیں۔حضرت ام الدحداح انصاریؓ اپنے شوہر کی اطاعت میں بے مثال تھیں۔جب سورۃ الحدید کی یہ آیت ’’تم میں سے کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ

دے؟ تو اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس دے گا اور اس کے لئے بہترین اجر ہے'' نازل ہوئی تو حضرت ثابت (ان کی کنیت ابوالدحداح تھی) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا اللہ ہم سے قرض چاہتا ہے؟ تو پھر میں اپنا باغ اللہ کو قرض دیتا ہوں۔''

اس طرح حضرت ابوالدحداحؓ نے یہ باغ راہ حق میں صدقہ کر دیا۔ اس باغ میں کھجور کے چھ سو درخت تھے۔ اسی میں ان کا گھر تھا، جس میں ان کے بیوی بچے رہتے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کر کے سیدھے اپنے گھر پہنچے اور باہر ہی سے اہلیہ کو پکار کر کہا: ''اے ام الدحداح! باہر آ جاؤ، میں نے یہ باغ اپنے رب کو قرض دے دیا ہے۔''

حضرت ام الدحداحؓ بولیں: ''اے ابوالدحداحؓ تم نے تو بہت نفع والا سودا کیا ہے۔'' یہ کہہ کر اپنا سامان اور بچے لیکر گھر سے باہر آ گئیں۔

اللہ اکبر! شوہر سے یہ نہیں پوچھا کہ تم نے ہمارا کیا بندوبست کیا؟ پہلے ہمیں کسی اور گھر میں بٹھا دیتے، پھر یہ راہ خدا میں دیتے۔ بلکہ ان کو مبارک باد دے رہی ہیں کہ تم نے بہت ہی فائدہ والا سودا کیا ہے۔ یہ ہے رب کی رضا جوئی، رسول ﷺ کی محبت اور شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری کی بہترین مثال!

(۲) فاطمہؒ بنت عبدالملک کا کردار بھی شوہر کی اطاعت اور وفاداری میں بے مثال ہے۔ وہ پہلی صدی ہجری کی نہایت معزز اور بلند کردار خواتین میں سے تھیں، چار اموی خلفاء کی بہن، ایک اموی خلیفہ عبدالملکؒ کی بیٹی اور ایک اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اہلیہ تھیں، گویا بنی امیہ کے چھ خلفاء کے ساتھ ان کا براہ راست تعلق تھا، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کتنے ناز ونعم میں پرورش پائی ہوگی۔ ان کے شوہر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی بڑے نفاست پسند اور شاہ خرچ

واقع ہوئے تھے۔ اچھی سے اچھی غذا کھاتے، بہترین لباس پہنتے، خوشبو و عطر کا بکثرت استعمال کرتے اور بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے رہتے تھے۔ مگر ۹۹ ھجری میں جب اموی خلافت کا بوجھ ان کے کندھوں پر آن پڑا، تو اسلامی مملکت کی ذمہ داری سنبھالتے ہی یکدم ان کے اندر انقلاب آگیا۔ انہوں نے تمام شاہی طور طریقے یکسر ختم کر دیئے اور حضرت عمر فاروقؓ کی طرح درویشی و سادگی اختیار کی۔ خلیفہ بنتے ہی تمام جاگیریں اصل مالکوں اور حقداروں کو واپس کر دیں اور اپنی اہلیہ یعنی فاطمہؒ بنت عبدالملک کو (جنکے پاس اپنے باپ اور بھائیوں کا دیا ہوا بہت سا زیور اور مال واسباب تھا) حکم دیا کہ یا تو تم سارا زیور اور مال واسباب شاہی بیت المال میں جمع کروادو یا پھر مجھے چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ بیوی نے اطاعت شعاری اور وفاداری کا ایک نیا ریکارڈ قائم کیا۔ انہوں نے باپ کا دیا ہوا بیش قیمت ہیرا اور بھائیوں کے دیئے ہوئے تمام مال اسباب فوراً بیت المال میں جمع کروادیئے اور اپنے درویش صفت شوہر کی رفاقت کو ترجیح دی۔ ان کی بقیہ ساری زندگی عسرت اور فقر و فاقہ سے گزری مگر کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لائیں۔ گھر کا سارا کام کاج خود کرتی تھیں، بچے بھی اسی تنگی ترشی میں گزر بسر کرتے۔ ان کو بھی ہر وقت صبر و قناعت اور سیر چشمی کی تلقین کرتی رہتیں۔ شوہر کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی۔ بی بی فاطمہؒ ان کے بعد بھی کافی دیر زندہ رہیں۔ مگر تکلف والی زندگی دوبارہ مرتے دم تک اختیار نہ کی، اور اسی سادگی و درویشی کو عمر بھر نبھایا، شاہی خاندان کے افراد بارہا ان کو ترغیب دیتے، مگر انہوں نے اپنے شوہر کی سکھائی ہوئی روش عمر بھر نہ بدلی۔

عورت اور شوہر کی اطاعت

عورت کے کاموں میں سب سے اہم اور ضروری کام اپنے شوہر کی اطاعت

ہے۔عورت کی سلیقہ مندی اسی میں ہے کہ اپنے شوہر کے مزاج کو خوب اچھی طرح سمجھ کر اور پہچان کر نباہ کی کوشش کرے، ہر موقع پر اس کی رعایت کرنا عورت کی زندگی کو خوشگوار بنا دیتا ہے، ایک حدیث پاک کا مضمون ہے کہ جو عورت ٹھیک طور پر نمازیں ادا کرتی رہے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہے اسے اختیار رہے کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے، اس سلسلہ میں بڑی اہم اور گر کی بات یہ ہے کہ بیوی کے مقصد حیات میں یہ چیز داخل ہے کہ وہ حدود شرعی میں رہ کر اپنے شوہر کو خوش رکھے، اس کا غم دور کرے اس کا دل ہشاش بشاش اور تازہ رکھے، اگر شوہر زینت کا دلدادہ ہے تو اس کے سامنے خوب زینت اختیار کرے، غرض حدود شریعت میں رہ کر شوہر کے جذبات کی پوری رعایت رکھے، یہ انشاء اللہ اس کے لئے دین و دنیا کی کامیابی کی ضمانت ہوگی۔

جو چیزیں شوہر کو ناراض یا اس کے دل کو مکدر کر دیں ان سے بچنا بہت ضروری ہے مثلاً شوہر کی حیثیت سے زائد خرچ مانگنا، نئی نئی فرمائشیں کرنا، باتوں باتوں میں ضد اور ہٹ دھرمی کرنا، اس کی لائی ہوئی چیزوں کو ناپسند کر کے منہ بگاڑنا اس کے سامنے اس کے اقرباء کی برائیاں کرتے رہنا اسی طرح اس کے غصہ کے موقع پر خود غصہ کرنا، گھر اور گھر کی اشیاء کی حفاظت یا صفائی کا خیال نہ رکھنا، سسرال والوں سے ہمیشہ جھگڑتے رہنا۔۔۔ یہ سب چیزیں ایک نیک خاتون کے لئے سم قاتل ہیں جو عورت کو شوہر کی نگاہوں سے گرا دیتی ہیں۔

اس لیے عورت کو حتی الامکان شوہر کی خدمت کرنی چاہیئے، اس کے سر اور پاؤں دبانے چاہئیں۔ شوہر سے بالکل خدمت نہ لینی چاہیئے اس کو اپنا سرتاج اور بڑا سمجھ کر برتاؤ کرنا چاہیئے۔

شوہر کو تابع کرنے کی تدابیر

یہ خوب یاد رکھو کہ مردوں کو خدا نے شیر بنایا ہے وہ دباؤ اور زبردستی سے ہرگز تابع نہیں ہو سکتے ان کے زیر کرنے (اور تابع کرنے) کی بہت آسان ترکیب خوشامد اور تابعداری ہے

ان پر غصہ کر کے دباؤ ڈالنے کی کوشش کرنا بڑی غلطی اور نادانی ہے اگر چہ اس کا انجام کبھی سمجھ میں نہیں آتا لیکن جب یہ روش فساد کی جڑ پڑ گئی تو کبھی نہ کبھی ضرور اس کا خراب نتیجہ پیدا ہوگا۔ (بہشتی زیور صفحہ ۴۱)

اسمیں اگر مرد بے قصور ہو تو خود سوچو کہ اسکو کتنا برا لگے گا اور اگر سچ مچ اسکی عادت ہی خراب ہے تو یہ خیال کرو کہ تمھارے غصہ کرنے، روٹھنے سے یا کسی اور طریقے سے دباؤ ڈالکر زبردستی کرنے سے تمھارا ہی نقصان ہے۔

اپنی طرف دل میلا کرانا ہو تو کرالو۔ ان باتوں سے کہیں عادت چھوٹتی ہے عادت چھڑانا ہو تو عقلمندی سے رہو۔ تنہائی میں چپکے سے سمجھاؤ بجھاؤ جس دن سے میاں کو اللہ نے ہدایت دی اس دن سے بس بیوی کے غلام ہو جائیں گے۔ اور گر سمجھانے اور انتہائی سمجھانے میں عبرت حاصل نہ کرے تو بھی لوگوں کے سامنے گاتی مت پھرو۔ اور اس کو رسوا نہ کرو ورنہ گرم غصہ میں آ کر اور وہ زیادہ غصہ کرنے لگتا ہے اگر تم غصہ کرو گی اور لوگوں کے سامنے بک بک کر کے رسواء کرو گی تو جتنا تم سے پہلے تعلق تھا اتنا بھی نہ بولے گا پھر اس وقت روتی پھرو گی۔ (بہشتی زیور)

بیوی کے ذمہ شوہر کے ضروری حقوق

(۱)۔ بیوی کے ذمہ خاوند کی خدمت اور اس کی خواہش کو پورا کرنا لازم ہے اور فرض ہے۔

(۲) ایک حق مرد کا یہ بھی ہے کہ اس کے پاس ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے

بغیر نفل روزہ نہ رکھا کرے اور اس کی اجازت کے بغیر نفل نماز نہ پڑھا کرے۔

(۳) ایک حق یہ ہے کہ میاں کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر کہیں نہ جائے نہ عزیز رشتہ دار کے گھر نہ کسی غیر کے گھر۔

(۴) ایک حق اس کا یہ بھی ہے کہ اپنی صورت کو بگاڑ کر اور میلی کچیلی (گندی پھوہڑ بن کر) نہ رہا کرے بلکہ بناؤ سنگھار سے رہا کرے۔ یہاں تک کہ اگر مرد کے کہنے پر بھی عورت بناء و سنگھار نہ کرے تو مرد کو مارنے کا اختیار ہے۔

مردوں کو دیندار بنانا بھی عورتوں کی ذمہ داری ہے

عورتیں دینی حقوق میں ایک کوتاہی یہ کرتی ہیں کہ مرد کو جہنم کی آگ سے بچانے کا اہتمام نہیں کرتیں یعنی اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتیں کہ مرد ہمارے واسطے حلال و حرام میں مبتلا ہے اور کمانے میں رشوت وغیرہ سے احتراز نہیں کرتا اس کو سمجھائیں کہ تم حرام آمدنی مت لیا کرو۔ ہم حلال ہی میں اپنا گذارہ کرلیں گی اسی طرح اگر مرد نماز نہ پڑھتا ہو تو اس کو بالکل نصیحت نہیں کرتیں حالانکہ اپنی غرض کیلئے اس سے سب کچھ کرالیتی ہیں۔

اگر عورت مرد کو دیندار بنانا چاہے تو اس کو کچھ مشکل نہیں، مگر اس کیلئے ضرورت اس کی امر ہے کہ پہلے تم دیندار بنو نماز اور روزہ کی پابندی کرو پھر مرد کو نصیحت کرو تو انشاء اللہ ضرور اثر ہوگا۔ اور اگر عورت ذرا سی بھی مضبوطی اور ہمت اختیار کرے تو مرد کو متقی بننا پڑے گا مجبوری سے ہی سہی مگر بہت سی مثالیں ایسی موجود ہیں کہ عورتوں نے مردوں پر زور دیا کہ اگر تم رشوت نہ چھوڑو گے، زکوٰۃ نہ دو گے، نماز نہ پڑھو گے تو ہم تمہاری کمائی نہیں کھائیں گی ادھر مرد عورت کا عشق و محبت کا تعلق ادھر اس خلوص کی برکت۔۔۔۔ اس مجموعہ کا اثر یہ ہوا کہ مردوں کو رشوت سے توبہ کرنا پڑی۔

عورت کی وجہ سے مردوں میں لڑائی

کبھی عورتوں (کی لڑائی) کا فساد شدید ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ یہ اپنے آپس کے تکرار اور لڑائیوں کو مردوں سے بیان کر دیتی ہیں کہ فلاں نے مجھے یوں کہا اور تجھے یوں کہا۔ مردوں میں حرارت ہوتی ہے ان پر زیادہ اثر ہوتا ہے پھر یہ بات تک ہی نہیں رہتے بلکہ ہاتھ سے بھی بدلہ لیتے ہیں جس کیوجہ سے قتل اور خون تک ہو جاتے ہیں۔

عورتوں کی بُری عادت اور گھریلو لڑائیاں

عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ ایک ذرا سا بہانہ مل جائے اس کو مدتوں تک نہ بھولیں گی اور اس کی شاخ نکالتی چلی جائیں گی، ان کا کینہ کسی طرح نکلتا ہی نہیں۔ کوئی گھر ایسا نہیں جس کی عورتیں اس میں مبتلا نہ ہوں۔ ماں بیٹی آپس میں لڑتی ہیں، ساس بہو آپس میں لڑتی ھیں اور دیورانی جیٹھانی تو پیدا ہی اس لئے ہوئی ہیں کہ لڑائی کریں اور دیکھا جائے تو ان لڑائیوں کی بنیاد صرف اوہام پرستی ہے کسی کے بارے میں ذرا سا شائبہ ہوا اور اس پر حکم لگا کر لڑائی شروع کر دی۔ دوسری نے جب کوئی لڑائی دیکھی تو شبہ کی اور زیادہ گنجائش ہے۔ ادھر سے سیر بھر لڑائی تھی ادھر سے پانچ سیر بھر ہونا کچھ بات ہی نہیں اور جب اصل بات کی تحقیق کیجائے تو بات کیا نکلتی ہے کہ قد دتی کہا تھا کہ وہ بی بی تمھاری شکایت کر رہی تھیں سننے والی کہتی ہے کہ میری جلا ہی نقل کرنے والی عورت (پڑوسن) بہت ایماندار ہے بے سنے اس نے کبھی نہیں کہا ہوگا۔ گھروں میں ہمیشہ لڑائی ایسی باتوں پر ہوتی ہے کسی خدا کی بندی کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ جب شکایت سنے تو اس بیچ کے واسطے کو قطع کر کے خود اس شکایت کرنے والی سے پوچھ لیں کہ تم نے میری شکایت کی ہے۔

مسنون طریقہ بھی یہی ہے کہ اگر کسی سے کچھ شکایت دل میں ہو تو اس شخص پر ظاہر کر دے کہ تمھاری طرف سے میرے دل میں یہ شکایت ہے اس شخص سے اس کا جواب مل جائیگا۔ اگر وہ شکایت غلط تھی تو بالکل دفعیہ ہو جائے گا اور سنی سنائی باتوں پر اعتبار کر لینا اور اس پر کوئی حکم لگا دینا بالکل نصوص شریعت کے خلاف اور جہالت ہے۔ اسی موقعہ کیلئے قرآن شریف میں موجود ہے: **اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم .** (بدگمانیوں سے بچو بیشک بہت سی بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں) اور ارشاد نبوی ﷺ ہے .**ایا کم والظن الکذب فا ن الظن اکذب الحدیث** یعنی بدگمانی سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے ہم نے تو تجربہ سے تمام عمر نہیں دیکھا کہ سنی ہوئی بات کبھی سچ نکلی ہو۔ ایک شخص کا قول ہے کہ ایسے واقعات کی کثیر روایتیں کہ جن سے راوی (نقل کرنے والے) کا کچھ ذاتی تعلق بھی نہ ہو اور راوی بھی ایسا ہو کہ جھوٹ کا عادی نہ ہو تب بھی جب کبھی دیکھا گیا اور تحقیق کی گئی تو تمام باتوں میں چوتھائی بات بھی سچ نہیں نکلی اور ان باتوں کی روایت کا تو پوچھنا ہی کیا جن میں راوی کی ذاتی غرض بھی شامل ہو۔

خانہ جنگیاں (گھریلو لڑائیاں) جہاں کہیں ھیں وہ سب ان ہی بھنگنوں کمہاروں وغیرہ (اس جیسی عورتوں) کی روایتوں کی بنا پر ہیں کہ اصلیت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ کچھ حاشیئے اس پر روایت کرنے والی لگاتی ہے اس سے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ فلانی ہماری مخالف ہے۔ بس اس خیال و وہم سے کچھ حاشیئے (مزید باتیں اور بدگمانی) یہ سننے والی لگا لیتی ہے۔ بس اچھی خاصی لڑائی ٹھن جاتی ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے جنگل میں آدمی رات کے وقت اکیلا ہو اور اسکو شیر کا خوف ہو تو جب وہ ایک طرف کو دھیان جماتا ہے تو کوئی درخت اسے شیر معلوم ہونے لگتا ہے۔ پھر جب خیال کو ترقی ہوتی ہے تو اسی خیالی صورت میں ہاتھ

پیر بھی نظر آنے لگتے ہیں اور سچ مچ کا شیر بن جاتا ہے۔ حالانکہ واقع میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ صرف وہم کی کارگزاری ہوتی ہے۔ اسی طرح سنی سنائی باتوں میں نفس اختراع کرتا ہے کہ اول تو کچھ آمیزش نقل کرنے والے سے شروع ہوتی ہے پھر جس کے سامنے وہ خبر بیان کی گئی وہ پہلے اگلی سے عیب جوئی کیلئے تیار رہتی ہے اور ذرا سا بہانا پا کر سب پچھلی باتوں کو تازہ اور خیالات کو واقعات (اور حقیقت) پر محمول کر لیتی ہے۔ اب بنی بنائی شکایت موجود ہوتی ہے۔

(غوائل الغضب صفحہ ۲۲۴)

عورتوں کی تو دیکھی ہوئی باتیں بھی اس قابل نہیں کہ ان کو صحیح کہا جائے اکثر عورتیں اپنی دیورانی (جیٹھانی) وغیرہ سے اپنی چشم دید باتوں پر ناراض رہتی ہیں۔ اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جس بات پر تم ناراض ہو وہ بات یوں ہے تم نے غلط سمجھا تو کہتی ہیں کہ کیا میں بچی ہوں؟ کیا میں سمجھتی نہیں؟ فلاں کام میرے ہی چڑانے کیلئے کیا گیا تھا۔ پھر لاکھ سمجھایئے لیکن اس فعل کی جو وجہ اپنے ذہن سے گھڑی ہے، وہی رہے گی اور اسی پر روے پر روے رکھتی چلی جائیں گی اور ذرا دیر میں آپس میں رنج ہو جائے گا اب طرفین سے غیبت شروع ہوگی اور ایک دوسرے کی عیب جوئی اور نیچا دکھانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گی یہ سب نتائج غصہ کے ہیں، عورتیں غصہ سے مغلوب ہو جاتی ہے۔

(غوائل الغضب صفحہ ۲۲۵)

شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر سائل کو دینا

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کو کچھ دینا جائز نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عورت خاوند کے گھر میں بلا اس کی اجازت کے کچھ خرچ نہ کرے۔ عرض کیا کہ کیا کھانا بھی کسی کو نہ دے؟ فرمایا کھانا

کھلانا تو سب سے بہتر مال ہے (جمع الفوائد)

ایک حدیث پاک میں حضور ﷺ نے (عورتوں کو صدقہ کی ترغیب دیتے ہوئے) من حلیّھا فرمایا ہے من حلی الزوج نہیں فرمایا، جسکا مطلب یہ ہوا کہ خیرات کی ترغیب اپنے مملوک، زیور میں ہے نہ کہ خاوند کے مال مملوک میں۔

(التبلیغ صفحہ ۳۹ ج ۷)

(اس سے یہ معلوم ہوا کہ) دینی مصارف میں بھی مثلاً کسی سائل فقیر کو دینا یا کسی مدرسہ وغیرہ کے چندہ میں دینا یا کسی عالم یا واعظ یا یتیم و مسکین و بیوہ محتاج کی خدمت کرنا بھی شوہر کی رضامندی کے بغیر اس کے مال میں سے جائز نہیں اور نہ ایسا دیا ہوا چندہ (وخیرات) اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہے حدیث میں ہے:" ان اللہ طیب لا یقبل الا لطیب "یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صاف پاکیزہ (مال وخیرات) ہی قبول کرتا ہے۔

(اصلاح انقلاب صفحہ ۱۸۵ ج ۲)

عورت کے زیور کی زکوٰۃ اور صدقہ وفطرہ

شوہر کے ذمہ عورت کے مملوکہ زیور کی زکوٰۃ یا اس کی طرف سے صدقۂ فطر اور قربانی وغیرہ واجب نہیں۔ البتہ مردوں کیلئے مناسب یہ ہے کہ نفقہ واجبہ کے علاوہ حسب وسعت خرچ ایسے مواقع کیلئے جداگانہ بھی دے دیا کریں۔ اگر ایسی رقم ان کو مل جایا کرے تو ان واجبات کی ادائیگی میں ان کو سہولت ہوگی۔

لیکن یہ شوھر پر واجب نہیں ہے اگر شوہر نے نہ دیا تو عورت اپنا زیور بیچ کر یہ سب حقوق (زکوٰۃ، قربانی وغیرہ) ادا کرے۔ شوہر کے مال سے اس کی رضامندی کے بغیر ان عباد توں میں (اس کا) مال صرف کرنا جائز نہ ہوگا۔ عورتیں اس میں بڑی بے احتیاطی کرتی ہیں اور اس کے ناجائز ہونے کا ان کو وسوسہ بھی نہیں آتا۔ (اصلاح انقلاب صفحہ ۱۸۶)

ضرورت سے زائد ہر عید، بقر عید اور شادی میں کپڑے بنوانا شوہر پر لازم نہیں

عورتوں کی طرف سے ایک کوتاہی یہ بھی ہوتی ہے کہ جوڑے کا انبار (ڈھیر) ان کے صندوقوں میں ذخیرہ رہتا ہے پھر بھی روزانہ شوہر سے جوڑے بنوانے کی فرمائش کی جاتی ہے۔

سو سمجھ لینا چاہیئے کہ شوہر کے گھر کے جوڑے جب تک موجود ہیں اس وقت تک شوہر کے ذمہ نیا جوڑا بنوانا واجب نہیں علی ھذا (اسی طرح) عید بقر عید کیلئے اور شادیوں میں شرکت کیلئے مستقل جوڑا بنانا شوہر کے ذمہ واجب نہیں۔ اور یوں وہ بنادے تو اس کا احسان ہے۔ (اصلاح انقلاب صفحہ ۱۸۵ ج ۲)

شوہر کے مال سے اس کی مرضی کے بغیر کوئی سامان خریدنا جائز نہیں

اس طرح اکثر عورتوں کی بیکار (ضرورت سے زائد) چیزوں کی خریداری میں ریس ہوتی ہے اور اندھا دھند خواہ ضرورت بھی نہ ہو، بس پسند آنے کی دیر ہے کہ فوراً ہی خرید لیتی ہیں اور ذخیرہ کرتی چلی جاتی ہیں پھر لطف یہ کہ نہ وہ چیز کام آتی ہے، نہ ان کی حفاظت کرتی ہیں یوہی ضائع ہوجاتی ہے۔

تو اس طرح خاوند کے مال کو اڑانا قیامت موجب بازپرس ہے (یعنی قیامت کے روز اس کا حساب ہوگا) اسی طرح عید، بقر عید اور شادی کے جوڑے شوہر کے مال سے بلا اس کی رضامندی کے بنانا بھی عورت کے لئے جائز نہیں۔

(انقلاب صفحہ ۱۸۵ ج ۲)

ساتواں باب

گھریلو نظم میں مرد کی سربراہی

اسلام نظم وضبط کا بہت قائل ہے۔ دو آدمی سفر پر نکلیں تو حکم یہ ہے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں تاکہ سفر کے جملہ انتظامات اور پالیسی اس امیر کے فیصلے کے تابع ہو اور سفر میں کوئی بدنظمی پیدا نہ ہونے پائے۔

جو دین ایک چھوٹے سے سفر میں ایک امیر چن لینے کا حکم دے رہا ہے، وہ زندگی کے لمبے سفر میں زوجین میں سے کسی ایک کو سربراہ کیوں نہ بنائے گا۔

تمدّن کی بنیاد

کسی بھی تمدن کی بنیاد گھر ہے۔ یہ معاشرہ کا بنیادی یونٹ ہے، جہاں انسان پیدا ہوتا اور پلتا بڑھتا ہے۔ معاشرہ کے استحکام اور مضبوطی کے لئے لازمی ہے کہ اس کا بنیادی یونٹ بھی مضبوط و مستحکم ہو، وہاں ہر کام نظم وضبط سے ہوتا ہو، گھر کا ایک سربراہ ہو اور گھر کی پوری پالیسی اس کے فیصلے کے تابع ہو۔ یہ ایک دو دن کی بات نہیں، یہ تو زندگی بھر کا سفر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس زندگی بھر کے سفر میں سربراہ خانہ بننے کا حق دار کون ہے مرد یا عورت؟ قرآن حکیم اس بارے میں بڑی وضاحت سے بیان کرتا ہے کہ مرد ہی سربراہ خانہ ہے۔ اپنی فطری اور جسمانی صلاحیتوں کی بناء پر مرد ہی اس بات کا مستحق ہے۔

مرد کی قوامیت یا حاکمیت کو سمجھنے سے پہلے اسلام کے خاندانی نظام کی ترکیب کو سمجھنا ضروری ہے۔

مرد خاندان کا سربراہ کیوں ہے؟

باوجودیکہ میاں بیوی دونوں کا باہمی تعلق محبت والفت کا ہے، مگر گھر کے ادارہ کو کامیابی سے تبھی چلایا جاسکتا ہے جب اس کا سربراہ انتظامی قابلیت رکھتا ہو، فطری صلاحیت، قوت وطاقت کے لحاظ سے اپنے منصب کو سنبھالنے کا اہل ہو اور اہل خانہ کی جملہ مادی وروحانی ضروریات کا کفیل ہو۔ چنانچہ اپنی فطری صلاحیت کی بناء پر مرد ہی اس بات کا اہل ہے کہ یہ منصب اس کو دیا جائے۔ لہذا اسلام نے بھی گھر کا سربراہ مرد کو ہی بنایا ہے تاکہ گھر کے ادارے ٹھیک ٹھاک طریقے سے چلتے رہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الرجال قوّامون علی النساء بما فضّل الله بعضهم علی بعض و بما انفقوا من اموالهم .(النساء : ۳۴)

ترجمہ:۔ ''مرد عورتوں کے محافظ ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

''قوّام'' سے کیا مراد ہے؟

''قوّامون'' کا لفظ جمع ہے، اس کا واحد ''قوّام'' ہے۔ قوّام کا مطلب ہے: کسی کی حفاظت ونگرانی کرنے والا، بندوبست کرنے والا۔ مثلاً قرآن پاک کا ارشاد ہے: **کونوا قوّامین بالقسط** کہ انصاف کے محافظ بن جاؤ (یعنی انصاف کا بہت خیال کرو) تو پھر آیات مبارکہ کی مراد یہ ہوئی کہ مرد عورتوں کے محافظ ہیں، اخلاق اور معلاملات کے نگران ہیں، گھر کے سربراہ ہیں۔

لیکن مرد کو گھر کا سربراہ بنانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ عورت اس کی غلام ہے۔ وہ حاکم ہے اور عورت محکوم ہے بلکہ قرآن پاک نے وضاحت فرمادی ہے۔

تمھید: عورتوں کی اخلاقی کمزوریاں

۱:......عورتوں کی باہم لڑائیاں:

عورتوں کی نااتفاقی (اور باہم لڑائیاں) شدید تو نہیں ہوتیں مگر مدید (لمبی ہوتی ہیں) کہ ان میں آپس میں کشیدگی ہوتی ہے تو زمانہ دراز تک اس کا سلسلہ چلتا رہتا ہے نیز ان میں ایک بری عادت ایسی ہوتی ہے کہ جب کسی بات پر لڑائی ہوگی تو پہلے مردے اکھیڑے جاتے ہیں۔ مردوں میں یہ مرض کم ہے مگر عورتیں جن باتوں کی صفائی کر چکتی ہیں دوبارہ لڑائی کے کے موقع پر پہلی باتوں کو پھر دہراتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس وقت کا معاملہ اگرچہ ہلکا بھی ہو تو پہلی باتوں کی یاددہانی کی وجہ سے سنگین ہو جاتا ہے۔

خصوصاً جبکہ یاددہانی بھی دل خراش الفاظ سے ہو جس میں عورتوں کو خاص ملکہ حاصل ہے یہ طعن کے موقع پر اپنے احسان کو بھی ایسے عنوان سے جتلاتی ہیں کہ دوسرے کا کلیجہ پاش پاش ہو جائے۔

(الانسداد للفساد صفحہ ۳۲۶)

۲:...... عورت کی غیبت کرنے، سننے کی عادت:

عورتیں غیبت کرتی ہیں خود بھی حکایت شکایت کرتی ہیں اودوسروں سے بھی سنتی ہیں اوراس کی جستجو میں بھی رہتی ہیں کوئی عورت باہر سے آئی اور پوچھنا شروع کیا کہ فلاں مجھ کو کیا کہتی تھی؟ گویا منتظر ہی تھی!! آنے والی نے کچھ کہہ دیا کہ یوں یوں کہتی تھی۔۔۔۔بس پھر تو پل باندھ لیا۔ خوب سمجھ لو کہ غیبت سے نااتفاقی ہو جاتی ہے۔ آپس میں عداوت قائم ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ غیبت کرنا اوراس کا

سننا خود بڑا گناہ بھی ہے۔ کلام اللہ میں اس کی بڑی مذمت آئی ہے۔

(حقوق الزوجین صفحہ ۳۴۴)

۴:......گھر کا کام کرنے میں خود عورتوں کا فائدہ ہے:

ایک صاحب نے عرض کیا کہ عورتیں خود ہی گھر کے کام کاج کرتی ہیں اور اس قدر مشقت اٹھاتی ہیں کہ کسی وقت چین سے نہیں بیٹھتیں تو وہ خود ہی اپنی بھلائی، آرام وراحت نہیں چاہتیں۔ فرمایا ان کے ایسا کرنے میں ان کی ذاتی مصلحت اور فائدے ہیں: وہ یہ کہ اس سے ان کی صحت ٹھیک رہتی ہے مثلاً کھانا پکانا آٹا پیسنا، گوندھنا ہے۔ خود ہمارے گھروں میں عورت سب کام اپنا اپنے ہاتھ سے کرتی ہے حتی کہ ضرورت ہو تو سیر دو سیر آٹا پیس بھی لیتی ہے۔ سو اگر وہ اپنی رائے اور مصلحت سے مشقت اختیار کرے تو یہ دوسری بات ہے مگر اس پر ظلم کی راہ سے مشقت ڈالنا نہایت بے رحمی اور بے مروتی کی بات ہے۔

جب سے عورتوں نے اس کام کاج اور مشقت کی محنتیں چھوڑ دیں تندرستیاں خراب ہو گئیں ہمیشہ درد کا پیالہ منہ سے لگا رہتا ہے اور جن قوموں میں اب بھی ان کا رواج ہے دیکھو کیسی تندرست رہتی ہیں خدا غارت کرے اس شیخی کو ۔۔۔۔۔ دین کا گناہ تو ہے ہی، دنیاوی نتائج بھی اس کے ایسے ہیں کہ صحت جیسی چیز غارت (برباد) ہو گئی

(التبلیغ صفحہ ۹۲۔ دواء العیوب)

خواتین کے حقوق

ولھنّ مثل الذی علیھن با لمعر و ف وللرّجا ل علیھن در جة

(البقرہ : ۲۲۸)

ترجمہ۔ ''عورتوں کے لئے بھی اسی طرح کے حقوق ہیں جس طرح ان کی دستور کے مطابق ذمہ داریاں ہیں اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ حاصل ہے۔'' مرد کا یہ ایک زائد درجہ انتظامی سربراہ کا درجہ ہی تو ہے۔ یہی مغرب کے نظریۂ مساوات مرد وزن کو رد کر دیتا ہے، جو مرد اور عورت کو ہر معاملے میں برابر قرار دینے کا علمبردار ہے۔

مرد کے حاکم ہونے پر دلائل

ا:......مرد فطری طور پر حاکم ہے:

حاکمیت کا جذبہ مردوں میں فطری طور پر موجود ہے۔ مرد ہر حال میں چاہتے ہیں کہ عورت ان کی اطاعت گزار ہو، خواہ وہ بیوی ہو، بہن ہو بلکہ ماں ہو تب بھی اسے بیٹے کا فرمانبردار ہی ہونا چاہئے۔ یہ چیز برصغیر پاک و ہند میں تو بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ جب تک عورت اپنے شوہر کی بات مانتی رہے، اس کے کہنے پر رات کو دن کہہ دے اور اس کی اطاعت گزاری میں دن کو رات کہہ دے، تب تک مرد اس سے راضی ہے اور گھریلو امور بخیر وخوبی چلتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر عورت کسی معقول بات کا معقول طریقے سے بھی جواب دے دے، عموماً مرد کی مردانہ غیرت جاگ اٹھتی ہے کہ تو عورت ہو کر مجھے جواب دیتی ہے۔ پھر انجام کار معاملہ ڈانٹ بلکہ مار پیٹ تک جا پہنچتا ہے۔

(۱) عورت چونکہ مرد کے مقابلے میں جسمانی طور پر کمزور واقع ہوئی ہے

لہذا عورتوں پر مردوں کے جسمانی تشدد میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں رہتی۔ یہ امر واقعی ہے کہ آج کے مہذب اور ترقی یافتہ مغرب میں بھی عورتیں اسی طرح پٹتی اور مردوں کا تشدد سہتی ہیں۔ اگر وہ آگے سے مزاحمت کرتی ہیں تو مرد اور غصے میں انہیں مارتے ہیں، بلکہ مغرب میں تو اکثر سنگین قسم کی مار پیٹ بلکہ موت تک اس وقت واقع ہوتی ہے جب عورت آگے سے مزاحمت کرنا یا بھاگ جانا چاہتی ہے۔ مغرب کے دور قدیم میں اتنے وسیع پیمانے پر عورت کو مار پیٹ نہیں ہوتی تھی، نہ ہی یہ کوئی بڑا مسئلہ تھا۔ مگر آج نظریۂ مساوات مرد و زن کے تحت یہ اتنا پیچیدہ معاشرتی مسئلہ بن گیا ہے کہ اس مسئلہ پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔

مارچ ۱۹۸۷ء کے ''ریڈرز ڈائجسٹ'' نے اس مسئلے پر خوب تحقیق کی اور یہ نتیجہ سامنے آیا ''کوئی بھی تشدد کرنے والا آپ کو بتا سکتا ہے کہ اس نے عورت کو کیوں مارا؟ اس نے عورت پر غلبہ اور کنٹرول حاصل کرنا چاہا، وہ چاہتا ہے کہ اس کی مرضی کے مطابق چلے۔''

(ب) مرد عقلی طور پر برتر ہے:

عورتوں میں انتظامی صلاحیت مردوں کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔ پھر وہ حافظہ میں بھی مردوں سے کم ہیں۔ ان کی طبیعت میں اثر پذیری ہے۔ عورت بہت جلد ہر واقعہ کا اچھا یا برا اثر لیتی ہے اور پھر فوراً اس کے مطابق فیصلہ کر ڈالتی ہے بغیر سوچے سمجھے، جبکہ مرد فوراً متاثر نہیں ہوتا، بلکہ سوچ سمجھ کر تحمل کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور اس پر جم جاتا ہے۔ یہ عام تجربہ اور روزمرہ کے مشاہدے میں آنے والی بات ہے کہ اکثر استعمال میں آنے والی چابیاں بھی بیشتر عورتوں سے گم ہوتی رہتی ہیں، آدھے سے زیادہ وقت انہی کو ڈھونڈنے میں لگ جاتا ہے۔ پھر اپنی جلد بازی

کی بناء پر جذبات سے مغلوب ہو کر فوراً کارروائی کرنا اور بعد میں مدت العمر اس پر پچھتانا عورتوں کی فطرت میں شامل ہے۔ ''کاش! میں اپنا غصہ پی جاتی، ساس کو آگے سے جواب نہ دیتی تو کتنا اچھا ہوتا"، "اب پتہ نہیں انجام کیا ہوگا"؟ "ہائے! میں نے اپنے سارے زیور فلاں پیر کو کیوں دے دیئے"؟ "میں کیوں اس کی پارسائی سے دھوکہ کھا کر لٹ گئی"؟ "کچھ تو سوچ لیا ہوتا، اب زیور کیسے ملے گا"؟ "نمود و نمائش کی خاطر بیٹی کی شادی پر اتنا قرض تو لے لیا، اب ادائیگی کیسے ہوگی؟''

یہ اور اس قسم کے بہت سے امور ثابت کرتے ہیں کہ اگر عورت کو خانگی نظم میں سربراہی کا مقام و منصب دیا جائے تو گھر کا ادارہ بگڑ کر رہ جائے۔ اس لئے عورتوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ میرا رب، میرا خالق، میرا ہمدرد، میرے فائدے کو مجھ سے بڑھ کر جاننے والا مہربان مالک مجھ پر کتنا احسان فرما رہا ہے کہ میری کمزوریوں کا لحاظ کر کے وہ مجھے بہت سی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر رہا ہے۔

کیا عورت گھر کی سربرہ ہو سکتی ہے؟

مندرجہ ذیل بحث سے واضح ہوتا ہے کہ گھر کا سرابرہ بننے کے لئے مرد ہی موزوں ہے، عورت عقلی، علمی اور جسمانی ہر لحاظ سے مرد سے کم تر ہے، علاوہ ازیں ایک اہم وجہ مرد کا مالی بوجھ اٹھانا بھی ہے۔ یہاں اعتراض اٹھایا جا سکتا ہے کہ اب تو خواتین معاشی لحاظ سے خود کفیل ہو رہی ہیں، اس لئے وہ کیوں مرد کو اپنے سے برتر اور اپنا سربراہ مانیں؟ تو جواب یہ ہے کہ صرف معاشی استحکام ہی زندگی میں فیصلہ کن امر نہیں ہے۔ عورت جذباتی لحاظ سے سہارے کی محتاج ہے۔ پھر بچوں کی معاش، ان کی نگہداشت، تعلیم و تربیت، شادی بیاہ، خاندان کے ساتھ تعلقات اور دیگر مختلف مسائل ہیں جو سربراہ خاندان کو حل کرنے ہوتے ہیں۔ کمانے

والی عورت کیا یہ مسائل بھی حل کرنے کی اہلیت رکھتی ہے؟ نیز یہ امر بھی ملحوظ خاطر ہو کہ اگر کمانا ہی سربراہی کے لئے کافی ہے تو ذرا یہ دیکھ لیا جائے کہ ہمارے ملک میں کمانے والی عورتوں کا تناسب کتنے فیصد ہے؟ بیشک مسلم معاشرے میں کمانے والی عورتیں بھی رہی ہیں، آج بھی ہیں اور آئندہ بھی ہوں گی، مگر بات صرف کمانے والی یا معاشی طور پر مضبوط خواتین کی نہیں ہو رہی، بات تو پورے طبقہ خواتین کی ہے اور پھر کمانے والی عورتیں بھی قسم کھا کر بتائیں کہ کیا وہ اپنی ضروریات کے لئے شوہر سے بے نیاز ہو سکتی ہیں؟

اصل حقیقت یہی ہے کہ عورت کو اپنی فطری کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ ورسول ﷺ کے فرمان کے مطابق شوہر کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ اس کی سربراہی کو دل سے تسلیم کر کے اس کی خدمت اور اطاعت کرنی چاہئے۔ جب وہ ذاتی زندگی میں کسی لمحہ بھی (بیٹی ہو یا بیوی) مرد سے بے نیاز نہیں ہو سکتی، تو حقیقت کا انکار کرنے میں عار کیسی؟ مرد اپنی برتری کے باوجود یہ نہیں کہتا کہ وہ عورت سے بے نیاز ہے، تو پھر عورتوں کو ہی ایسی کونسی افتاد آن پڑی ہے کہ وہ مساوات کے چکر میں خوار ہو رہی ہیں؟

انداز بیاں گرچہ میرا شوخ نہیں ہے
شاید کہ کسی دل میں اتر جائے میری بات

آٹھواں باب

ایک اہم بحث: تعدِ داز دواج

ایک مرد کا کئی بیویوں سے شادی کر لینا تعدد از دواج کہلاتا ہے۔ دور جدید میں اسلام پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان میں سے ایک اہم اعتراض اسلام کا ایک سے لیکر چار عورتوں تک کے ساتھ شادی کر لینے کی اجازت دینا بھی ہے کہ ''انسان کی فطرت تو ایک بیوی کا تقاضا کرتی ہے، لہذا یہ اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ دوسری طرف عورت کے ساتھ یہ بڑی زیادتی ہے کہ ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری بیوی بھی آجائے اور ساری عمر اس کی حریف اور مدمقابل بن کر اس کو چڑاتی رہے۔ یہ صریح ظلم وزیادتی ہے۔''

چنانچہ اس ''صریح ظلم وزیاتی'' کو روکنے کے لئے بعض ممالک میں قانوناً صرف ایک ہی بیوی رکھنے کی اجازت ہے۔ بعض ممالک میں تعدد از دواج پر کوئی پابندی تو نہیں مگر اخلاقی اور معاشرتی طور پر اس کو بہت برا سمجھا جاتا ہے، جبکہ عرب ممالک میں تعدد از دواج پر نہ کوئی قانونی پابندی ہے اور نہ اس کو معاشرتی اور اخلاقی طور پر برا سمجھا جاتا ہے۔

تعدد از دواج میں عورت کی حق تلفی نہیں

تعدد از دواج کا تعلق (یعنی کسی مرد کا ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کا عمل) اگرچہ مردوں کے حقوق کے ساتھ شامل ہے۔ مگر موجودہ دور کے مفکرین نے

اسے خواہ مخواہ عورتوں کے حقوق کے ساتھ اس طرح جوڑ دیا ہے کہ کسی مرد کا ایک سے زیادہ شادی کرنا لازمی طور پر عورتوں کی حق تلفی اور ان کے حقوق پر دست درازی بلکہ ان کی توہین کے مترادف سمجھا جاتا ہے حالانکہ بعض صورتوں میں تعدد ازدواج میں عورتوں کی حق تلفی کے بجائے ان کے ساتھ بہت بڑی ہمدردی ہوتی ہے۔

احکام شرعیہ عورتوں کے حقوق کے ضامن ہیں

پردہ، تعدد ازدواج اور طلاق وغیرہ کے احکامات جن پر آج سب سے زیادہ اعتراض کیا جارہا ہے شریعت کے یہ احکامات ایسے نہیں ہیں کہ جن سے عورتوں کی حق تلفی ہوتی ہو۔ بلکہ یہ موجودہ دور کے فتنوں کو دیکھتے ہوئے عورت کے حقوق کے ضامن ہیں۔ پردہ عورت کے قیدی ہونے کی علامت نہیں بلکہ اس کے حفظ وناموس کے لئے درحقیقت ایک ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج آپ کسی بھی شہر اور کسی بھی بازار اور شاہراہ سے گزر یئے تو آپ دیکھیں گے کہ بداخلاق اور غنڈے قسم کے لوگ پردہ دار اور برقع پوش خواتین سے چھیڑ چھاڑ اور تعرض نہیں کریں گے۔ اس کے برعکس اگر دیکھا جائے تو یہی غنڈے اور بداخلاق لوگ بے پردہ اور بن ٹھن کر گذرنے والی عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کر کے ان کا ناک میں دم کر دیں گے۔ اگر کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرے تب بھی یہ بات کیا کم ہے کہ نامحرم لوگ ایسی عورتوں کو بھوکی نظروں سے گھور گھور کے دیکھتے ہیں۔ جو تمام فتنوں کی جڑ ہے۔ اور حقیقت کی نظر سے اگر دیکھا جائے تو ہر قسم کے فساد کا باعث یہی بے پردگی اور آزادانہ میل جول ہی نظر آئے گا۔ اسی وجہ سے اسلام نے نامحرم عورت اور مرد کے آزادنہ میل جول اور بے پردگی پر لگام اور قدغن لگائی ہے، کیونکہ اسلام نہیں چاہتا ہے کہ عورت کیوجہ سے معاشرہ میں کسی قسم کا فتنہ وفساد برپا ہو لھذا اس قسم کے فتنے پیدا

ہونے سے پہلے ہی ان کی روک تھام ضروری ہے۔ ورنہ آزادی کے ساتھ میل ملاپ کے بعد اس قسم کے فتنوں کو روکنا سخت مشکل ثابت ہوا کرتا ہے۔

تعددازدواج عورتوں کی حق تلفی کیوں نہیں

اب ہم اصل بحث اور موضوع کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں: وہ یہ ہے کہ تعدد ازدواج میں عورت کی حق تلفی نہیں اور نہ ہی یہ ظالمانہ قانون ہے۔ اس لئے کہ یہ ہر مرد کے لئے کوئی لازمی قانون نہیں بلکہ بعض تمدنی، سماجی اور معاشرے میں بعض خصوصی سماجی حالات کے تحت اس امر کی شدید ضرورت پڑتی ہے تاکہ معاشرہ کو اخلاقی فساد اور افراط وتفریط سے بچایا جائے۔

تعددازدواج کے محرکات

(۱) کبھی عورت بانجھ ہوتی ہے یا اس میں کوئی جنسی عیب ہوتا ہے جس کی وجہ سے دوسری شادی کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ مرد اور عورت کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ صاحب اولاد ہوں جو ان کی وارث اور جانشین بنیں نیز بڑھاپے میں ان کی دیکھ بھال کرے۔

(۲) عورت کی بنسبت مرد ہمیشہ جنسی عمل کیلئے مستعد رہتا ہے، جب کہ ہر عورت حیض، حمل اور نفاس کی حالت میں جنسی عمل کے قابل نہیں رہتی ہے۔ اور اس قسم کی مفارقت بعض مردوں پر شاق گزرتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی طبیعتوں کو یکساں طور پر نہیں بنایا۔ بعض لوگ اس قسم کی مفارقت برداشت کر سکتے ہیں اور بعض لوگ نہیں کر سکتے۔ لھذا فتنہ سے بچنے کے لئے ایسے لوگوں کو چند شرائط کے ساتھ دوسری شادی کی اجازت دی گئی ہے۔ مگر یہ چیز کسی طرح عورت کے حقوق

پر دست درازی نہیں، بلکہ ایک حرام کام سے بچنے کے لئے ایک حلال طریقہ اختیار کرنا ہےاوراس میں عورت اورمرد دونوں کے حقوق کی ضمانت ہے۔

(۳) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی ملک یا معاشرے میں غیر شادی شدہ لڑکیاں، لڑکوں کے مقابلہ میں کثرت سے ہوتی ہیں۔اس صورت میں اگر مرد کوایک سے زیادہ نکاح کی اجازت نہ دی جائے تو بہت سی لڑکیاں غیر شادی شدہ رہ جائیں گی جو غلط راستوں پر نکل سکتی ہیں۔لہٰذا اس فساد کوروکنے اور معاشرے کے توازن کو قائم و برقرار رکھنے کیلئے بعض اوقات تعدد ازدواج ضروری ہو جاتا ہے۔

(۴) اسی طرح بیواؤں اور طلاق والی عورتوں کے مسائل کوحل کرنے کیلئے بھی تعدد ازدواج ایک بہترین فارمولا ہے۔ورنہ معاشرہ میں فساد برپا ہوسکتا ہے۔ خود پیغمبر علیہ السلام نے جو زیادہ شادیاں کیں تو اس میں دیگر اسباب کے علاوہ ایک خصوصی سبب ان بیواؤں کی دیکھ بھال بھی تھا۔جن کا کوئی کفیل نہیں تھا۔جیسا کہ حضرت سودہ بنت زمعہؓ، حضرت زینبؓ بنت خزیمہ اور حضرت ام حبیبہؓ بنت ابو سفیانؓ وغیرہ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔

(۵) اس سلسلے میں سب سے بہترین حل یہ ہے کہ جو عورت بیوہ یا مطلقہ ہو جائے تو اس کے قریبی اعزہ اور رشتہ دار محض انسانی جذبے کے تحت ایسی عورت کا ہاتھ تھام کر اس سے نکاح کرلیں۔جبکہ ان کے معاشی حالات و وسائل اس کی اجازت بھی دے رہے ہوں۔اس سے ایک بیوہ کی خبر گیری صحیح اور اکمل طریقہ سے ہوسکتی ہے۔

تعدد ازدواج کا آغاز کب ہوا؟

اگر تعدد ازدواج کوئی "ظلم و زیادتی" ہے تو بھی یاد رکھیے کہ اس ظلم و زیادتی کا آغاز ابتدائی دور کے انسان نے کیا تھا۔دنیا کی بیشتر قوموں میں اس کا

رواج رہا ہے۔ تمام مذاہب نے اس کی اجازت دی ہے اور سب پیغمبروں کی ایک سے زیادہ بیویاں رہی ہیں۔ عرب معاشرے میں تو اس کا بہت زیادہ رواج تھا۔ بعض لوگ دس دس تک شادیاں کر لیتے تھے۔ غیر محدود بیویاں رکھنے کا جو رواج تھا اسلام نے اس کو حرام ٹھہراتے ہوئے اسے صرف چار تک محدود کر دیا کہ اب صرف چار ہی شادیاں کرنا جائز ہے، اس سے آگے بڑھنا حرام اور ناجائز ہے۔ ہندوؤں میں بھی کئی شادیوں کی اجازت ہے۔ تورات اور انجیل میں پیغمبروں کی ... سے زائد بیویوں کا ذکر آتا ہے۔ مسئلہ کی اصل نوعیت یہ ہے کہ اسلام نے چار شادیوں کا کوئی نیا حکم نہیں دیا، بلکہ پہلے سے موجود دس دس بیویوں کی تعداد کو چار تک محدود کر دیا ہے۔

تعدد ازدواج، ایک معاشرتی ضرورت

تعدد ازدواج بسا اوقات ایک معاشرتی ضرورت بھی بن جاتی ہے۔

(۱) عموماً تو معاشرے میں مردوں عورتوں کا تناسب یکساں رہتا ہے، مگر جب کسی قوم کو جنگ سے واسطہ پیش آتا ہے تو اس میں زیادہ تر مرد ہی کام آتے ہیں اور وہ بھی نوجوان، تنومند۔ اس طرح معاشرے میں عورتوں کا تناسب بڑھ جاتا ہے، بہت سی عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں، نوجوان بچیوں کے لئے ہم پلہ رشتے نہیں ملتے۔ یوں مردوں اور عورتوں کا توازن درہم برہم ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں تعدد ازدواج ایک ناگزیر ضرورت بن جاتا ہے تاکہ معاشرہ اس جنسی طوفان اور بے حیائی کے سیلاب سے بچ سکے جو عموماً جنگوں کے بعد یکدم بہہ نکلتا ہے۔ مردوں کی تعداد کم ہونے سے بہت سی عورتیں بے آسرا رہ جاتی ہیں، جن کی روزی کی کوئی شکل تو پیدا کی جاسکتی ہے مگر ان کی جذباتی اور صنفی تسکین کا کیا بندوبست ہو؟

دوسری طرف ایسی بے آسرا خواتین مردوں کی ہوس رانی کا شکار بن جاتی ہیں مگر پھر جذباتی تسکین سے پھر بھی نا آشنا ہی رہتی ہیں۔ شوہر اور بچوں کی محبت کو جس کے بغیر ان کی زندگی نامکمل اور بے کیف رہتی ہے، ساری عمر ترستی ہی رہتی ہیں (اور کوئی صالح معاشرہ اس صورت حال کو برداشت نہیں کرسکتا)۔

کیا اس طرح کے حالات میں ایسی خواتین کو معاشرے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے؟ تاکہ جس طرح چاہیں ہر جائز و ناجائز طریقے سے اپنی صنفی تسکین کرتی رہیں اور معاشرے میں بے حیائی کی زبردست وباء پھوٹ پڑے، جس طرح عملاً دونوں عظیم جنگوں کے بعد یورپی ممالک میں عموماً اور فرانس میں خصوصاً واقع ہوا اور فرانسیسی قوم اسی صنفی انارکی کے باعث اپنا استحکام، عظمت اور تمام تر وقار کھو بیٹھی۔

کیا یہ معاشرتی انتشار اور بے حیائی کی وباء اور اس کے نتیجے میں معاشرے کا فساد و ابتری بہتر ہے۔۔۔ یا یہ بہتر ہے کہ مرد کو قانوناً ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت ہو بشرطیکہ وہ اسلام کی عائد کی ہوئی شرط ''عدل'' کو ملحوظ رکھے؟

(۲) افرادی قوت، قوم کی پائیداری اور استحکام میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ دفاع، صنعت و حرفت، زراعت، تجارت غرض ہر شعبہ میں ترقی کے لئے افرادی قوت کی اہمیت مسلمہ ہے۔ زیادہ افرادی قوت حاصل کرنے کا اہم ذریعہ تعدد ازدواج بھی ہے۔ کیونکہ عورت تو عموماً چالیس پینتالیس سال کے بعد اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتی، مگر مرد ستر سال تک بھی اس قابل ہوتا ہے کہ وہ عورت کو بارآور کرسکے، اب اگر وہ دوسری شادی کرلے تو اس کا پھر سے اولاد والا سلسلہ قائم ہوسکتا ہے۔ لہٰذا جن اقوام کو اپنی افرادی قوت میں اضافہ کرنا مطلوب

ہوتا ہے، وہ خود تعداز دواج کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔فرانس، اسرائیل، روس، جرمنی وغیرہ میں آج بھی اس حوصلہ افزائی کی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

اسلام میں تعدد ازواج کے احکام

اسلام کا رجحان یک زوجگی کی طرف ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلٰث وربٰع فان خفتم الّا تعدلوا فواحدۃ. (النساء: ۳)

ترجمہ: ''عورتوں میں سے جو تم کو پسند ہوں ان سے نکاح کرلو، دو عورتوں سے، تین عورتوں سے یا چار عورتوں سے، پس اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کافی ہے۔''(۲)

اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی صورت میں مرد اس بات کا پابند ہے کہ وہ ان سب کے ساتھ یکساں طور پر انصاف کا برتاؤ کرے۔جس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ مرد کو صرف ایک بیوی پر ہی اکتفا کرنا چاہئے۔گویا جہاں تک عام حالات کا تعلق ہے اسلام تعدد ازواج کے مقابلے میں ایک بیوی کے حق میں ہے۔مگر بعض اوقات مرد کو ایک بیوی کا پابند کرنا خود انصاف ہی کے تقاضوں کو پامال کرنے کے مترادف بن جاتا ہے۔جیسا کہ مندرجہ بالا بحث میں واضح کیا جاچکا ہے، اس طرح کے غیر معمولی حالات میں اسلام ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت دیتا ہے، مگر شریعت کے اس حق سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ مرد بیویوں کے درمیان ان تمام معاملات میں عدل ومساوات کا پابند رہے جو اس کے اپنے بس میں ہیں، مثلاً غذا، لباس، مکان اور شب باشی اور حسن معاشرت میں سب کے ساتھ عدل اور برابری کا

سلوک کرے۔

اصل بات یہ ہے کی اسلام میں ازدواجی زندگی ذمہ داریوں سے گھری ہوئی ہے۔ایک ہی بیوی کی بے پناہ ذمہ داریاں مردکواٹھاناپڑتی ہیں، جوتعدداز واج کی شکل میں اور بھی بڑھ جاتی ہیں، اسلام نے ایک سے زاید بیویاں رکھنے پر اتنی حدودوقیود عائد کی ہیں کہ بغیرکسی حقیقی ضرورت ومجبوری کے کوئی مسلمان ایک سے زیادہ شادی کرنے کی ہمت ہی نہیں کرسکتا ہے۔

دوسری شادی عیاشی یاتفریح کاذریعہ نہیں

اسلام نے جواجازت دی ہےاس کے ساتھ اتنی پابندیاں ہیں کہ مخالفین کا یہ واویلا کی عیاشی کی خاطر چار چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے، بالکل غلط ثابت ہوجاتا ہے۔اسلام نے نہ تواس کی ہمت افزائی کی، نہ شوق دلایا بلکہ اس کی پیچیدہ ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ خوب شوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھاناورنہ روز قیامت اللہ کے آگے جواب دیناپڑے گا۔

مرد کی ضرورت

تعدد ازواج کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے مرداورعورت دونوں کی فطرت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ابتداہی سے مردوں کاایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی طرف رجحان رہاہے۔اگر وہ ایک شادی پراکتفا کرتے ہیں تواس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فی الواقع دوسری بیوی کی خواہش یاضرورت محسوس نہیں کرتے۔اب جن لوگوں کے اندر جنسی خواہش زیادہ شدید ہوتی ہےاورایک بیوی سے ان کا گزارا نہیں ہوتا، ان کودوسری شادی کی اجازت نہ ہوتو وہ ضرورحرام کاری میں مبتلا ہوجائیں گے۔سوچنا چاہئے کہ کیاحرامکاری کی خرابیاں زیادہ ہیں یادوسری شادی کرنے کی؟

عورت کی کیفیت

دوسری طرف عورت کی یہ کیفیت ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً حیض، نفاس، حمل اور رضاعت کے مراحل سے دوچار ہوتی رہتی ہے۔ ان مراحل میں عورت کے فطری جذبات نسبتاً کمزور پڑ جاتے ہیں اور بعض حالات میں تو وہ بالکل جنسی تعلقات کے قابل نہیں رہتی مثلاً حیض ونفاس (اسی وجہ سے شریعت نے ان ایام میں مباشرت سے منع فرمادیا ہے) پھر زمانۂ حمل میں مباشرت سے بعض اوقات بچے کو بھی ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسی طرح رضاعت کے دور میں بھی عورت جسمانی طور پر کمزور ہوتی ہے۔ پھر وہ مرد کے مقابلے میں بوڑھی بھی جلد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ایک بیوی پر قناعت نہیں کرتا اور وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو یہ اس کی اپنی مجبوری ہوئی نہ کہ پہلی بیوی پر زیادتی۔

عورت کا بانجھ پن

بعض ایسے حالات بھی پیش آسکتے ہیں، جن میں تعدد ازدواج مسئلے کا واحد حل ہوسکتا ہے، مثلاً بیوی کا بانجھ ہونا یا کسی ایسے دائمی مرض میں مبتلا ہونا جس کی وجہ سے زوجہ زن وشوہر کے تعلقات کے قابل ہی نہ رہے۔ اب خاوند مستقل اولاد کی نعمت سے کیوں کر محروم رہے؟ یا دوسری شکل میں وہ اپنی فطری خواہش کا کیا بندوبست کرے؟ ان حالات کا معقول علاج دوسری شادی ہی ہے (ایسے حالات میں بعض اوقات خود فرمانبردار اور مخلص بیویاں ہی اپنے شوہروں کو دوسری شادی کرنے کا مشورہ دے دیتی ہیں)۔ اب ان سب حالات میں اگر مرد کو ایک زوجی کا ہی پابند کیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ یا تو وہ باہر داشتائیں تلاش کرتا پھرے گا اگر کوئی بہت شریف اور پاکدامن ہے تو وہ اعلان کئے بغیر کہیں دوسرا نکاح

کر لے گا (ضمیر کی خلش کو مٹانے کے لئے)۔ مگر اسلام کی نظر میں خفیہ نکاح کی کوئی حیثیت نہیں۔ لہٰذا ناگزیر ہے کہ اسے کھلے عام دوسری شادی کرنے کی اجازت دی جائے۔ اسلام نے، جو کہ دین فطرت ہے، مرد کی خواہشات اور اس کی مجبوریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے دوسری بیوی کی اجازت دی ہے۔ رہ گئی پہلی بیوی۔۔۔۔ تو یہ اس کی اپنی مرضی پر موقوف ہے۔ بانجھ ہونے کی صورت میں چاہے تو طلاق لیکر الگ ہو جائے اور چاہے تو اس کے ساتھ رہ جائے۔ اگر پہلی بیوی دائم المرض ہے تو اس کے لئے یہ بات زیادہ مفید ہے کہ شوہر دوسری شادی کر لے۔ اب اگر ان حالات میں شوہر کو مجبور کیا جائے کہ پہلے والی بیوی کو طلاق دو، پھر تم دوسری شادی کر سکتے ہو، تو کیا یہ پہلی عورت کے ساتھ ظلم نہ ہوگا؟ خصوصاً اس شکل میں جب کہ وہ شوہر کے ساتھ رہنے کے لئے تیار بھی ہو اور خود شوہر بھی اسے چھوڑنا نہ چاہتا ہو۔

عورتوں کے لئے ایک سے زیادہ شوہر بنانا کیونکر جائز نہیں

ایک اعتراض:

عموماً فرنگ زدہ خواتین کی طرف سے اسلام کے حکم تعدد ازدواج پر ایک اور انداز میں بھی اعتراض اٹھایا جاتا ہے۔ مساوات مرد و زن کی قائل عورتیں کہتی ہیں کہ اگر مردوں کو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت ہے تو پھر یہ اجازت عورتوں کو بھی ملنی چاہئے کہ وہ ایک سے زیادہ مردوں سے شادی کر سکیں۔

جواب:

یہ اعتراض اتنا بیہودہ اور لغو ہے کہ ایک باحیاء عورت کو اس بات کا تصور کرنے سے بھی گھن آتی ہے۔ یہ تو بحث برائے بحث ہے، جس کا عورت کی فطرت

سے بالکل واسطہ نہیں ۔ ویسے بھی ایک عورت اپنی طبعی وجسمانی کمزوری کی بناء پر ایک سے زیادہ شوہروں کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ حیض ونفاس اور حمل ورضاعت کی مجبوریاں ایسی ہیں کہ وہ بعض اوقات صرف ایک مرد یعنی اپنے شوہر کی خواہش بھی پوری نہیں کرسکتی۔

جو عورتیں کئی مردوں کی خواہش کی تسکین کا سامان بنتی ہیں ان کا اپنا گوہر عفت وعصمت تو برباد ہوتا ہی ہے، مگر ساتھ وہ اتنی جنسی بیماریوں کا شکار ہوجاتی ہیں کہ وہ خانگی زندگی کے قابل نہیں رہتیں، اولاد کی نعمت سے تو وہ مستقل طور پر محروم ہوجاتی ہیں اور اگر اولاد ہو بھی جائے تو اس سے بہت سے معاشرتی مسائل بھی پیدا ہوجاتے ہیں، مثلاً یہ بچہ کس کا ہے؟ کون اس بچے کا باپ ہے؟ اس بچہ کو کس کی طرف منسوب کیا جائے؟ کون اسکی کفالت کرے؟ اس کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری کون لے، وہ کس کا وارث ہے؟ یہ اور اس قسم کے دیگر بے شمار سوالات ہیں جن کا جواب دیا ہی نہیں جاسکتا۔ اس کے برعکس اگر ایک مرد کی دو تین بیویاں ہوں تو چاہے کسی بیوی سے اولاد ہو مگر ہے تو اسی مرد کی اور وہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوگا، وہی اس کا کفیل اور اسکا وارث ہے اور اس کی تعلیم وتربیت کا ذمہ دار ہے۔

ہولناک نتائج

علاوہ ازیں ایک عورت کا اگر کئی مردوں سے تعلق ہو تو اس کا اور زیادہ بھیانک نتیجہ نکلتا ہے۔ ہر مرد اس کو پورے طور پر پانے کی کشمکش میں دوسرے مردوں سے لڑنے بھڑنے لگ جاتا ہے کیونکہ مرد اپنی بیوی کے معاملے میں (خود کتنا ہی برا کیوں نہ ہو) باغیرت ہوتا ہے کہ اس کی بیوی کا کسی دوسرے مرد کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ یہ لڑائیاں چھوٹے پیمانے سے شروع ہوکر بعض اوقات بڑی

خوفناک شکل اختیار کر لیتی ہیں، تاریخ ایسی کئی مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ ایک عورت کی خاطر طول طویل جنگیں ہوتی رہیں۔ ہمارے ہاں تو ایک کہاوت بھی اسی مضمون پر مشتمل ہے کہ لڑائی کی بنیاد زر، زن اور زمین پر ہوتی ہے۔ لہذا ایک عورت کا کئی شوہروں یا مردوں سے تعلق رکھنا خطرناک نتائج پر مشتمل اور ہلاکت کا پیش خیمہ ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

اسلام میں تعدادِ ازدواج کا حکم نہیں بلکہ اجازت ہے

ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دینا مسلمانوں پر فرض نہیں کہ تم ضرور چار شادیاں کرو، جیسا کہ مخالفین کا پروپیگنڈہ ہے۔ بلکہ یہ تو ہنگامی حالات کے لئے بوقت مجبوری و ضرورت شدیدہ ایک اجازت ہے اور وہ اجازت بھی کئی پابندیوں کے ساتھ مقید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عملی زندگی میں مسلمانوں کی اکثریت ایک ہی بیوی پر اکتفا کرتی ہے۔ ہزاروں کی آبادی میں سے چند لوگ ایسے نکلیں گے جو اس اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہیں، جبکہ دیگر اقوام کا دوسری شادی کرنے کا تناسب مسلمانوں سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

مخالفت کی اصل وجہ، مخصوص پس منظر

اہل مغرب قانونی طور پر تعدد ازدواج کے مخالف ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں میں ابتداہی سے عورتوں سے تعلقات رکھنا روحانیت کے خلاف اور دنیاداری کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ جہاں عورت کو گناہ کا دروازہ اور غارتگر دلربا سمجھا جاتا ہو، وہاں سرے سے شادی کرنا ہی مستحسن خیال نہیں کیا جاتا تھا، لہذا وہاں تعدد ازدواج کو کیسے گوارا کیا جاسکتا تھا؟ وہاں ایک بیوی کی اجازت بھی مجبوری اور ناگزیر برائی کے طور دی جاتی تھی۔ آج کا جدید مغرب بھی عیسائیت کے

اس قدیم راہبانہ تصور سے نجات نہیں پا سکا، یہی وجہ ہے کہ وہ تعدد ازدواج پر بڑھ چڑھ کر حملے کرتا ہے، پھر ان کے مسلمان شاگردوں نے بھی انہی کے انداز میں اعتراض اٹھانے شروع کر دیئے۔

تعدد ازدواج کی صورت میں عائد پابندیوں کی تفصیل:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:"جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان انصاف نہ کرے (اور صرف ایک طرف جھک جائے) وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ جھکا ہوا ہوگا۔"

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب القسم، بحوالہ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

وضاحت:

چنانچہ اس عدل وانصاف میں یہ بات شامل ہے کہ وہ دونوں یا تینوں بیویوں کے نان نفقہ کی ذمہ داری اٹھائے، ان کے لئے جدا جدا مکان کا بندوبست کرے، باری باری سب بیویوں کے ہاں رات گزارے اور ان سے اچھا رویہ رکھے۔ یہ عدل وانصاف ان تمام امور میں ہونا چاہیئے جو انسان کے اپنے بس میں ہیں۔

عدل وانصاف اسلام کے تمام معاملات کی جان ہے، اسلام نے اور معاملات کی طرح تعداد ازدواج میں بھی عدل کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اگر شوہر کو اندیشہ محسوس ہو کہ عدل نہیں ہو سکتا ہے تو پھر ایک پر ہی اکتفا کیا جائے۔ باقی رہ گیا معاملہ دلی میلان ومحبت کا، کسی کی طرف دلی میلان زیادہ اور کسی کی طرف کم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"بیشک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم، جو چیزیں تقسیم کی جاسکتی تھیں، ان میں تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان عدل سے تقسیم فرماتے، اس کے بعد فرماتے:
''اے اللہ! جن باتوں پر مجھے اختیار ہے، ان میں میں نے تقسیم کردی اور جو معاملہ میرے اختیار میں نہیں (طبعی میلان، دلی محبت) اس میں میری گرفت نہ فرمانا"۔
(مشکوٰۃ المصابیح، بحوالہ مذکورہ بالا)

ازالہ وہم:

مگر اس سے یہ بھی مراد نہیں کہ آدمی محبت اور قلبی تعلق کے نام پر صرف ایک طرف جھک جائے اور دوسری بیوی کو بالکل نظر انداز کردے کہ جو عملاً شوہر ہوتے ہوئے بھی بے شوہری کی زندگی گزارنے پر مجبور کردی جائے۔ قرآن پاک نے بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے:

فلا تمیلوا کل المیل فتذر و ھا کا لمعلقۃ.

(النساء : ۱۲۹)

ترجمہ:۔ ''پھر کسی ایک کی طرف بالکل جھک نہ جاؤ کہ دوسری کو معلق (ایک طرف لٹکی ہوئی) ہی چھوڑ دو۔''

عموماً صورت حال یہ پیش آتی ہے کہ مرد کو دوسری بیوی سے زیادہ رغبت ہوتی ہے اور وہ پہلی کو نظر انداز کرنے لگ جاتا ہے۔ لہذا قرآن مجید نے توجہ دلائی ہے کہ ایسی صورت حال ہرگز پیش نہ آئے دوسری بیوی تو تمہیں مرغوب ہے، ہی پہلی کے بھی سارے حقوق ادا کرو۔

پھر جس طرح دوسری بیوی کو وہ تمام حقوق حاصل ہوتے ہیں، جو پہلی بیوی کو ہوتے ہیں اور دونوں سے یکساں حسن سلوک ہونا چاہئے، بعینہ ان کے بچوں

کا معاملہ ہے کہ ان کے بچوں کے حقوق بھی مساوی ہوں اور ان کے ساتھ یکساں شفقت ومحبت کا برتاؤ ہو۔ یہ صورت حال پیش نہ آئے کہ ایک عورت کے بچوں کے سارے ناز، نخرے اٹھائے جارہے ہیں اور دوسری بیوی اپنے بچوں کو پالنے کے لئے لوگوں کے گھروں میں برتن دھونے اور ان کی صفائیاں کرنے پر مجبور ہوگئی ہے، یا گھر میں لوگوں کے کپڑے سی سی کر اپنے بچوں کو پال رہی ہے۔

یہ بات خصوصاً اس لئے قابل ذکر ہے کہ ہمارے ہاں برصغیر پاک وہند میں معاملہ بالکل اسی طرح کا ہے کہ عموماً دوسری بیوی اور اس کے بچے سونے کے نوالے کھاتے ہیں، گھر میں رزق "من" کی طرح برستا ہے، مرد اسی کو اپنا گھر سمجھتا ہے اور پہلے والی بیوی اس طرح نظر انداز کر دی جاتی ہے کہ وہ بیچاری تنگی ترشی سے اپنا اور بچوں کا پیٹ پالتی ہے۔ وہ خود بھی بے آسرا اور اسکے بچے بھالے بھی بے سہارا ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ جہالت ہے، سخت ظلم وزیادتی ہے۔ اس زیادتی سے اسلام کا کوئی واسطہ نہیں۔ اسلام اسی لئے عدل کی کڑی شرط عاید کرتا ہے، وہ حکم دیتا ہے کہ اگر تم دو بیویوں کے درمیان عدل نہیں کر سکتے تو پھر ایک بیوی پر ہی اکتفا کرو۔

بحث مذکور کا ماحصل

(۱) ظہور اسلام کے وقت عرب میں دس دس شادیاں کرنے کا رواج تھا۔ اسلام نے اس کو حرام ٹھہرایا اور صرف چار تک محدود کر دیا۔

(۲) عام حالات میں اسلام کا رجحان یک زوجگی کی طرف ہے۔

(۳) مجبوری کے عالم میں اس نے دوسری، تیسری شادی کرنے کی اجازت دی ہے، مگر ساتھ مساوات اور عدل کی کڑی شرط عائد کر دی ہے۔ اگر عدل نہ ہوگا تو دوسری شادی کی اجازت بھی نہیں ہوگی۔

(۴) عملاً یہ عدل کی شرط اتنی کڑی ہے کہ اسے پورا کرنا اگر ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہے۔ لہٰذا دوسری اقوام کے مقابلے میں مسلمانوں میں دوسری شادی کا (رواج) (سوائے اشد ضرورت کے) بہت ہی کم ہے۔ حتیٰ کہ ہزار میں سے چند لوگ اس اجازت سے فائدہ اٹھانے والے نکلیں گے۔

(۵) اہل مغرب میں قانوناً تو یک زوجگی کا رواج ہے مگر عملاً صورت حال یہ ہے کہ ہر مرد کی کئی کئی داشتائیں ہیں، اس غیر قانونی کثرت از دواج میں مرد پر کسی عورت کی یا اس کی اولاد کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، جس سے صنفی انارکی اور بے حیائی وباء کی طرح ان ملکوں میں عام ہو رہی ہے۔ پھر اس کی وجہ سے بے شمار بیماریاں اللہ کے عذاب کے طور نازل ہو رہی ہیں۔ کیا یہ صورت حال بہتر ہے۔۔۔۔ یا یہ کہ اگر مرد کو ضرورت ہو، واقعی ضرورت ہو تو وہ باقاعدہ نکاح کرے ان کے درمیان انصاف کرے ان کی پوری ذمہ داری اٹھائے اور پھر بھی وہ پابند ہو کہ بیک وقت چار سے زیادہ شادیاں نہ کر سکے۔

(۶) پھر چار شادیوں کی اجازت دراصل عورتوں ہی کے فائدے کے لئے ایک روک تھام ہے نہ کہ مردوں کے لئے بے جا رعایت، کیونکہ مرد شادی رچانے میں اتنا بے باک نہیں ہو سکتا جتنا ناجائز تعلقات قائم کرنے میں۔

(۷) مرد کا گناہ میں ملوث ہونا زیادہ بڑا گناہ اور جرم ہے یا عورت کو سوکن برداشت کرنے پر آمادہ کرنا، الہٰذا شریعت نے گناہ کو تو حرام قرار دیا، دوسری طرف عورت کے حقوق کا اس طرح دفاع کیا کہ مرد کو سب بیویوں کے درمیان عدل و مساوات کا پابند کر دیا تاکہ عورت کو مرد کی دوسری شادی سے کم از کم نقصان پہنچے۔ اصل میں ہمارے ہاں افرنگیوں کی دیکھا دیکھی دوسری شادی معیوب سمجھی جاتی ہے ورنہ عرب ممالک میں تو دو دو، تین تین بیویاں رکھنے کا رواج عام

ہے۔ وہاں خواتین اس بات کی عادی ہوتی ہیں، اس لئے ان کے لئے یہ کوئی نفسیاتی مسئلہ نہیں بنتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے زیادہ معقول، منصفانہ اور انسان کی فلاح کا ضامن کوئی مذہب یا دوسرا نظام زندگی نہیں ہے۔ اس کے اندر اگر مغربی تہذیب کے زیر اثر کسی کو کیڑے نظر آتے ہیں تو پھر وہ کوئی اور دین تلاش کر لے۔ اسلام کا صالح معاشرہ یک زوجگی ہی کو قانوناً رائج کر کے کھلی بے حیائی کو برداشت نہیں کرسکتا۔ زنا اور بدکاری کو حرام قرار دیکر تعدداز دواج کی قانونی اجازت دینے والا حکیمانہ دین فی الحقیقت اسلام ہی ہے۔ جس نے مرد وعورت کی جسمانی ساخت ان کی نفسیات اور ان کی عملی ضرورت کا پورا پورا لحاظ کیا ہے۔

خود چرچ کا ایک سے زائد شادی کی اجازت دینے کا مطالبہ:

روزنامہ ''نوائے وقت'' مورخہ 27 اپریل 1997ء کی خبر ہے کہ جوھنسبرگ میں ''افریقی چرچ'' کی ایک تنظیم نے کیتھولک عیسائی مسئولین سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ مقامی عیسائیوں کو ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت دے دیں، کیونکہ ان کے جائزے کے مطابق اسلام قبول کرنے والوں میں بعض افراد وہ بھی ہیں جنہوں نے محض اسی رخصت کی وجہ سے اسلام قبول کیا ہے۔ ویسے بھی افریقہ میں ایک سے زیادہ نکاح مقامی رسم ورواج میں شامل ہے۔

(ا) پاکستان کے وزیراعظم محمد علی بوگرا نے 1955ء میں اپنی عرب نژاد سیکریٹری عالیہ بیگم سے دوسری شادی کر لی، ان کی پہلی بیوی نے اس پر بہت طوفان اٹھایا۔ محمد علی بوگرا کے سیاسی دشمنوں نے اس دوسری شادی کا باقاعدہ سکینڈل بنا دیا اور

اسے عورت کی مظلومیت اوراس کی پریشانیوں میں اضافے کا نام دیا، آخر یہ مخالفت کا طوفان اتنا بڑھا کہ حکومت کو کئی کمیشن بٹھانے پڑے۔ اسی کے نتیجے میں پاکستان کے عائلی قوانین وجود میں آئے، جن میں ''دوسری شادی'' اور ''یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ'' یہ دو مسائل سرفہرست تھے۔ حکومت کے یہ نام نہاد عائلی قوانین (جو اسلام کے خاندانی قوانین سے بہت کچھ مختلف تھے) اسمبلیوں میں تو پاس نہ ہوسکے، البتہ 21 جولائی 1961ء کو "اپوا" کی حقوق نسواں کمیٹی کی سفارشات پر صدر جنرل ایوب خان نے مارشل لاء کے زور پر ان کو صدارتی آرڈیننس کی شکل میں نافذ کردیا۔ بعد میں ۱۵ جنوری ۱۹۸۰ء میں ان قوانین کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں خود وزارت مذہبی امور نے خلاف اسلام ٹھہرایا مگر عوام کے اختلاف اور فکری انتشار نیز مغرب زدہ اپوائی بیگمات کے مظاہروں کے باعث صدر جنرل محمد ضیاء الحق بھی ان کو منسوخ نہ کرسکے۔

نواں باب

عورت اور معاشی مسائل

مغرب میں آج عموماً یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ عورت کو معاشی جد و جہد کرنے کی آزادی اور حق حاصل ہے مگر اسلام نے اسے اس حق سے محروم کر رکھا ہے اور اسلامی معاشرے میں وہ معاشی طور پر مرد کی محتاج ہونے کی بناء پر حقیر سمجھی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں آج مہنگائی اتنی بڑھ گئی ہے کہ ہر ایک کے لئے کام کرنا اور کمانا ضروری ہو گیا ہے۔ لہذا عورت کو مرد کی طرح ہر شعبہ زندگی میں کام کرنے کی آزادی ملنی چاہئے۔

مندرجہ بالا اور اس جیسے اور مسائل بار بار مغرب اور ان کے ہمنوا مغرب زدہ مسلمان حضرات و بیگمات کی طرف سے دہرائے جاتے رہے ہیں۔ ذیل میں انہی سوالوں کا جواب اختصار سے دیا گیا ہے:

دائرۂ کار:

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، اسلام میں مرد، زن کی کوئی حریف یا مخالف جنس نہیں ہے، نہ ان میں کوئی معرکہ کارزار گرم ہے۔ اس کا مقصد نہ تو مردوں کی حمایت ہے نہ عورتوں کی۔ اس کے پیش نظر تمام ذکور و اناث من حیث الا نسان برابر ہیں اور مقصد اسلامی معاشرہ کی تخلیق ہے۔ اسلام انسان کی بھلائی اور اصلاح کے لئے کام کرتا ہے۔ دوسری طرف وہ نظام فطرت بھی ہے۔ لہذا اسلامی نظام زندگی کے فرائض و واجبات کے تعین میں بھی فطری راستہ اختیار کرتا ہے۔

مرد اور عورت کو وہی فرائض سپرد کرتا ہے جو ان کی فطری صلاحیتوں کے عین مطابق ہیں۔کوئی بھی انسان جب غیر جانبداری سے اسلام کے نظام حیات کا مطالعہ کرے، خصوصاً اس میں مرد وزن کے باہمی تعلقات کی نوعیت کا گہرا جائزہ لے تو وہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مرد وزن کے الگ الگ دائرہ کار کے باوجود دونوں میں باہم انس ہے، محبت ہے، شفقت ہے، ہمدردی وتعاون ہے، ایثار وقربانی ہے، وہ دونوں ایک دوسرے کے قدر دان ہیں۔اور اپنے اپنے فرائض خوشدلی سے ادا کرتے ہیں۔

عورت کی معاشی جدوجہد

عورت نے گھر کی پر امن چار دیواری سے باہر نکل کر مردوں کی طرح کمانے کی کوشش تو ضرور کی مگر عملاً یہ طاقتور اور کمزور کا مقابلہ تھا۔ مرد اپنی قوت وصلاحیت کی وجہ سے آگے ہی رہا، حتیٰ کہ وہ کام جو عورت مدتوں سے گھر میں کرتی چلی آئی ہے، ان میں بھی مرد کی کارکردگی عورتوں سے بہتر ہے، مثلاً مرد باورچی ہے، درزی ہے، دھوبی ہے، ان میدانوں میں بھی اس کی مہارت عورت سے زیادہ ہے۔پہلے کی طرح آج بھی ہر جگہ قیادت مرد ہی نے کی ہے گھر میں بھی اور گھر سے باہر بھی۔تمام عہدے اور ذمہ دار پوسٹیں اُسی کے پاس ہیں اور زندگی کے تمام شعبوں پر وہی چھایا ہوا ہے۔یہ ٹھیک ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود آج عورت کی معاشی پوزیشن پہلے سے کچھ اچھی ہوگئی ہے مگر کس قیمت پر؟ دین واخلاق کی قربانی دے کر، دامن عفت وعصمت کو داغدار کرنے کے بعد! کیونکہ سارے ذرائع معاش تو مردوں کے پاس ہیں اور عورت اس کے کاروبار کی پبلسٹی کے لئے ایک ذریعہ ہے۔ہر معمولی سے معمولی چیز پر بھی عورت کی دل کش تصویر ضرور

موجود ہوگی ۔ کیا یہی عورت کی ترقی ہے کہ وہ کھلے بازار میں بیٹھ کر مرد کے لئے اس کی مصنوعات ناز و ادا سے فروخت کرے، ہوٹلوں اور کلبوں میں مہمانوں کا استقبال کرے، ان کی خاطر تواضع کرے، ہوائی جہاز میں ایئر ہوسٹس بنے، بیمار مردوں کی اپنی دلکش مسکراہٹ سے تیمارداری کرے،

ہر روز بن سنور کر تو آتی ہے اس طرح
سسرال جیسے جاتی ہے سج کر کوئی دلہن

اسلام میں عورت کی معاشی پوزیشن مضبوط ہے

مسلمان عورت کو گھر سے باہر جا کر کمانے کی ضرورت نہیں ۔ اگر وہ بیٹی ہے تو باپ کی ذمہ داری میں ہے، بیوی ہے تو شوہر اس کے لئے ذمہ دار ہے ۔ بہن کی کفالت بھائی کرے گا اور ماں کی بیٹا ۔ وجہ یہ کہ عورت کی گھریلو ذمہ داریاں اسلام کی نگاہ میں بہت اہم ہیں، اسلام یہ چاہتا ہے کہ عورت اپنے معاش کی طرف سے بالکل بے فکر ہو کر اپنے یہ خانگی فرائض سرانجام دے ۔ یہی وجہ ہے کہ عورت پر کوئی معاشی بوجھ نہیں رکھا گیا ۔ اگر یہ خانگی ذمہ داریاں جو کل وقتی یعنی چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی ہیں، یہ انجام دینے کے بعد اگر اس پر کسب معاش کا بوجھ بھی ڈالا جاتا تو یہ عورت پر انتہائی ظلم ہوتا ۔

بات صرف اتنی نہیں کہ اسلام میں عورت کو اپنے معاشی مسائل سے بے فکر رکھا گیا ہے بلکہ اس کی معاشی پوزیشن کو مضبوط بھی بنایا گیا ہے ۔ وہ اس طرح کہ ایک طرف اس کے نان نفقہ کی ذمہ داری مرد کے ذمے ہے، دوسری طرف وہ وراثت میں اپنا باقاعدہ حق وصول کرتی ہے، ماں باپ، شوہر، بیٹا، بیٹی کی وراثت میں سے اسے لازماً یہ حق ملتا ہے، بعض اوقات بھائی بہن کے مال میں سے بھی

وراثت کا حصہ مل سکتا ہے۔ پھر مرد کی طرف سے اس کو مہر ملتا ہے، جو خالص اسی کا حق ہے۔ پھر اس کو جو تحفے تحائف ملتے ہیں، ان کی بھی وہ مالک ہوتی ہے۔

اسلام کی تمدّنی ضروریات

بعض تمدنی ضروریات ایسی بھی ہیں جو عورت سے بیرون خانہ فرائض کی انجام وہی کا تقاضا کرتی ہیں۔ مثلاً زنانہ تعلیمی اداروں میں بچیوں کی تعلیم وتربیت خواتین ہی کے ہاتھوں انجام پانا ناگزیر ہے۔ بلکہ زنانہ اداروں میں استانی، کلرک، وارڈن، ٹائپسٹ وغیرہ خواتین ہی ہونی چاہئیں۔ ان کے لئے خواتین ہی ڈاکٹر ہوں۔ پھر خواتین کے عدالتی حقوق کی چارہ جوئی کے لئے خواتین کا وکیل ہونا بھی ضروری ہے۔

مگر خواتین کے لئے اس ''شوقیہ'' ملازمت کی اجازت ہرگز نہیں جو ستر و حجاب کی پابندیوں کے بغیر مکمل ہار سنگھار کے ساتھ کی جائے۔ جس میں ہر روز عورت گھر سے اس طرح بن سج کر نکلے جس طرح کوئی دلہن اپنے سسرال جارہی ہے۔ جو خواتین محض اپنے ''سوشل اسٹیٹس'' کو بلند کرنے کے لئے اور ''آؤٹنگ اور تفریح'' کے نکتہ نظر سے ملازمت کرتی ہیں، وہ حیاء اور عفت کے نام پر بدنما داغ ہیں۔ قوانین قدرت کو توڑنے اور حدود اللہ سے تجاوز کرنے کا نتیجہ سوائے تباہی اور بربادی کے کچھ نہیں نکلتا۔ ایک طرف گھر کے باہر محنت ومشقت برداشت کرنے کی وجہ سے خواتین مردوں کی مدمقابل اور حریف بن گئی ہے تو دوسری طرف پردہ چھوڑ کر گھر سے باہر نکل کر اس کے مصائب میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کے پاس اب اخلاقی اور دماغی عاجزی وانکساری نہیں رہ گئی۔ دوسری طرف بے حیائی بڑھتی چلی رہی ہے۔

کہنے کو یہ سب ہیں تو مسلمان

دوپٹے گلے میں، زلفیں ہیں پریشان

نہ شرم وحیا ہے اپنے بڑوں کی

وی سی آر، ٹی وی، زیور ھروں کا

والدین ہیں بے بس اور شوہر مجبور

فحاشی کا ہوتا ہے ڈش انٹینا سے نزول

یہ مشرق کی بیٹی تہذیبوں کی رانی

مغرب میں کھو کر ہوئی ہے دیوانی

"عنایت" اڑیں گی کہاں تک یہ نادان؟

آخر کو ہوں گی اک دن پشیمان

کیا دورِ جدید میں واقعی عورت کیلئے کمانا ضروری ہو گیا ہے؟

آج ہر مرد اور عورت کی زبان پر ایک ہی بات ہے کہ جی! آجکل تو مہنگائی اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ اکیلے مرد کی کمائی سے گزارا ہو نہیں سکتا "لہذا عورتوں کو ضرور معاشی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالنا چاہئے تاکہ خاندان کے اخراجات پورے ہو سکیں" میں نے اس مسئلہ پر جتنا بھی غور کیا ہے، مجھے یہ بات بالکل بے معنی نظر آئی ہے۔ عورت اصلاً گھر کی مالکہ ہے۔ قیامت والے دن اس سے یہ سوال نہیں ہو گا کہ تو نے کتنا کمایا۔۔۔ نہیں کمایا تو کیوں نہیں کمایا؟ اس سے سوال یہ ہو گا کہ خاوند کی خدمت کتنی کی؟ بچوں کی تربیت کیسی کی؟ ان کو مخلص مسلمان اور سچا دیندار بنایا یا نہیں؟ میری نگاہ میں خود کما کر لانے والی بلکہ بچوں کو سونے کے نوالے کھلانے والی خواتین کے مقابلے میں وہ خواتین زیادہ محترم اور قابلِ قدر ہیں جنہوں نے گھر میں کچھ

نہ ہونے کہ وجہ سے خود بھی فاقہ کیا اور بچوں کو بھی فاقہ کروایا، مگر ساتھ ہی ان کو قناعت کا سبق ذہن نشین کروایا کہ آج تو ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ آج ہمارے گھر سنت نبوی ﷺ پر عمل ہو رہا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم باری تعالیٰ سے دعا فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! مجھے ایک دن کھلانا تاکہ اس دن میں کھا کر تیرا شکر ادا کروں اور ایک دن مجھے نہ کھلانا تاکہ اس دن میں صبر کروں اور دونوں صورتوں میں اجر و ثواب حاصل کرسکوں۔''

اسلام اور سرمایہ داری

اب ذرا ذکر ہو جائے اشتراکی اور سرمایہ دارانہ معاملات کا کہ وہاں طلاق اور بیوگی دونوں شکلوں میں عورت ہی بچوں کی کفالت کی ذمہ دار ہے، جبکہ اسلام میں عورت کسی بھی شکل میں بچوں کے مالی اخراجات کی ذمہ دار نہیں ہے، نہ شوہر کے گھر، نہ طلاق کی شکل میں نہ بیوگی کی صورت میں۔ بیوگی کی صورت میں بچوں کا چچا، ماموں، دادا، جو کوئی بھی موجود ہو اس کی کفالت کا ذمہ دار ہے۔ اس کے برعکس یورپ اور امریکہ میں عورت روٹی کپڑے اور نان و نفقہ کے لئے عدالت میں مقدمہ نہیں کر سکتی، نہ اس کو وراثت کا حق ہے۔ تو پھر وہ وہاں کمانے کے لئے در بدر کی ٹھوکریں کیوں نہ کھائے؟ اسلام کا اپنا کفالتی نظام موجود ہے، جہاں بیوہ اور محتاج خواتین کی ذمہ داری اس کے قریبی رشتہ داروں، ہمسایوں اور بیت المال پر ہے، عورت کو کبھی بھی کمانے پر مجبور نہیں ہونا پڑتا۔ لیکن بالفرض عورت ملازمت کرنا چاہے تو اپنے ذوق اور مزاج کے مطابق کرسکتی ہے۔ مگر یہ فرض ہرگز نہیں ہے جبکہ مغربی معاشرہ اس کو ناگزیر قرار دیتا ہے۔

اور پھر جس عورت نے ملازمت کرنی ہے وہ مشنری جذبے سے اور عوام

کی خدمت کے جذبے سے کرے، معاشی نقطۂ نگاہ سے نہ کرے۔ معیشت کو اتنا بالا دست سمجھنا مغرب کا نقطہ نظر ہے، یہ اسلام کا موقف ہرگز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں معاشی نقطہ نظر سے عورت کی ملازمت منفی پہلو بھی رکھتی ہے۔

عورت کی ملازمت کے مفاسد

(۱) گھر گھر والی سے، بچے ماں سے، شوہر بیوی سے اور بوڑھے معذور افراد خدمت کرنے والوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔

(۲) ملازمت میں عہدوں پر نااہل افراد بھرتی ہونے سے کام کی ترقی کی رفتار رک جاتی ہے، دوسری طرف مردوں میں بے روزگاری بڑھتی ہے۔

(۳) دوران ملازمت دفاتر اور فیکٹریوں غرض ہر جگہ عورتوں کے مردوں کے شانہ بشانہ اٹھنے بیٹھنے سے مردوں میں بھی انتشار اور انارکی بڑھتی ہے، اس طرح بے حیائی اور فحاشی کو فروغ ملتا ہے۔

(۴) عورتوں کو مردوں کی نگاہ میں جاذب نظر بننے کے لئے نت نئے ملبوسات اور میک اپ پر بیش قیمت اخراجات کرنے پڑتے ہیں، جس سے عورتوں کی آدھی کمائی انہی فضولیات پر صرف ہو جاتی ہے۔

(۵) گھر کے کاموں کے لئے ملازمہ، آیا اور کئی نوکروں کا بندوبست کرنا پڑتا ہے۔ پھر اپنی حیثیت کے مطابق گھر، فرنیچر اور بچوں کے اسٹیٹس پر خرچ کرنا ہوتا ہے۔ گویا آدھی کمائی اپنے اسٹیٹس کو بنانے پر اور آدھی ملازموں پر اٹھ جاتی ہے، مگر امور خانہ پھر بھی ابتر اور پریشان ہی رہتے ہیں۔

(۶) جائے ملازمت تک کی آمد و رفت بھی ایک بڑا مسئلہ ہے اور دوران ملازمت بھی بے شمار ناخوشگوار واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ بہر صورت عورتوں

کا گوہر آبدار (یعنی عفت وعصمت) پامال ہوتا ہے، ہوسناک نگاہوں کا نشانہ بننے سے ان میں بھی بے باکی پیدا ہوتی ہے۔ پھر عورت ذات میں مردوں کے میدان میں ان سے مسابقت کا جذبہ ابھرتا ہے۔ لہذا شرم وحیاء اور نسوانیت آہستہ آہستہ رخصت ہوتی جاتی ہے۔

(۷) خود کمانے والی عورت کا شوہر بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اس کا خیال ہوتا ہے کہ آخر ماں ہے، بچوں کو بھوکا تو نہیں مرنے دے گی۔ پھر انجام کار بعض مرد اپنی کمائی جوئے، شراب خوری اور عیاشی وفحاشی وغیرہ امور قبیحہ وشنیعہ میں لگا دیتے ہیں، بعض دوسری شادی رچا لیتے ہیں۔ بہرصورت کمانے والی عورت کو اپنے بچے خود ہی پالنا پڑتے ہیں۔

عورت کو دوہری ذمہ داریوں کے تلخ نتائج کا اس وقت اندازہ ہوتا ہے جب وہ مسلسل تھکن، چڑچڑے پن اور کئی بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہے۔ دوسری جانب گھریلو نظام ابتر ہو جاتا ہے اور تیسری طرف بچوں کا جرائم میں ملوث ہونا بھی ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

معاشی بوجھ مرد پر

کسب معاش کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ جان جوکھوں کا کام ہے۔ عورت کی نرمی ونزاکت اور جذباتیت اسکی نفسیات اور اس کی فطرت نیز جسمانی ساخت یہ تمام امور بس اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ عورت گھر میں رہے اور نسل نو کو پالنے پوسنے کی ذمہ داری سنبھالے۔ جب کہ مرد کی فطرت اور اس کی جسمانی قوت وصلاحیت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ بیرون خانہ کے مشکل اور پر مشقت کام انجام دے۔ ظاہر ہے کہ معاش اور کمانے کی خاطر بڑی دوڑ دھوپ کرنا پڑتی ہے۔

گرم سرد حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ ملک کا دفاع کرنا، دشمن سے لڑنا سڑکیں تعمیر کرنا، پل بنانا، کارخانے، فیکٹریاں، صنعت، زراعت وغیرہ جیسے کام عورت کے بس کا روگ نہیں مگر مرد کی فطرت کے عین مطابق ہیں، لہذا کما کر لانے کی ذمہ داری مرد کی ہے۔ ویسے بھی کمانا کوئی حق نہیں، یہ تو فرض ہے بلکہ مشکل فرض۔ اگر کسی مرد کو گھر بیٹھے بٹھائے باعزت طور پر روزی مل رہی ہے تو وہ باہر جا کر روٹی کمانے کی مشقت کیوں برداشت کرے گا؟ کیوں در بہ در کی ٹھوکریں کھائے گا؟

عورت کا نان نفقہ مرد کے ذمے ہے

بیٹی ہو یا بہن ہو، بیوی ہو یا ماں ہر حال میں عورت کا مالی بوجھ شریعت اسلامیہ نے مرد پر ڈالا ہے۔ عورت گھر کی ملکہ ہے۔ وہ گھر کے امور انجام دے اور مرد، سالانہ، ماہانہ، ہفتہ وار اور یومیہ جس طرح سے سہولت ہو اپنے اہل و عیال کا خرچہ برداشت کرنے کا ذمہ دار ہے۔ عورت کا کام یہ ہے کہ مرد کی لائی ہوئی کمائی کو سلیقہ سے استعمال کرے، اس میں اسراف اور فضول خرچی نہ کرے۔ نہ مرد سے اس کی استطاعت سے زیادہ سوال کرے۔

بچوں کے لئے والدہ کی اہمیت

کسی بھی بچے کو پوچھ کر دیکھا جائے، اس کی پہلی ضرورت اس کی ماں ہے۔ بچے اسکول سے یا باہر سے گھر آئیں تو سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ امی کہاں ہیں؟ اور اگر امی ہی گھر میں نہ ہو تو بچوں کے موڈ بگڑ جاتے ہیں، خوامخواہ ضد کرنے لگتے ہیں، گھر کا سازوسامان توڑنے لگتے ہیں۔ دراصل وہ ماں کی موجودگی سے ایک غیر معمولی فرحت وانبساط محسوس کرتے ہیں اور بصورت دیگر ان کے دل بجھ کر رہ جاتے ہیں۔

بچے کی اعلیٰ تربیت

(۱) جنگ احد میں جب گھمسان کا رن پڑا اور رسول اکرم ﷺ کے پاس صرف گنتی کے چند سرفروش باقی رہ گئے، اس وقت حضرت ام عمارہؓ نے تلوار اور ڈھال سنبھال لی اور حضورؐ کے پاس پہنچ کر کفار کے سامنے سینہ سپر ہو گئیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار کی یورش کو بار بار اپنے نیزے اور تلوار پر روکتیں، حضرت ام عمارہؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ بھی اس وقت اپنی والدہ کے ہمراہ کفار کا بھرپور مقابلہ کر رہے تھے۔ اچانک ایک مشرک تیزی سے آیا اور حضرت عبداللہؓ کا بازو زخمی کرتا ہوا نکل گیا۔ حضرت ام عمارہؓ نے اپنے ہاتھ سے بیٹے عبداللہؓ کا زخم باندھا اور فرمایا: "بیٹے! جاؤ اور جب تک دم میں دم ہے ان سے لڑو، یہ آرام کا وقت نہیں بلکہ جہاد کا وقت ہے"۔ اور پھر ان کے ہاتھ میں تلوار پکڑا دی۔

کوئی اور ماں ہوتی تو وہ کہتی کہ بیٹا! جا کر آرام کرو۔ مگر یہ ام عمارہؓ تھیں وہ خود بھی بڑی بہادری سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے والا ہر وار روک رہی تھیں۔ اس دن ام عمارہؓ کے جسم پر بارہ زخم لگے تھے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ان کی جاں سپاری اور سرفروشی کی تعریف فرمائی: جنگ احد کے دن دائیں بائیں جدھر نظر ڈالتا تھا عمارہؓ ہی ام عمارہؓ لڑتی نظر آتی تھیں۔

عورت اور اولاد

عورت کی ذمہ داریوں میں اہم ذمہ داری اولاد کی صحیح تربیت اور پرورش ہے، بچہ کا سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود اور گھر کا ماحول ہے۔

صاف، دوٹوک اور سچی بات یہ ہے کہ ماں کے جذبات اور گھر کا ماحول جتنا اچھا ہو گا اتنا ہی بچے میں صلاح پیدا ہو گا۔ اس لئے کہ ماں کے جذبات کا اثر

بچہ پر بہت زیادہ ہوتا ہے، حمل کے زمانہ سے لے کر دودھ کے چھڑانے تک ماں کو ظاہراور باطن ہر اعتبار سے پاک وصاف رہنا چاہیئے اس کے خیالات اور جذبات نیک ہونے چاہئیں۔

اگر خدانخواستہ ماں کے خیالات اور جذبات برے اور خیالات خراب ہوئے تو اس کے اثرات بچے میں بھی سرایت کریں گے اور ہو سکتا ہے کہ بچہ زندگی بھر ان بری باتوں میں مبتلا رہے، اس لئے ماں کے ذمہ ضروری ہے کہ خوف خدا یاد آخرت اور اچھی امنگوں کے ساتھ بچوں کی پرورش کرے اور گھر کے ماحول میں کوئی کام بھی شریعت اور شرافت کے خلاف نہ ہونے دے۔

تنبیہ:

بچوں کو کتوں، بلوں یا سپاہیوں وغیرہ سے ہرگز ڈرانا نہیں چاہیئے اس سے بچہ بزدل ہو جاتا ہے اسی طرح انہیں برے بچوں کی صحبت سے پوری طرح بچانا چاہیئے۔کوئی برا کام کرنے یا بری بات زبان سے نکالنے پر فوراً تنبیہ کرنی چاہیئے۔ ابتدا ہی سے اللہ تعالیٰ کا نام زبان پر جاری کرانا چاہیئے۔اسی طرح نماز کا شوق دلایا جائے۔بچپن ہی سے پڑھنے کی عادت ڈلوا کر مکتب میں بٹھایا جائے، باپ کی عظمت اس کے دل میں بٹھائی جائے تا کہ آئندہ اس کا ادب کرے۔اسی طرح کبھی اس کے ہاتھ سے صدقہ وخیرات کرائے جائیں ان امور سے بہت فائدہ ہوگا، غرض بچپن ہی سے پوری نگرانی کی جائے، اگر ان امور کا انتظام کیا گیا تو انشا اللہ بچہ کا کام بنے گا۔

دسواں باب

اسلام نے عورتوں کو کیا دیا

شریعت اسلامیہ کی بچیوں کی تعلیم پر ترغیب

ہم شریعت اسلامیہ پر غور کریں تو ہمیں ملے گا کہ شریعت لڑکیوں کی تعلیم پر ابھارتی اور اسکی ترغیب دیتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کی تعلیم پر خود تاکید فرمائی ہے۔ ترمذی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ انہیں تعلیم دے اور ادب سکھائے' ان کے بارے میں اللہ سے ڈرے تو اس کے لئے جنت ہے''

اس کے بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے دو بیٹیوں اور دو بہنوں کے بارے میں پوچھا تو بھی آپ ﷺ نے توثیق فرمائی کہ ایک لڑکی یا ایک بہن کی اچھی تعلیم وتربیت پر جنت کی بشارت عطا فرمائی۔

عورتوں کی تعلیم کا مقصد یہ تھا کہ تعلیم یافتہ مہذب خواتین کی ایک جماعت تیار ہو جائے اور پھر تہذیب کی حامل خواتین مردوں سے پیچھے نہ رہیں بلکہ ہم نے دیکھا کہ بعض عورتیں علم میں مردوں کا مرجع تھیں۔ عورتوں نے اوائل اسلام میں' علوم دینیہ' ادب' طب وغیرہ علوم حاصل کئے اور پھر عورتیں ماہر فقہ' مجتھدہ' ادیبہ اور بے شمار علوم کی ماہر کی صورت میں سامنے آئیں۔

ایثار و ہمدردی کا سبق

چنانچہ آنحضرت ﷺ کا حضرت زینب بنت جحش اور حضرت حفصہ بنت

عمر بن خطابؓ سے رشتہ ازدواج قائم کرنا اسی سلسلے کی مثالیں ہیں۔ اور سیرت رسول کا یہ پہلو بھی نمایاں ہے کہ جب حضرت سودہ بنت زمعہؓ بوڑھی ہوگئیں جس کی وجہ سے جنسی تسکین کے قابل نہیں رہی تھیں جن کی عمر تقریباً ستر سال کی تھی اور انہوں نے صرف اسی بناء پر اپنی باری بھی حضرت عائشہؓ کو سونپ دی تھی مگر رسول ﷺ نے انہیں محض ان کی خبر گیری وجہ سے اپنے حبالہ عقد میں باقی رکھا۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جنگوں کی وجہ سے مرد مارے جاتے ہیں اور عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں، ایسے ہنگامی حالات میں اگر کسی مرد کو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی قانوناً اجازت نہ دی جائے تو پھر معاشرے میں جنسی فتنے اور خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں لہٰذا معاشرے کو جنسی خرابیوں سے بچانے کیلئے دستوری اعتبار سے بھی ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

دشمنان اسلام کی سازش

مخالفین اسلامی احکامات شرعیہ اسلامیہ بدلنے کا مطالبہ اس لئے کرتے ہیں کہ جو خرابیان آج مغربی معاشروں میں موجود ہیں وہ مسلم معاشرے میں بھی آجائیں تا کہ تالاب کی ساری مچھلیاں گندی ہو جائیں۔ موجودہ گئے گزرے دور میں بھی اسلامی معاشروں میں عصمت وعفت کے جو تصورات پائے جاتے ہیں وہ بڑی حد تک اسلامی اقدار و تعلیمات ہی کا اثر ہیں اور یہی چیز مخالفین کے سینے پر سانپ بن کر لوٹ رہی ہے کہ جب ساری دنیا جنسی مفاسد میں آلودہ اور مختلف قسم کی گندگیوں میں مبتلا ہے تو پھر مسلم معاشرہ کیوں ان مفاسد سے محفوظ و مامون رہے؟ یہی وجہ ہے کہ وہ مختلف طریقوں سے ”روشن خیالی عقلیت حقوق نساء عورت سے انصاف اور مساوات وغیرہ کے نعرے لگا کر مسلم معاشرہ کو دھوکا دینے اور

دین برحق سے برگشتہ کرنے کی دن رات کوشش کرتے رہتے ہیں اور اس نعرے بازی میں بعض مسلمان بھی جو کہ علم ودانش کے دعویدار ہیں ان کی ہاں میں ہاں ملانے کیلئے ہمیشہ ہر جگہ تیار نظر آتے ہیں۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ تعدد ازدواج کو ممنوع قرار دینا یا اس پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کرنا کسی علمی وعقلی اور تمدنی ضرورت کے تحت نہیں بلکہ وہ محض سیاسی ذہن کی پیداوار ہے جو کہ اسلامی اقدار کے نظریہ حیات سے تعصب کے اظہار کے طور پر ہے۔

ہمت، عزم، اور استقامت کی ضرورت

اب بھی اگر گھر کے بڑے اس بات کا تہیہ کرلیں کہ یہ چند کام نہیں ہونے دیں گے۔ آئندہ مرد عورت کا مخلوط اجتماع نہیں ہوگا عورتوں کی کوئی تقریب بے پردگی کے ساتھ نہیں ہوگی ویڈیو فلم نہیں بنے گی۔ تو اس بے حیائی کے سیلاب کو روکا جاسکتا ہے ورنہ اس وقت سے ڈرو جب کوئی شخص بالاخیر خواہ اس صورت حال کو تبدیل کرنے کوشش کرے گا۔ اور لیکن نہیں کر سکے گا۔ کم از کم وہ لوگ جو دین اور اسلام کے نام لیوا ہیں اور بزرگوں سے تعلق رکھتے ہیں اس بات کا تہیہ کریں کہ یہ مخلوط اجتماع نہیں ہونے دیں گے۔

اور اس کے ساتھ تمام دینی مائیں بہنیں اس بات کا تہیہ کرلیں کہ وہ آئندہ کبھی بھی ایسے مخلوط اجتماع میں نہیں جائیں گی۔ اور ایسی تقریبات کا مکمل بائیکاٹ کریں گی۔ جہاں پر ویڈیو فلم بنے صاف کہہ دیا جائے کہ ہم پردہ نشین ہیں ایسے مخلوط اجتماع میں ہرگز شریک نہیں ہونگی۔ چاہے کوئی لاکھ ناراض ہو۔ بظاہر ایک چیز اور دیکھنے میں آتی ہے کہ بعض جگہ مردوں عوتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ انتظام کیا

جا تا ہے۔ لیکن اسمیں بھی یہ ہوتا ہے کہ عورتوں والے حصے میں مرد چلے آ رہے ہیں اور انہیں کوئی روکنے والا نہیں ہوتا یا بعض عورتوں کو کھانا کھلانے والے مرد حضرات ہوتے ہیں بظاہر دیکھنے میں الگ انتظام ہے لیکن مرد آ رہے ہیں جا رہے ہیں ہنسی مذاق، دل لگی ہو رہی ہے۔ ایسے موقع پر خواتین کو چاہئے کہ صاف کہہ دیں کہ مرد یہاں کیوں آ رہے ہم پردہ نشین خواتین ہیں لہذا ان مردوں کو باہر نکالا جائے۔ یہ چیز ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے جب تک کچھ مرد اور خواتین اس بات کا تہیہ نہیں کریں گے اس وقت تک یا درکھو حیا کا تحفظ نہیں ہو سکے گا۔ اور یہ سیلاب بڑھتا ہی چلا جائے گا۔

لہذا جہاں تک ممکن ہو سکے مخلوط تقریبات میں شرکت سے خود بھی اجتناب کریں اور دوسروں کو بھی روکیں۔ البتہ اگر سادگی کے ساتھ تقریبات منعقد کی جائیں۔ خواتین کے لئے پردہ کا مکمل انتظام ہو ویڈیو فلم اور کیمروں کے ذریعے تصویریں وغیرہ نہ بنائی جاتی ہوں اور کسی قسم کی رسومات وخرافات وغیرہ بھی نہ کی جائیں تو پھر ایسی تقریبات میں شرکت کی شرعاً اجازت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت ومحبت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تو ہر مؤمن صادق کا حاصل زندگی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے آپ کی محبت کی لازوال نظیریں اور مثالیں پیش کیں، صحابیاتؓ نے بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے لازوال نمونے چھوڑے۔ انہی میں سے ایک اعلیٰ نمونہ حضرت ہندؓ بنت عمرو بن حزام کا ہے۔ اس انصاری خاتون نے جنگ احد کے موقع پر حب رسول ﷺ کا ناقابل فراموش مظاہرہ کیا اس جنگ میں اس بہادر خاتون کے شوہر، بھائی اور بیٹا تینوں نے مردانہ وار لڑ کر مرتبہ

شہادت حاصل کیا۔ حضرت ہندؓ نے جب باری باری شوہر، بھائی اور فرزند کے شہید ہونے کی خبر سنی تو بجائے پریشانی اور غم کے اظہار کے سوال کیا: ''مجھے صرف یہ بتادو کہ رسول خدا ﷺ کیسے ہیں؟ نصیب دشمناں، ان کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی'' جب ان کو اطلاع ملی کہ نبی پاک ﷺ بخیریت ہیں تو ان کو قرار آ گیا۔ میدان جنگ میں جا کر خود روئے انورؐ کی زیارت کر لی، تو بے اختیار زبان سے ایک جملہ نکلا اور وہ تاریخ کے اوراق پر ہمیشہ کے لئے ثبت ہو گیا۔ انہوں نے عرض کیا: کل مصیبۃ بعدک جلل ''اگر آپ سلامت ہیں تو پھر سب مصیبتیں ہیچ ہیں''۔ مولانا شبلی نعمانی نے اس واقعہ کو اس طرح شعر کا جامہ پہنایا ہے

میں بھی اور باپ، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہ دیں! تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

والدین کی فرمانبرداری

حضرت اسماءؓ بنت ابو بکرؓ نہایت راسخ العقیدہ مسلمان تھیں ام المومنین حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن تھیں۔ ان کی والدہ قتیلہ شرف اسلام سے بہرہ یاب نہ ہوئی تھیں۔ اسی لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ہجرت سے قبل ان کو طلاق دے دی تھی۔ وہ ایک دفعہ حضرت اسماءؓ کے لئے کچھ تحفے تحائف لیکر مدینہ میں بیٹی سے ملنے آئیں۔ حضرت اسماءؓ کی دینی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ مشرک ماں کے تحفے قبول کریں یا انہیں اپنے مکان میں ٹھہرائیں۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس اس موقع پر میرے لئے کیا حکم ہے؟ نبی پاکؐ نے فرمایا کہ ان کے تحائف قبول کر لو اور ان کو اپنے گھر میں مہمان رکھو۔ حضورؐ سے اجازت ملنے پر انہوں نے والدہ کو اپنے مکان میں ٹھہرنے کی اجازت دے دی اور ان کے

تحائف قبول کر لئے۔ پھر والدہ نے حضرت اسماءؓ سے ضرورت پڑنے پر کچھ رقم بھی ادھار مانگی۔ حضرت اسماءؓ ان کی مدد کرنا چاہتی تھیں۔ مگر ان کے شرک کی وجہ سے کچھ سوچنے لگیں۔ بالآخر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''یا رسول اللہ! میری والدہ مشرک ہیں۔ وہ مجھ سے کچھ رقم مانگتی ہیں۔ کیا میں ان کی مدد کر سکتی ہوں؟'' حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ صلہ رحمی سے نہیں روکتا۔''

چنانچہ انہوں نے ضرورت کے مطابق اپنی مشرک والدہ کو ادھار دے دیا۔ اور ان سے حسن سلوک بھی فرمایا۔

عورت اور والدین

عورت کو شادی کے بعد بھی اپنے ماں باپ سے تعلق رکھنا اور ملتے رہنا چاہیئے اور ضرورت ہو تو خدمت بھی کرنا چاہیئے لیکن شوہر کی اجازت ہر حال میں لینی چاہئے مگر ایک بات کا خیال رکھنا ضروری ہے وہ یہ کہ اپنے شوہر کی چیزیں ماں باپ کے یہاں زیادہ نہ بھیجتی رہیں بلکہ شوہر کو کہہ کر بھی بھیجنا مناسب نہیں اس سے آہستہ آہستہ شوہر کے دل سے عورت کی وقعت کم ہو جائے گی اسی طرح عورت کے لئے ضروری ہے کہ شوہر کے والدین کے ساتھ بھی اپنے والدین کی طرح کا برتاؤ کرے ان کی خدمت دل و جان سے کرے اس سے تعلقات خوشگوار رہیں گے اور شوہر کے دل میں عورت کی وقعت بھی بڑھ جائے گی۔

صبر ورضا

(۱) ایک صحابیہ حضرت ام عطیہ انصاریؓ مدینے میں رہتی تھیں۔ خلافت راشدہؓ کے دور میں ان کے ایک فرزند جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اتفاق سے میدان جنگ میں سخت بیمار ہو گئے۔ جوں توں کر کے بصرہ پہنچے

تا کہ وہاں ان کا علاج معالجہ ہو سکے۔ والدہ کو بیٹے کی بیماری کی خبر ملی تو وہ مدینہ سے بصرہ کو روانہ ہوئیں۔ مگر وہ ابھی راستے میں ہی تھیں کہ بیٹا اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گیا۔ بصرہ پہنچنے پر جب ماں کو علم ہوا کہ بیٹا تو دو دن قبل ہی خالق حقیقی سے جا ملا ہے تو شدت الم سے نڈھال ہو گئیں اور انا للہ و انا الیہ راجعو ن پڑھ کر خاموش ہو گئیں۔ نہ بین، نہ واویلا اور نہ رونا دھونا۔ جب تیسرا دن ہوا تو خوشبو منگوا کر اپنے ہاتھوں پر پر لگائی اور فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ شوہر کے علاوہ کسی کی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کیا جائے۔'' مجھے اس وقت خوشبو استعمال کرنے کی حاجت تو نہ تھی۔ مگر یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ میں نے جوانسال بیٹے کا سوگ حسب حکم رسول ختم کر دیا ہے۔''

(۲) صبر و رضا کی ایک بہترین مثال ایک اور جلیل القدر صحابیہ حضرت ام سلیمؓ کی ہے۔ ان کے ننھے بیٹے ابو عمیر تین چار سال کے تھے۔ انہوں نے کم سنی ہی میں وفات پائی۔ تو حضرت ام سلیمؓ نے اپنے لاڈلے بچے کی رحلت پر کمال صبر و استقلال سے کام لیا۔ خاموشی سے اس کی میت کو غسل دے کر کفنایا اور پھر ایک طرف رکھ دیا۔ اپنے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کو منع کر دیا کہ ان کے شوہر ابو طلحہؓ کو ننھے بیٹے ابو عمیر کی موت کی خبر نہ دیں۔ رات کو حضرت ابو طلحہؓ گھر آئے۔ ام سلیمؓ نے انہیں کھانا کھلایا۔ جب وہ اطمینان سے بستر پر لیٹے تو ان سے مخاطب ہو کر کہا: ''اگر کوئی چیز آپ کو مستعار دی جائے اور پھر کچھ دیر بعد واپس لے لی جائے تو اس کا واپس لیا جانا کیا آپ کو ناگوار تو نہ گزرے گا؟'' حضرت ابو طلحہؓ نے جواب دیا: ''ہرگز نہیں'' بولیں: ''پھر تمہارا لاڈلا بیٹا بھی اللہ کی امانت تھی، جو اس نے واپس لے لی۔ تمہیں اب اس کی طرف سے صبر کرنا چاہیے۔''

ابو طلحہؓ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور ان سے کہا: تم نے مجھے پہلے

کیوں نہ بتایا؟" بولیں: "تا کہ تم اطمینان سے کھانا کھالو۔"

صبح اٹھ کر ابوطلحہؓ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ نبی پاکؐ نے بھی ان کے تسلیم ورضا کے شیوہ پر ان کی تعریف فرمائی اور دعا دی: "اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ابوعمیر کا نعم البدل عطا فرمائے۔" اس کے بعد اللہ نے ان کو ایک اور فرزند عطا فرمایا، جس کا نام عبداللہؓ رکھا گیا۔ عبداللہؓ نے طویل عمر پائی اور ان کی پرورش وتربیت بھی حضورؐ ہی کے سایہ رحمت میں ہوئی تھی۔

اللہ ورسولؐ کے فرمان کے آگے سر تسلیم خم ہے

(۱) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت سعد الاسود سُہمی، ظاہری حسن وجمال سے محروم تھے۔ اس لئے کوئی ان کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینے پر راضی نہ ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنا مسئلہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا۔ تو نبی پاکؐ نے فرمایا: "تم اسی وقت عمرو بن وھب ثقفیؓ کے گھر جاؤ اور سلام کے بعد کہو کہ رسول اللہؐ نے آپ کی بیٹی کا رشتہ میرے ساتھ کر دیا ہے۔" حضرت سعدؓ عمرو بن وھب ثقفیؓ کے گھر پہنچے اور انہیں حضور ﷺ کے فرمان سے آگاہ کیا۔ انہیں سعدؓ کی بات پر اعتبار نہ آیا اور انہوں نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ ان کی صاحبزادی نے باپ کا جواب سنا تو لپک کر دروازے پر آئیں اور حضرتؓ سے مخاطب ہو کر کہا:

"اے اللہ کے بندے! اگر واقعی رسولؐ خدا نے تمہیں بھیجا ہے
تو میں بخوشی تیرے ساتھ شادی کے لئے تیار ہوں۔"

حضرت سعدؓ نے واپس جا کر ساری بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی۔ تو آپؐ نے لڑکی کو دعائے خیر دی۔ ادھر لڑکی نے بھی اپنے باپ کو اللہ کے عذاب

سے ڈرایا۔ وہ بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر معافی کے طالب ہوئے۔ اس طرح نبی پاکؐ نے بنت عمرو کا نکاح حضرت سعدؓ سے کر دیا۔ حضرت سعدؓ اپنی بیوی کو ابھی رخصت کروا کر بھی نہ لائے تھے کہ ایک غزوہ میں شہید ہو گئے اور حضورؐ نے ان کا ترکہ بنت عمرو بن وھبؓ کو دلایا۔ اس طرح انہیں شہید کی بیوہ ہونے کا اعزاز حاصل ہو گیا۔ تسلیم ورضا کی یہ لازوال مثال! اللہ اکبر!

(۲) اسی طرح ایک اور صحابی حضرت جلیبب انصاریؓ بھی ظاہری حسن و جمال سے محروم تھے۔ قد بھی چھوٹا تھا۔ کوئی ان کو رشتہ دینے پر آمادہ نہ ہوتا تھا۔ آخر حضورؐ نے انصار کے ایک خاندان میں ان کی نسبت ٹھہرائی۔ لڑکی کے والدین نے رشتہ دینے میں پس وپیش کرنا چاہی تو خود سعادتمند لڑکی نے ان کے سامنے اللہ کا یہ حکم پیش کیا کہ "جب اللہ ورسولؐ کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو پھر کسی مسلمان کو اس میں چوں وچرا کی گنجائش نہیں۔" جو رسولؐ اللہ کی مرضی ہے وہ میری بھی مرضی ہے۔ میں جلیببؓ سے شادی کرنے پر آمادہ ہوں۔" رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو بے حد خوش ہوئے اور دعا فرمائی: الٰہی! اس بچی پر خیر کا دریا بہا دے اور اس کی زندگی تلخ نہ کر۔" پھر آپؐ نے اس کا نکاح جلیببؓ سے کر دیا۔ روایات میں آتا ہے کہ آپؐ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ حضرت جلیببؓ اور ان کی اہلیہ کی خانگی زندگی بہت بابرکت ثابت ہوئی۔ اللہ نے ان کو بہت خوشحالی عطا فرمائی تھی اور تمام انصار میں کوئی عورت بھی اہلیہ جلیببؓ سے بڑھ کر آسودہ حال اور شاہ خرچ نہ تھی۔

دین پر ثابت قدمی وعزیمت

(۱) حضرت فاطمہؓ بنت خطاب، حضرت عمرؓ بن خطاب کی بہن کی تھیں۔ ابتدائے اسلام سے ہی اپنے شوہر حضرت سعیدؓ بن زید کے ہمراہ حلقہ بگوش اسلام

ہوئیں۔ حضرت سعیدؓ بن زید تو ان خوش قسمت اصحاب عشرہ مبشرہؓ میں سے تھے جن کو دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری مل چکی تھی۔

جب اسلام آہستہ آہستہ مکہ میں پھیلنے لگا اور ۳۸ سعید مسلمانوں نے اسلام قبول کرلیا، پھر امیر حمزہؓ بھی آغوش اسلام میں داخل ہو گئے تو کفار کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے کہ کسی طرح اس دین کو ختم کیا جائے۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ کوئی جوشیلا نوجوان آگے بڑھ کر خود اسلام کے داعیٔ اعظم ہی کو ختم کر کے رکھ دے۔ اس کام کے لئے عمر بن خطابؓ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ خصوصاً جب حضرت حمزہؓ مسلمان ہوئے تو کافروں کا غیض وغضب بہت بڑھ گیا، ابوجہل نے مشتعل ہو کر ایک اجتماع عام میں اعلان کیا: ''جو شخص محمد (ﷺ) کو قتل کرے گا، اسے سو سرخ اونٹ (جو بہت قیمتی سمجھے جاتے تھے) اور چالیس ہزار درہم نقد بطور انعام دیئے جائیں گے۔'' ابوجہل کی تقریر سن کر عمر بن الخطاب نے (جنہیں اپنی بہادری اور شہ زوری پر بڑا ناز تھا) اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔

چنانچہ اسلام کی شمع بجھانے کی نیت سے ننگی تلوار ہاتھ میں لئے گھر سے نکلے۔ راستے میں حضرت نعیمؓ سے ان کی ملاقات ہوگئی۔ ننگی تلوار ہاتھ میں پکڑے دیکھ کر بولے کہ آج کیا ارادہ ہے؟ عمر بن خطاب نے جواب دیا:

''میں آج محمد (ﷺ) کا خاتمہ کرنے جا رہا ہوں۔ آج میں روز روز کا جھگڑا مٹانا چاہتا ہوں۔'' دوست نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی تو کب سے مسلمان ہو چکے ہیں۔

یہ سننا تھا کہ حضرت عمرؓ کے تن بدن میں آگ لگ گئی، پلٹ کر بہن کے گھر پہنچے۔ دروازہ پر ہی سے کچھ پڑھنے کی آواز سنائی دی۔ حضرت عمرؓ نے یہ آواز سن کر زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت فاطمہؓ سمجھ گئیں کہ یہ عمر ہیں۔ فوراً قرآن پاک

کے اجزء چھپا کر دروازہ کھول دیا۔ عمرؓ نے گھر میں داخل ہوئے ہی پوچھا کہ یہ کیسی آواز تھی جو ابھی میں نے سنی ہے؟

جب کوئی مناسب جواب نہ ملا تو آؤ دیکھا نہ تاؤ، اپنے بہنوئی سعد بن زیدؓ کو مارنا شروع کر دیا۔ حضرت فاطمہؓ شوہر کو بچانے کے لئے اٹھیں، تو انہیں بھی پیٹنا شروع کر دیا۔ بہنوئی کو چھوڑ کر بہن پر پل پڑے۔ مارتے مارتے انہیں لہولہان کر دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ آج جان بچتی نظر نہیں آتی تو چٹان کی طرح ڈٹ گئیں اور بولیں: ''ہاں! ہم نے دین حق کو قبول کر لیا۔ تم جو کر سکتے ہو کر لو۔ دین حق کو اب ہم کبھی نہیں چھوڑ سکتے'' یہ الفاظ حضرت فاطمہؓ نے تین چار بار کہے: ''جو کرنا ہے کر لو، ہم اسلام کو نہیں چھوڑ سکتے۔''

خون میں نہاتی ہوئی بہن کے منہ سے یہ الفاظ سن کر حضرت عمرؓ حیران و پریشان ہو گئے اور ان کا غصہ ندامت اور غور و فکر میں بدل گیا، بہن کے زمین پر بہتے ہوئے خون نے بھائی کو کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد بولے: ''اچھا جو کچھ تم پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ۔ بہن نے کہا: ''ہم اللہ کا کلام پڑھ رہے تھے۔ تم اس وقت تک اسے ہاتھ نہیں لگا سکتے جب تک غسل نہ کر لو۔'' حضرت عمرؓ نے اٹھ کر غسل کیا اور حضرت فاطمہؓ نے وہ صحیفہ جس میں سورۃ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی، ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ اب گویا بڑی چٹان چھوٹی چٹان (یعنی بہن) سے ٹکرا کر ٹوٹ چکی تھی، حضرت عمرؓ نے آیات قرآنی کو پڑھا، غور کیا تو دل پر رقت طاری ہو گئی۔ بے اختیار پکار اٹھے: ما احسن ھذا الکلام (یعنی یہ کلام کتنا عمدہ ہے) پھر پکار اٹھے: **اشھد ان ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ** پھر بہن اور بہنوئی سے اپنی زیادتی پر معافی بھی مانگی اور اس کے بعد حضرت خبابؓ بن ارت کے ہمراہ دار ارقم کی طرف روانہ ہوئے، جہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں

کو دین کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ نبی پاکؐ نے ان کو دیکھ کر پوچھا: ''ابن خطاب! کس نیت سے یہاں آئے ہو؟'' حضرت عمرؓ جلال نبوت سے لرز گئے اور عرض کیا: ''اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں''۔

ایک طرف کفار مکہ منتظر تھے کہ کب عمر پیغمبر اسلامؐ کا سر لے کر آتے ہیں، دوسری طرف حضرت عمرؓ اپنی کمزور و ناتواں بہن کا پہاڑ سے زیادہ مضبوط عزم دیکھ کر پسیج گئے تھے۔ اب وہ اپنے بہن اور بہنوئی کے زخم بھی صاف کر رہے تھے۔ ان سے معافی بھی مانگ رہے تھے اور پھر نبی پاکؐ کے در پر حاضر ہو کر اپنی گزشتہ اسلام دشمنی کی تلافی مافات کرنی کی بھی فکر میں لگے تھے۔ یہ حضرت فاطمہؓ کی استقامت اور عزیمت تھی، جس نے کفر کے اس مرد آہن کو پگھلا کر رکھ دیا تھا۔

محبت کی شادی کی نفسیات

محبت کی شادی کی خرابی یہ ہے کہ اس میں دو انسان ظاہری شخصیت سے متاثر ہوتے ہیں۔ لڑکیاں فلمی ہیروئن کی طرح سج دھج کر باہر نکلتی ہیں، جب وہ اپنے متوقع شوہر سے ملاقاتیں کرتی ہیں تو سر سے پاؤں تک سرخی پاؤڈر کی تہوں میں ملفوف قیمتی اور اچھے ملبوسات سے بنی سنوری ادائیں دکھا دکھا کر خیالی اور تصوراتی باتیں کرتی ہیں، اسی طرح لڑکے بھی بنے سنورے ہوتے ہیں۔ دونوں کو آنے والی ذمہ داریوں کا مطلق علم نہیں ہوتا۔ آخر وہ عدالتوں میں جا کر لو میرج کر لیتے ہیں۔ پھر جب عملی زندگی میں لڑکی اپنے اصل حلیے میں نظر آتی ہے، اس کی سرخی اور غازے کی تہیں اترنے لگتی ہیں، اب نہ اس کا رنگ روپ اتنا خوشنما رہتا ہے اور نہ آنکھوں کا جادو برقرار رہتا ہے۔ اب وہ ناز و ادائیں بھی نہیں رہتیں۔ جب گھر داری سر پر پڑتی ہے تو کھانا پکانے، برتن مانجھنے، صفائی کرنے، کپڑے دھونے

جیسے کام بہت مشکل لگتے ہیں۔ دوسری طرف مصنوعی میک اپ بھی ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ اب دونوں میں تلخیاں جنم لینے لگتی ہیں، پھر ایسی لڑکیوں کو سسرال والے بھی قبول نہیں کرتے لہٰذا ان کے ساتھ نباہنا بھی ایک بہت بڑا مسئلہ بن جاتا ہے۔ پھر یہ لڑکیاں سسرال سے الگ تھلگ مغربی طرز کی زندگی گزارنے پر شوہر کو مجبور کرتی ہیں۔ یہاں سے باقاعدہ لڑائی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ دونوں کو اپنے آئیڈیل میں بے شمار نقائص اور قباحتیں نظر آنے لگتی ہیں۔۔۔۔ پھر لڑکیوں کے لئے نتیجہ بے انتہا بھیانک نکلتا ہے۔ لڑکا تو چند ماہ کے بعد دوبارہ شادی رچالیتا ہے جبکہ ایسی شکستہ لڑکی یا تو دارالامان میں پناہ ڈھونڈتی ہے یا خودکشی کر لیتی ہے یا کسی بازار حسن کا رخ کر لیتی ہے۔ بہر صورت ماں باپ بھی اس کو قبول نہیں کرتے۔

اس طرح معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی بڑھتی ہے، خاندانی نظام برباد ہوتا ہے۔ ولی اور ذمہ دار کے سامنے تو بہت سی مصلحتیں ہوتی ہیں، اسی بناء پر وہ اطاعت کا استحقاق رکھتے ہیں۔ ان کو نظر انداز کرنا خود لڑکی کے لئے، اہل خاندان کے لئے اور خود معاشرے کے لئے، سب کے لئے نقصان وزیاں کا باعث بنتا ہے۔

وقت کی ضرورت

اس وقت مسئلہ مغربی تہذیب کے مقابلے میں اسلامی تہذیب کی برتری کا اثبات ہے اور ہماری نوجوان نسل میں اندھا دھند مغرب کا رنگ ڈھنگ اختیار کرنے کی جو روش ہے، اس کے انسداد کی ضرورت ہے نہ اس کو بڑھانے کی۔ جب ہماری نوجوان نسل وہی مغربی تعلیم پڑھ رہی ہے جس کو انگریزوں نے مسلمانوں کو غیر مسلم بنانے کے لئے وضع کیا تھا اور ہمارے تعلیمی ادارے بھی اسی طرح مخلوط ہیں جو انگریز کی خواہش اور اس کے منصوبے کے عین مطابق ہیں، تو پھر اس کا نتیجہ

بھی واضح ہے کہ نوجوان تعلیم یافتہ لڑکے لڑکیوں میں شرم وحیاء مفقود ہوتی جارہی ہے اور اسلام کے تصور حیاء وعفت کے برعکس والدین کی اجازت اور مرضی کے بغیر لومیرج کا سلسلہ بھی روز افزوں ہے، لڑکے لڑکیاں شادی سے قبل ایک دوسرے کو سمجھتے اور پرکھتے ہیں، والدین سے ورے ورے وہ شادی بیاہ کے پیام باندھتے ہیں اور اگر والدین مخالفت کریں تو انہیں نظر انداز کرنے کے لئے عدالتی تحفظ بھی موجود ہے۔

گیارھواں باب

تذکرہ چند اولوالعزم باکمال خواتین کا

اسلام کے سایۂ عاطفت میں پناہ لینے کے بعد خواتین کی دنیا یکسر بدل گئی تھی، ان میں قلب ونظر کی پاکیزگی وطہارت پیدا ہوئی تو دوسری طرف حسن عمل، رفعت کردار اور عصمت وعفت کے گوہر آبدار کے تحفظ کے بے مثال کارنامے وجود میں آئے۔ صحابیات رضوان اللہ علیہن طبقہ نسواں کے وہ گل سرسبد ہیں، جن پر انسانی تاریخ تا قیامت نازاں وفرحان رہے گی۔ تاریخ ان صحابیاتؓ کی حقیقتاً نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

ایک طرف تو باکمال خواتین کے وہ نمونے ہیں جنہوں نے وحی نبوت سے کسب فیض کر کے ایک عالم کو فیض پہنچایا، دوسری طرف وہ ''کارنامہ'' ہے جو دور جدید میں ''آوارگی نسوانی'' کی تحریک برپا کرنے والی خواتین کا ہے۔ انہوں نے اپنی عورت بگاڑ طوفانی مہم سے زن کو ''نازن'' بنا کر رکھ دیا، عورت نمامرد وجود میں آنے لگے اور گھر ویرانوں میں تبدل ہونے لگے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اس مختصر ترین تذکرے میں امہات المومنینؓ اور بنات طاہرات (یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں) کو شامل نہیں کیا گیا۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ صفحہ دھر پر ان عفت ماب باکردار خواتین کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ یہ یہاں عام

خواتین کا ذکر ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ عام خواتین کی دنیا بھی کس طرح بدل گئی تھی۔ ان کے خیالات و اعتقادات، اخلاق و کردار، عزم و یقین، صدق و صفا اور شرم و حیاء کی کیفیت کس طرح یکدم اوج کمال تک پہنچ گئی!

خداخوفی حضرت سیدہ غامدیہؓ کی

واللہ! کیا ایمان افروز تذکرہ ہے اس خوف خدا رکھنے والی خاتون کا! قبیلہ بنو غامد کی ایک شریف زادی حضرت سبیعہؓ سے ایک بار زنا کی لغزش سرزد ہوگئی۔ اگرچہ کسی کو پتہ نہیں چلا مگر ان کا اپنا احساس معصیت ان کو چین نہیں لینے دیتا تھا۔ بالآخر وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

''یا رسولؐ اللہ! مجھے پاک کر دیجئے، مجھ سے معصیت کا ارتکاب ہوگیا ہے۔'' نبی پاکؐ نے گواہ طلب کئے تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! اس وقت اللہ کے سوا کوئی اور دیکھنے والا نہ تھا۔ اس پر ارشاد ہوا: ''واپس جاؤ! اللہ سے توبہ استغفار کرو۔ شاید وہ تمہیں معاف کر دے۔''

اس دن تو حضرت سبیعہؓ واپس لوٹ آئیں۔ مگر اللہ کی نافرمانی کا احساس اتنا شدید تھا کہ دوسرے دن پھر بارگارہ رسالتؐ میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئیں ''یا رسولؐ اللہ! مجھے پاک کیجئے۔ میں بدکاری کے نتیجے میں حاملہ ہوں۔ کیا آپ ﷺ مجھے بھی اسی طرح واپس لوٹانا چاہتے ہیں جس طرح ماعزؓ بن مالک اسلمی کو (بغیر سزا دئے) لوٹا دیا تھا۔''

آپؐ نے فرمایا: ''واپس جاؤ۔۔۔'' اور وہ چلی گئیں۔

مگر تیسری دفعہ پھر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں:

''یا رسول ﷺ اللہ! مجھ پر حد جاری کیجئے تاکہ میں پاک ہو جاؤں۔'' حضور

ﷺ نے فرمایا:

''واپس جاؤ اور بچہ پیدا ہونے کا انتظار کرو۔''

وہ خاتون واپس چلی گئیں۔ جب بچہ پیدا ہوا تو پھر بچہ کو گود میں لے کر نبی

نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نبی کریمؐ سے درخواست کی کہ اب مجھ پر حد جاری کیجئے۔ مجھے گناہ سے پاک کیجئے۔ نبی پاکؐ نے فرمایا: ''اس بچہ کو جا کر دودھ پلاؤ۔ جب اس کی مدت رضاعت ختم ہو جائے گی تب آنا۔'' وہ واپس چلی گئیں۔ جب بچہ روٹی کھانے کے قابل ہوگیا تو روٹی کا ایک ٹکڑا اس کے ہاتھ میں پکڑائے ہوئے نبی کریم ﷺ کی خدمت حاضر ہوئیں: ''یا رسول ﷺ اللہ! اب تو روٹی کھانے لگ گیا ہے۔ اب مجھ پر حد جاری کیجئے۔'' اس پر حضور ﷺ نے سبیہؓ پر حد جاری کرنے کا حکم فرمایا، اور اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ جب اس کو پتھر مارے جا رہے تھے تو خون کی چھینٹیں اڑ کر حضرت خالدؓ بن ولید کے چہرے پڑ پڑیں اور ان کے منہ سے حضرت سبیہؓ کے لئے کوئی نازیبا کلمہ نکل گیا۔

تو نبی پاکؐ نے فرمایا: ''خالد! زبان کو قابو کرو! خدا کی قسم! اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ ظلم و جور سے محصول چنگی وصول کرنے والا بھی اگر ایسی توبہ کرے تو بخشا جائے۔''

بعد میں آپ ﷺ نے اس خاتون کی نماز جنازہ پڑھائی اور ساتھ ارشاد فرمایا: ''اس خاتون نے تو راہ خدا میں جان قربان کی ہے۔ محض خوف خدا سے خود آ کر اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور اپنی جان قربان کر دی۔''

ام ربیعۃ الرائی

حضرت ربیعۃ الرائی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶ھ) مدینہ کے ایک مشہور عالم اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قابل فخر استاد تھے۔ام ربیعہ اسی عالم اجل کی والدہ تھیں۔ان کی شادی مدینہ کے ایک صالح نوجوان ابوعبدالرحمان فروخ سے ہوئی تھی۔امام ربیعہ ابھی شکم مادر میں ہی تھے کہ ان کے والد فروخ کو خراسان کی مہم پر جہاد کے لئے جانا پڑا۔جاتے وقت وہ اپنی بیوی کو تیس ہزار اشرفیاں خرچ کے لئے دیتے گئے۔علاوہ ازیں ہونے والے بچے کی پرورش عمدہ طریقے سے کرنے کی تلقین کی۔باپ کے جانے کے پانچ ماہ بعد ربیعہ پیدا ہوئے۔

ام ربیعہ بہت نیک اور دین دار خاتون تھیں۔انہوں نے خود تنگی ترشی سے گزارہ کر کے ساری رقم اپنے بیٹے ربیعہ کی تعلیم پر خرچ کر دی اور ان کی تعلیم و تربیت کا اعلیٰ سے اعلیٰ بندوبست کیا۔حضرت ربیعہؒ بھی بے حد محنتی اور ذہین تھے چنانچہ انہوں نے چھوٹی عمر میں ہی قرآن حفظ کیا، پھر حدیث، فقہ، ادب اور دوسرے تمام علوم پر عبور حاصل کرلیا۔بیس بائیس برس کی عمر میں اپنے وقت کے امام تسلیم کئے گئے اور بڑے بڑے اہل کمال مسجد نبویؐ میں ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان کے حلقۂ درس میں شامل ہونے لگے۔

پورے ۲۷ برس کے بعد فروخ کو جہاد سے فرصت ملی تو سیدھا وطن کا رخ کیا۔اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ کر نیزے کی انی سے دروازہ کھٹکھٹایا۔امام ربیعہؒ دروازہ کھول کر باہر نکلے۔باپ بیٹا دونوں ایک دوسرے سے ناواقف تھے۔فروخ بے تکلفی سے اندر جانے لگے تو امام ربیعہؒ نے انہیں ٹوکا، بات بڑھ گئی۔

دونوں کی آواز بلند ہونے لگی تو اندر سے فروخ کی اہلیہ نے اپنے شوہر

کی آواز پہچان لی۔ سیدھی دروازے پر پہنچیں، دونوں کو اندر بلا بھیجا اور دونوں کو ایک دوسرے سے متعارف کروایا۔

فروخ گھر میں بیتے دنوں کے حالات پوچھتے رہے خصوصاً اپنی دی ہوئی رقم کے بارے میں پوچھا کہ اس کو کہاں خرچ کیا؟ بیوی نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں۔ وہ سب اشرفیاں محفوظ ہیں۔ آپ پہلے مسجد نبویؐ میں نماز پڑھ آئیں پھر میں آپ کو بتاؤں گی۔

حضرت فروخ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گئے۔ نماز کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک مجلس میں بڑے بڑے علماء جمع ہیں۔ ان کے درمیان مسند درس پر ان کے بیٹے ربیعہؒ تشریف فرما ہیں۔ وہ سب کو درس دے رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر فروخ کو اس قدر مسرت ہوئی کہ خوشی سے آنسو چھلک پڑے۔ دوڑتے دوڑتے گھر آئے اور کہنے لگے: ''آج میں نے اپنے بیٹے کی جو عزت اور شان دیکھی ہے اس سے پہلے کسی بڑے سے بڑے آدمی کی بھی نہیں دیکھی تھی۔'' اور پھر دیر تک اللہ کا شکر ادا کرتے رہے۔ نیک دل والدہ بھی اللہ کا شکر ادا کرتی رہیں اور پھر شوہر سے کہنے لگیں: ''تیس ہزار اشرفیاں زیادہ عزیز ہیں یا ایسا انمول بیٹا؟ میں نے وہ ساری اشرفیاں اس کی تعلیم و تربیت پر خرچ کر دی ہیں۔''

فروخ نے بے ساختہ جواب دیا: ''خدا کی قسم! ان اشرفیوں کا اس سے بہتر کوئی استعمال نہ ہو سکتا تھا۔ تم نے بہت خوب کیا۔ ان اشرفیوں کو بیٹے کی تعلیم پر لگا کر اسے ایک خزانے کا مالک بنا دیا جس کو کبھی زوال نہیں۔''

امام ربیعہؒ کا علم و فضل میں اتنا بلند مقام تھا کہ بڑے اجل علماء و فقہاء بلکہ سربراہان حکومت بھی ان کے سامنے عقیدت سے سر جھکاتے تھے اور یہ سارا مرتبہ ان کو اپنی دور اندیش اور علم دوست والدہ کے طفیل ملا، جس نے تمام دولت ان کی تعلیم و تربیت پر نچھاور کر دی تھی۔

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا

حضرت خنساءؓ بنت عمرو عرب کی مشہور مرثیہ گوشاعرہ گزری ہیں۔ دور جاہلیت میں ان کا ایک بھائی صخر دشمن کے نیزے سے زخمی ہوگیا۔ پورے ایک سال تک بہن نے بھائی کی تیمارداری کی، مگر آخر وہ فوت ہوگیا۔ اس حادثہ نے بہن کو دیوانہ بنادیا۔ دن رات بھائی کی یاد میں روتیں۔ درد انگیز مرثیے لکھتیں۔ عام مجمعوں میں ان کو پڑھتیں خود بھی روتیں دوسروں کو بھی رلاتیں۔ ان کے یہ مرثیے عربی ادب کے بہترین مرثیے سمجھے جاتے ہیں۔

اس کے بعد ایک وہ موقع بھی آیا کہ اپنے وفد کے ہمراہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسلام قبول کرلیا۔ اس موقعہ پر خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کا کلام سنا۔ وہ سناتی جاتی تھیں اور نبی پاک ﷺ ان کی فصاحت و بلاغت پر تعجب کا اظہار کرتے جاتے تھے مسلمان ہونے کے بعد واپس اپنے قبیلہ میں گئیں۔ زبان میں تاثیر اللہ نے بہت دے رکھی تھی۔ ان کی تبلیغ سے بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے۔ بعد میں وقتاً فوقتاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں ایک دفعہ مدینے آئیں۔ اس وقت عمرؓ کے بھائی زیدؓ بن خطاب ایک معرکہ میں شہید ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ سے حضرت خنساءؓ نے ایک فصیح و بلیغ بات کہی: خدا کی قسم! میں صخر اور معاویہ (اپنے بھائیوں) کی موت پر ہرگز نہ روتی اگر ان کو بھی نیک اور پرہیزگار زیدؓ کی طرح شہادت نصیب ہوتی۔'' حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا: ''خنساءؓ سے بہتر میرے بھائی کی تعزیت کسی نے کبھی نہیں کی۔''

مگر حضرت خنساءؓ کی زندگی کا سب سے تابناک واقعہ وہ ہے جب وہ قادسیہ کی جنگ میں (عہد فاروقیؓ میں) اپنے چاروں جوان بیٹوں کے ہمراہ شریک ہوئیں۔ یہ چاروں بچے ان کے بڑھاپے کا سہارا تھے۔ ان کو رات کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ اس کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

''تم جانتے ہو کہ مسلمانوں کے لئے راہ خدا میں جہاد کرنا بڑا ثواب کا کام ہے۔ تم خوب سمجھ لو کہ ہمیشہ رہنے والی آخرت کے مقابلے میں یہ دنیا کچھ بھی نہیں، اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے:

''مسلمانو! صبر سے کام لو، ثابت قدم رہو اور آپس میں مل کر رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ فلاح پاؤ۔'' تو اے بیٹو! کل جب گھمسان کا رن پڑے گا اور جنگ کے شعلے خوب بھڑکنے لگیں گے تو تم دشمن کی فوجوں میں گھس جانا اور بے دریغ تلوار چلانا، اللہ تعالیٰ سے نصرت اور کامیابی کی دعا بھی کرتے رہنا۔ اللہ نے چاہا تو آخرت کے دن شرف پاؤ گے اور کامیاب ہو گے۔''

حضرت خنساءؓ کے چاروں بیٹوں نے بیک زبان کہا: ''اے مادر محترم! ان شاء اللہ! ہم آپ کی توقعات پر پورے اتریں گے اور آپ ہمیں ثابت قدم پائیں گی۔''

چنانچہ صبح جب معرکہ کارزار گرم ہوا تو خوب وارفتگی سے لڑے، لڑائی پورے شباب پر تھی۔ وہ دشمن کی فوج میں گھس گئے۔ بہت دیر تک بہادری سے لڑتے رہے۔ آخر یکے بعد دیگرے چاروں شہید ہو گئے۔ جب حضرت خنساءؓ کو ان کی خبر ملی تو فرمایا: ''اللہ! تیرا شکر ہے کہ میرے بیٹوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا۔ مجھے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ میں اپنے بچوں سے اللہ کی رحمت کے سائے میں ملاقات کروں گی۔'' یہ ضعیف العمر خاتون جنہوں نے تسلیم و رضا اور صبر و تحمل کا

ایسا مظاہرہ فرمایا کی چشم فلک نے کبھی اس کی نظیر نہ دیکھی تھی، ان کے اس کارنامہ نے ان کے نام کو جریدۂ عالم پر دوام کا مستحق بنا دیا تھا۔ اگر ملت اسلامیہ ان پر تا ابد ناز کرتی رہے تو وہ بجا طور پر اس کی مستحق ہیں۔ یہ وہی خنساءؓ ہیں جو اسلام لانے سے قبل بھائیوں کی وفات پر دیوانی ہو رہی تھیں، حالانکہ اس وقت جوان تھیں اور اب اسلام لانے کے بعد کس طرح بدلیں کہ اپنے جگر گوشوں کو بلکہ بڑھاپے کے جو ان سہاروں کو خود شہادت کے لئے تیار کیا اور ان کو تلقین کی کہ کسی نے پشت پر زخم نہیں کھانا۔ پھر ان کی شہادت پر بارگاہ الٰہی میں سجدہ شکر بجالاتی ہیں۔ اسلام کی تعلیم اور ایمان کے تقاضوں نے ان کو کتنا بدل کرر کھ دیا اور انہوں نے اپنے بچوں کی کیسی اچھی تربیت کی۔ اولاد کی اس سے اچھی تربیت کیا ہو سکتی ہے!

صحابیاتؓ اور ان کے بعد تابعات کا تذکرہ بھی بہت روح پرور اور ایمان افروز ہے۔ ملت کی تعمیر میں انہوں نے فی الواقع گراں قدر کارنامے انجام دیئے۔ ایک سے ایک بڑھ کر نمونہ! سمجھ نہیں آتی کہ کس کا ذکر چھوڑا جائے اور کس کو لیا جائے؟ ہر تذکرہ ہی ایمان و یقین کو دل میں راسخ کرنے والا اور ملت کی تقدیر کو بالکل بدل کر سنوار دینے والا ہے، رضی اللہ عنھن! یہ تو ایمان وعمل اور صدق و وفا کی ایک سلک مروارید ہے جس کا ہر موتی یاقوت اور مرجان کی طرح خالص اور قیمتی ہے۔ بارہ صدیوں تک مسلمانوں کا معاشرتی نظام اسی طرح چلتا رہا۔ ایک طرف خواتین کا معاشرہ میں بڑا احترام تھا، دوسری طرف خواتین نے، پردہ نشینان حرم نے بھی اللہ ورسولؐ کی محبت، دینداری، اخلاص نیت، شوہر کی وفاداری، علم پروری، تربیت اطفال، غرباء پروری، خودداری، درویشی وقناعت غرض ہر میدان میں بیش بہا خدمات انجام دیں۔ ہر بڑے آدمی کو پشت پر اس کی عظیم المرتبت والدہ کی تربیت کا بڑا دخل رہا ہے، حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی والدہ نے اپنے بیٹے کو

ہر حال میں سچ بولنے کی تربیت دے کرامت پر کتنا احسان کیا۔ سرسید اور علامہ اقبالؒ کو ایک عظیم فرد بنانے میں ان کی ماں کا کردار کتنا اہم اور عظیم الشان تھا۔ مولانا محمد علی جوہرؒ اور ان کے بھائی شوکت علیؒ کی عظیم ملی خدمات کے پیچھے ان کی عالی مرتبت والدہ بی اماں کی گہری تربیت شامل تھی اور اب ماضی قریب کی ایک مثال بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے میں اپنی بات ختم کرتا ہوں:

ایک افغانی گورنر نے اپنے بیٹے کو دشمن کے خلاف مہم پر بھیجا۔ ایک ماہ گزر گیا، مگر کوئی اطلاع نہ ملی۔ آخر کچھ دیر کے بعد گورنر کو اڑتی خبر ملی کہ تیرا بیٹا تو دشمنوں سے شکست کھا کر بھاگ گیا ہے۔ وہ گورنر فوراً اپنی بیوی کے پاس پہنچا اور بولا: ''تو نے اپنے بیٹے کی کیسی پرورش کی تھی! جو وہ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا۔'' اس راسخ العقیدہ اور پارسا بیوی نے کہا: ''یہ ممکن ہی نہیں کہ میرا بیٹا میدان جنگ سے بھاگ جائے، وہ جہاد میں شہید ہو سکتا ہے یا فتحیاب ہو کر غازی بن کر واپس آ سکتا ہے۔ مگر دشمن کے مقابلے میں پیٹھ نہیں دکھا سکتا۔''

پھر کچھ دیر کے بعد اطلاع ملی کہ پہلے والی خبر غلط تھی۔ قافلے کے سپہ سالار نے تو لڑتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی ہے۔ گورنر سجدۂ شکر بجا لایا اور بیوی سے اس یقین محکم کے بارے میں استفسار کیا تو وہ خاتون بولی ''میں نے جب بھی بیٹے کو دودھ پلانا ہوتا تھا تو پہلے وضو کرتی، نماز ادا کرتی پھر اس کے لئے دعا کرتی کہ یا اللہ! میرے بیٹے کو سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت سے نوازنا، پھر اس کو دودھ دیتی تھی۔ بعد میں اس کے لئے کھانا بھی میں ہمیشہ باوضو ہی تیار کرتی تھی۔ مجھے اپنے لاڈلے کے کردار کا بخوبی اندازہ تھا۔ وہ میدان جنگ سے بھاگنے والا نہیں تھا۔''

یہ کابل کے والی امیر دوست محمد خان تھے جن کا دور حکومت ۱۸۳۹ء سے ۱۸۶۴ء تک تھا۔

امام شافعیؒ کی والدہ

امام شافعیؒ مکہ کے رہنے والے ایک مشہور عالم دین تھے۔قرآن حدیث، فقہ اور شعر وادب کے بہت بڑے ماہر تھے۔ان کا اصل نام محمد بن ادریسؒ تھا، قریش کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔باپ کا انتقال ہو چکا تھا، گھر میں ان کی والدہ اور وہ دو افراد ہی تو تھے۔امام شافعیؒ کی ابتدائی زندگی بہت محنت و مشقت سے گزری، علم کا شوق بچپن سے تھا، چھوٹی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا۔مکہ میں جتنا علم حدیث حاصل کر سکتے تھے، وہ بھی حاصل کرلیا پھر تیرہ چودہ سال کی عمر میں ماں سے حصول علم کے لئے سفر پر جانے کی اجازت مانگی۔والدہ نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی۔دو پرانی یمنی چادریں گھر میں تھیں۔وہی بیٹے کو دیتے ہوئے کہا: "جا! میں نے تجھے اس خدا کے سپرد کیا جس کی تو امانت ہے۔مجھے امید ہے کہ وہ تجھے ضائع نہیں کرے گا اور غیب سے تیری تمام مالی و دیگر ضرورتیں پوری فرمائے گا۔

خدا تجھے آسمان علم پر سورج بنا کر چمکائے۔" امام شافعیؒ ماں سے رخصت ہو کر مدینہ میں امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آٹھ نو ماہ ان کی خدمت میں رہ کر ان سے علم حاصل کیا، پھر کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔وہاں بھی کافی مدت رہ کر امام محمدؒ سے علم دین حاصل کرلیا تین سال بغداد میں بھی گزارے۔پھر دوبارہ امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔امام مالکؒ کے پاس اس وقت اللہ کا دیا بہت کچھ تھا۔

انہوں نے اپنے ہونہار شاگرد امام شافعیؒ کو بہت سا مال اسباب دے دیا۔اب امام شافعیؒ اپنی بوڑھی والدہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے۔ اب تک وہ علم وفضل کے بے شمار خزانے حاصل کر چکے تھے۔امام مالکؒ نے امام

شافعیؒ کی مکہ روانگی کی تیاری کروادی اور بے شمار مال واسباب دیکر ان کو روانہ کیا۔

نیک دل والدہ کو اپنے بیٹے محمد بن ادریس (امام شافعیؒ) جواب ایک بہت بڑے عالم بن چکے تھے کی واپسی کی اطلاع مل چکی تھی۔ چنانچہ جب امام شافعیؒ حدودحرم کی قریب پہنچے، تو والدہ کو اور خالہ کو اپنے استقبال کے لئے موجود پایا۔

ماں اور خالہ دونوں نے ان کی بلائیں لیں۔ مگر ماں امام شافعی کے ساتھ اتنا مال واسباب دیکھ کر بڑی ملول اور دلگیر ہوئی۔ بیٹے نے عرض کیا کہ چلو اماں جان! گھر چلیں تو والدہ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور بولیں:

"بیٹے! گھر کیسے چلیں؟ میں نے تجھے حصول علم کے لئے روانہ کیا تھا اور جاتے وقت صرف دو یمنی چادریں تجھے دی تھیں۔ میں نے تجھے یہ دنیا لانے کے لئے کب بھیجا تھا! بیٹے! یہ غرور کی پونجی تو اس لئے ساتھ لایا ہے کہ اپنے چچا کے بیٹوں پر اپنی بڑائی جتائے اور انہیں حقیر سمجھے۔"

بیٹے نے فرط ندامت سے سر جھکا لیا اور عرض کیا: اماں جان! فرمایئے، اب میں کیا کروں؟" والدہ بولیں: "بیٹے! کرنا کیا ہے عام اعلان کر دو کہ بھوکے آئیں اور غلہ لے جائیں، پیادے آئیں اور سواری لے جائیں، ننگے آئیں اور کپڑے لے جائیں، نادار آئیں اور دولت لے جائیں۔" چنانچہ والدہ کی خواہش کے مطابق اعلان عام کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر میں وہ سارے اونٹ اور مال واسباب مکے کے غریبوں اور ناداروں میں تقسیم ہو گیا۔ اب امام شافعیؒ کے پاس جیب میں پندرہ دینار تھے اور ایک خچر جس پر وہ سوار تھے۔ یہ سارا قافلہ اب مکے میں داخل ہو رہا تھا۔ اتفاقاً راستے میں امام شافعیؒ کا کوڑا نیچے گر گیا۔ پاس سے گزرنے والی ایک باندی نے وہ کوڑا امام صاحب کو پکڑا دیا۔ انہوں نے باندی کو انعام دینے کے لئے پانچ دینار جیب سے نکالے تو والدہ بولیں:

''اچھا تو ابھی تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟'' بیٹے نے عرض کیا: ''ابھی دس دینار اور ہیں۔'' ماں نے کہا: ''یہ دس دینار کس لئے رکھے ہیں؟'' بیٹے نے عرض کیا: ''اب غلہ بھی نہیں رہا۔ یہ رقم وقت بے وقت کام آئے گی۔''

اماں: ''ارے بیٹا! تعجب ہے کہ تمہیں اتنا کچھ پڑھ لکھ لینے کے باوجود ان پندرہ دیناروں پر اتنا بھروسہ ہے اور سب کچھ دینے والے پر ذرا بھروسہ نہیں۔ سارے دینار نکال کر اس باندی کے حوالے کر۔'' اب بیٹے نے وہ سارے دینار نکال کر باندی کو دے دیئے۔ اس طرح خالی ہاتھ دونوں ماں بیٹا اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ گھر جا کر ماں نے خدا کا شکر ادا کیا اور بڑے پیار و محبت سے بیٹے کو فرمایا: ''آج تو اس حال میں جھونپڑے میں داخل ہوا ہے جس حال میں یہاں سے نکلا تھا۔ مگر آج میرے جھونپڑے میں وہ روشنی ہو گی، جو اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ اللہ نے تیری پیشانی میں علم کا نور رکھا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ نور دنیا کی فانی راحتوں سے میلا ہو اور اس میں کمی آئے۔'' اللہ اللہ! یہ استغناء اور قناعت! یہ کسی کسی کا نصیب ہے۔

حضرت سمیہؓ بنت خباط

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں اسلام کی آواز مکہ کے گلی کوچوں میں بلند کی تو جن ہستیوں نے آگے بڑھ کر پہلے پہلے آپ کا ساتھ دیا ان میں حضرت سمیہؓ بنت خباط بھی ہیں۔ ساتھ ہی ان کے شوہر یاسرؓ بن عامر اور ان کے سعادت مند بیٹے عمارؓ بن یاسر بھی مسلمان ہو گئے۔ حضرت سمیہؓ جب مسلمان ہوئیں تو وہ ایک تو اس وقت بوڑھی تھیں۔ دوسرے ان کا تعلق ایک غلام خاندان سے تھا اور وہ خود لونڈی تھیں۔ اس دور، میں مسلمان ہونا کافروں کے شدید غیظ وغضب کا نشانہ بننے والی بات تھی۔ ان کے شوہر حضرت یاسرؓ بھی ضعیف العمر تھے

ان دونوں کی ایمانی قوت اوا ستقامت کا یہ عالم تھا کہ مشرک ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے اور ان کو اسلام چھوڑنے پر مجبور کرتے، مگر ان کے قدم لمحہ بھر کے لئے بھی جادۂ حق سے نہ ڈگمگائے۔ ان مظلوموں کو لوہے کی زرہیں پہنا کر مکہ کی تپتی ریت پر لٹانا سینہ پر بھاری پتھر رکھنا پشت کو آگ کے انگاروں سے داغنا پانی میں غوطے دینا کفار کا روز کا معمول تھا۔ حضرت سمیہؓ کا مالک ولید بن مغیرہ مکے کا صاحب اقتدار شخص تھا۔ وہ مکے کے شریر لوگوں کو ان کے پیچھے لگا دیتا۔ یہ شریر ان کو اس طرح مسلسل ستاتے رہتے جیسے وہ دیوانی ہوں۔ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یاسرؓ حضرت سمیہؓ اور ان کے بچوں کو مبتلائے مصیبت دیکھا تو فرمایا: ''اے آل یاسرؓ! صبر کرو۔ تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے۔'' یہ ظلم سہتے سہتے بوڑھے یاسرؓ تو خالق حقیقی سے جا ملے، مگر مشرکوں کو پھر بھی رحم نہ آیا اور حضرت سمیہؓ اور ان کی اولاد پر ظلم وستم کا سلسلہ جاری رہا۔

ایک دن حضرت سمیہؓ دن بھر کفار کی سختیاں جھیل کر شام کو گھر آئیں تو ابوجہل نے ان کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور پھر یکدم اسے اتنا غصہ آیا کہ اپنا برچھا حضرت سمیہؓ پر کھینچ مارا۔ وہ اس کی تاب نہ لا سکیں۔ زمین پر گر پڑیں اور اپنے رب کو پیاری ہو گئیں۔

بوڑھی جان نے کفار کے کتنے ظلم سہے، مگر چٹان کی طرح ڈٹی رہیں آخر اس راہ میں اپنی جان قربان کر دی، مگر پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ اس بے کسی کی شہادت کی اطلاع ان کی اولاد نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دی، آپؐ نے ان کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا: اے اللہ! آل یاسرؓ کو دوزخ سے بچا۔'' بعد میں جب غزوہ بدر میں ابوجہل مارا گیا تو نبی پاکؐ نے حضرت عمارؓ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری والدہ کے قاتل سے بدلہ لے لیا۔'' حضرت سمیہؓ وہ پہلی شہید خاتون ہیں جنہوں نے اسلام کے راستے میں اپنی جان قربان کر دی تھی۔

بارھواں باب

عورت اور علم فقہ

ابن حزمؒ کہتے ہیں اگر عورت علم فقہ حاصل کر لے تو ہمیں اسکی نذرات قبول کرنا لازم ہوگا۔ یہ امھات المومنین تھیں جنہوں نے دین کے احکام نقل کئے اسی نقل پر دلیل قائم ہوئی اس میں ہمارے اصحاب اور ہمارے ملک والوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

فقہاء کی نظر میں تعلیم کو واجب لازم اور تدین (دینداری) قرار دیا گیا ہے (ابن حزم کتاب الاحکام) اور ہر مسلمان، عاقل، بالغ، مرد وعورت، آزاد وغلام پر علم حاصل کرنا فرض ہے (اس مسئلہ میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں) کہ اسے معلوم ہو کہ اسکے لئے کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے ہر وہ بات جس سے عدم واقفیت لوگوں میں سے کسی کو جائز نہیں چاہے وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام ہو یا باندی۔ ان سب پر فرض ہے کہ اپنی حد تک ضروری علم حاصل کریں۔

اور حاکم وقت اپنی عورتوں اور شاہی ملازمین اور افسروں کو علم حاصل کرنے پر مجبور کرلے اور یا تو خود ہی پڑھیں ورنہ ایسے شخص (عالم) سے ملیں جو انہیں اس کی تعلیم دے اور حاکم کو لوگوں پر اس معاملے میں گرفت کرنا ضروری ہے اور یہ کہ وہ ناخواندہ لوگوں کی تعلیم کے لئے افراد مقرر کرے اور ایسے لوگ اگر ان لوگوں کے علاقے میں نہ مل سکیں تو ان پر علم کی تحصیل کے لئے سفر کا حکم لاگو کیا جائے

تا کہ جہاں علماء میسر ہوں جو مختلف علم کے ماہر ہوں وہاں یہ لوگ جائیں چاہے یہ علاقے دور ہی کیوں نہ ہو ارشاد ربانی ہے:

فلولا نفر من کل فرقة منھم طآئفة لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم.

''چاہیئے کہ تم میں سے کیوں نہ ہوئی ایک جماعت جو دین کا علم حاصل کرنے نکلے اور جب قوم کی طرف لوٹیں تو انہیں اللہ سے ڈرائیں'' نکلنا اور لوٹنا بغیر سفر کے نہیں ہوتا۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں علم اور تعلیم اور اسکے مشتقات کے الفاظ تقریبا چار سو مرتبہ ذکر فرمائے ہیں ''لفظ قرأت'' اور اسکے مادے سے دوسرے الفاظ تقریبا تین سو مرتبہ فقہ، فکر، تدبر، تذکیر، کے الفاظ بھی بے شمار مرتبہ قرآن میں ذکر فرمائے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالی نے پڑھنے لکھنے کی چیزوں کا ذکر بھی فرمایا ہے اس لئے صحف قراطیس (کاپی قلم اور مداد (سیاہی) کے الفاظ قرآن میں جابجا نظر آتے ہیں۔

علماء کی شان کی تعظیم

شریعت اسلامیہ کی طرف علم اور علماء کی تکریم علم اور تعلیم پر ترغیب اور ہمت بندھانے کی بڑی دلیل ہے قرآن کریم۔ سنت نبویہ' سلف صالحین' فقہاء وائمہ'' نے علماء کی بڑی قدر و منزلت بیان کی ہے اور انکی قدر و شان کو بلند کیا ہے ہم قرآن کریم کی آیات' احادیث اور فقہاء کی اس بارے میں آراء پیش کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں اگر ہم غور کریں تو ہمیں علماء کی عظمت و شان پر صریح آیات ملیں گی ان میں سے بعض آیات یہ ہیں:

یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتو العلم درجات

''اللہ تعالی تم میں سے ایمان والوں کو اور جنہیں علم دیا گیا بلندی کے

درجات عطا کرتا ہے''۔ (المجادلہ آیت نمبر۱۱)

فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون.

''تو پوچھو اہل ذکر (علم) سے اگر تمہیں معلوم نہیں''۔ (الانبیاء آیت نمبر۷)

وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العالمون.

''مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے لئے پیش کرتے ہیں اور انہیں عم والے ہی سمجھتے ہیں''۔ (العنکبوت آیت منبر۴۳)

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب.

''کہہ دیجئے کیا علما اور بے علم برابر ہیں؟ بیشک عقل والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں''۔ (الزمر آیت منبر۹)

علماء کی تعظیم شان میں وارد ہونے والی چند احادیث یہ ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱) ''علماء دین کے چراغ' اور انبیاء کے خلفاء ہیں اور میرے وارث انبیاء کے وارث ہیں'' زمین میں علماء کی مثال آسمان میں ستاروں کی سی ہے جن کے ذریعے زمین اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ کی ہدایت حاصل کی جاتی ہیں اگر ستارے بجھ جائیں یا ان میں شک ہو جائے تو راہرو راستہ گم کر دیں''۔

(۲) ''لوگ دو قسم کے ہیں' عالم اور متعلم۔ ان دونوں کے سوا میں بھلائی نہیں''۔

(۳) ''علم کی فضلیت کی طرح کوئی حاصل کرنے والا کچھ حاصل نہیں کر سکتا جس سے وہ ہدایت پالے یا برائی سے ہٹا دے۔ اور اس کا دین اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ عقل درست نہ ہو''۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ علم کی فضلیت

عبادت کی فضلیت سے بہتر ہے''۔

خلیفۃ المسلمین حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں ''ہر ایک شخص کی قیمت اسکے حسن (علم) سے ہے''۔

علوم واجبہ کیا ہیں؟

ہم نے ابھی بیان کیا کہ علم سیکھنا مرد وعورت کا فریضہ ہے اور ہم نے یہ بھی ذکر کیا کہ دنیا وآخرت میں علماء کا بڑا مقام ومرتبہ اور عظیم شان ہے اب ہم یہ گفتگو کرنا چاہیں گے کہ شریعت اسلامیہ میں وہ کون سے علوم ہیں جن کا سیکھنا واجب ہے؟ تو ہمیں احیاء علوم از امام غزالیؒ میں یہ ملے گا کہ ''واجب علوم کی دو قسمیں ہیں''۔

ا۔فرض عین ۔ ۲۔فرض کفایہ۔

فرض عین

یہ وہ علوم ہیں جو ان عبادات کے ساتھ خاص ہیں جنکا سیکھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر واجب ہے مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اسی طرح بعض علم مثلاً علوم القرآن علوم حدیث وسنت اور وہ علوم جن کے حصول سے بندے اور رب کے درمیان عبادت اور عقیدہ کا تعلق ہوتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اس کا تعلق بقیہ معاشرے سے بھی مضبوط ہوتا ہے۔

امام بخاریؒ نے ''باب العلم قبل القول والعمل ''میں بیان کیا ہے کہ ہر بالغ عاقل مسلمان پر چاہے مرد ہو یا عورت' حلال وحرام کا علم سیکھنا ضروری ہے تا کہ وہ حق وباطل خیر وشر اور حلال وحرام میں فرق کر سکے اور یہ علوم بغیر علم حاصل کیئے نہیں آسکتے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

یا ایھا الذ ین امنو قو آانفسکم و اھلیکم نارا وقودھا الناس و الحجارۃ.

''اے ایمان والوں خود کواور اپنے گھر والوں کواس آگ سے بچاؤ جسکا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں''۔(التحریم آیت نمبر ٦)

عطاء بن ابی اباحؒ نے اسکی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ انسان یہ سیکھے کہ روزہ کس طرح رکھے گا، نماز کس طرح پڑھنی ہے، بیع وشراء کس طرح کرنی ہے' نکاح کیسے کرے اور طلاق کیسے دے۔ یہ تمام اموار شرائع اور قوانین کے تابع ہیں اور مسلمان پر واجب ہیں کہ وہ ان سب کو سیکھے تا کہ علمی میدان میں اس کا اجرائ ہو سکے۔ یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ دین اسلام فقط عبادت کا دین نہیں بلکہ یہ معاملہ کا دین ہے اور دنیاو آخرت کا دین ہے۔

فرض کفایہ

طلاق کیسے وہ علوم جنکا سیکھنا فرض کفایہ ہے یہ وہ علوم ہے جو ہر بالغ عاقل پر فرض یا واجب تو نہیں لیکن ان کا سیکھنا مطلوب ہیں۔یعنی ان علوم سے دنیاوی زیدگی میں مستغنی نہیں رہا جا سکتا۔جیسے طب' زراعت' سینے پرونے' نرسنگ' انجینئرنگ' تجارت وغیرہ اور دیگر تمام فنون جو انسانی زندگی کی ضروریات میں شامل ہیں' ان علوم کو اگر ایک شخص بھی حاصل کر لے تو دوسروں کے ذمے سے اسکا حاصل کرنا ساقط ہو جائے گا۔

وہ خواتین جو مختلف علوم کی ماہر تھیں:

ان میں فاطمہ بنت رسول ﷺ، حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی بکرؓ حضرت حفصہ بنت عمرؓ سیدہ خدیجہ دیگر امہات المومنین' اور اسماء بنت ابی بکرؓ رمیصاءؓ ام عمارہ رضوان اللہ علیہن وعلیہم اجمعین شامل ہیں۔

ماہر فقہ خواتین:

فقہ کی ماہر خواتین میں زینت بنت سلمہؓ آپ کی ربیبہ (سوتیلی صاحبزادی) کا نام آتا ہے۔ابو رافع الصائغ کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ کی کسی فقیہہ عورت کا نام لوں تو ان کا نام لیتا ہوں۔

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں، عروہؓ بن زبیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حلال وحرام' فریضہ اور فقہ میں حضرت عائشہؓ سے زیادہ کسی کو عالم نہ پایا مسروقؒ کہتے ہیں میں نے مشائخ وکبار صحابہؓ کو حضرت عائشہؓ سے مسائل پوچھتے دیکھا۔عطاء ؒ کہتے ہیں حضرت عائشہؓ لوگوں میں سب سے بڑی عالمہ اور فقیہہ تھیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ انصاری عورتیں بہترین عورتیں ہیں انہیں دینی مسائل کی دریافت میں حیا مانع نہیں ہوتی۔آپ ﷺ نے فرمایا ''اپنا آدھا دین اس حمیراء سے حاصل کرلو''۔(حمیراء حضرت عائشہؓ کا لقب ہے۔)

مجتہد ومفتی خواتین

ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ اس بڑے قافلہ میں حضرت ام سلمہ'' حضرت صفیہ' حضرت ام حبیبہ حضرت جویریہ' حضرت میمونہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو بھی شامل کرلینا بہتر ہے۔اسی طرح فاطمہ بنت رسول ﷺ زینب بنت سلمہ (ربیبہ رسول ﷺ) لیلی بنت فائق' اسماء بنت ابی بکر' ام شریک' فاطمہ بنت قیس' ام سلیم' ام ایمن' ام یوسف' اور غامدیہ اضوان اللہ علیہن اجمعین بھی (اسی میدان کی شہسوار ہیں۔

مفسرین قرآن خواتین

حضرت عائشہؓ کا نام ان میں سرفہرست ہیں' عروہ کہتے ہیں کہ میں نے

حضرت عائشہؓ سے زیادہ قرآن کا علم کسی میں نہیں دیکھا۔

محدث خواتین:

حدیث کی عالم خواتین میں حضرت عائشہؓ سرفہرست ہیں انہوں نے دوہزار دوسودس (۲۲۱۰) احادیث روایت کیں۔ بقی بن مخلد اندلسیؒ نے اپنی مسند میں ان تمام کو جمع کیا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی حدیث میں اشکال ہوتا تو ہم حضرت عائشہؓ سے دریافت کرتے وہ ہمیں ان کے پاس مل جاتی۔

حضرت ام سلمہؓ سے تین سو اٹھتر (۳۷۸) احادیث مروی ہیں۔

اسی طرح حضرت میمونہ' حضرت ام حبیبہؓ حضرت حفصہ، امہات المومنین' فاطمہ بنت نبی کریم ﷺ، اسماء بنت یزید بن سکن' اسماء بنت ابی بکرؓ اسماء بنت عمیس' ام الفضل بنت حارث' ام قیس بنت محصن' ربیع بنت معوذ' ام ہانی اور ام عطیہ رضوان اللہ علیہن وعلیہم اجمعین کے نام بھی حدیث کی عالم خواتین کی سرفہرست میں شامل ہیں۔

ادیب' شاعر' اور کاتب خواتین:

اروی بنت عبدالمطلبؓ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی شاعرہ تھیں' خنساء بنت عمرو السلمیہؓ سے آپ ﷺ شعر سنا کرتے تھے اور ان کی مہارت پر تعجب فرماتے' زینب بنت العوام حضرت زبیرؓ کی بہن بھی شاعرہ تھی۔ شیماء بنت حارثؓ آپ ﷺ کی رضاعی بہن تھیں یہ بچپن میں آپ کے لئے یہ شعر جھوم جھوم کر پڑھا کرتیں:

یارب بنا ابقی لنا محمدا   حتی اراہ یافعا وامردا

ثم اراہ سیدا مسودا   اکبت اعادیہ معاو الحسدا

وعاطہ عزا یدوم ابدا

ترجمہ :......اے ہمارے رب ہمارے لئے محمد کو باقی رکھ ۔حتی کہ میں اسے خوبصورت نوجوان دیکھو۔ پھر میں اسے سردار بنتا دیکھوں میں اس کے دشمنوں اور حاسدوں کو ایک ساتھ پچھاڑ دوں اور اسے ایسی عزت دے جو ہمیشہ رہے۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب' عاتکہ بنت زید عدویہ' جو کہ عبداللہ بن عمرؓ کی اہلیہ تھیں' ام رملہ قشیرہ' یہ کہیں گئی ہوئیں تھیں ۔واپس آئیں تو آنحضرت ﷺ کا وصال ہو گیا تھا اور انہیں سخت رنج ہوا یہ حسن حسین کو اٹھائے مدینہ کی گلیوں میں پھرتی اور بہت روتی اور درد بھرے مریثہ پڑھتی رہتی تھیں حضرت اسماء بنت یزید بن سکن کے بارے میں حافظ نے کہا ہے یہ خطیبۃ النساء مشہور تھیں' حضرت حفصہ اپنے ہاتھ سے تعلیمات رسول ﷺ لکھا کرتی تھیں۔

اور چند خواتین معلم و متعلم ہونے کی حیثیت سے مشہور ہوئیں فاطمہ بنت الخطاب حضرت عمر کی بہن تھیں انہیں حضرت خباب نے سورہ طہٰ سکھائی ۔شفاء بنت عبداللہ عدویہ نے حضرت حفصہ کو کتابت سکھائی ان کو تعلیمات رسول ﷺ لکھنا سکھائی۔

طب میں ماہر ہونے والی خواتین:

ان میں حضرت عائشہؓ ہیں آخری عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار رہے عرب و عجم کے اطباء آپ ﷺ کے لئے مشورے دیتے' حضرت عائشہؓ ان کے مطابق علاج کرتیں۔

زینب' بنوداؤد کی معالج:

یہ طب کو جاننے والی خاتون تھیں آنکھ کی بیماریوں کے علاج پر دسترس

رکھتی تھیں ۔ زینب مشہور طبیبہ ہے جن کا عرب کی تاریخ میں تذکرہ ہے کہ یہ اندورنی بیماریوں اور جراحت کی ماہر تھیں ۔

ربیع بنت معوذ بن عفراء انصاریہؓ:

یہ بھی آنخضرت ﷺ کے ہمراہ غزوات میں شریک ہوکر زخمیوں کی مرہم پٹی اور علاج کرتیں ۔ کہتی ہیں کہ ہم آنخضرت ﷺ کے ہمراہ غزوات میں شریک ہوتیں لوگوں کو پانی پلاتیں ، انکی خدمت کرتیں ، اور زخمیوں کو مرہم پٹی کرتیں ، شہداء اور زخمیوں کو مدینہ روانہ کرتیں'' ۔

عورت کا دوسرے علوم میں حصہ:

مسلمان عورت نے دوسرے علوم کے میدان میں بھی حصہ لیا مگر اسکی تہذیب نے اسے سیاست ، اجتماعی مصالح ، مناصب کبریٰ (خلافت وقضاء وغیرہ) اور زراعت اور رضاعت سے دور رکھا ہے ، ہم یہاں حضرت حفصہؓ کا تذکرہ کرتے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی مقدس کتاب کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھا ، جب مسیلمہ کذاب سے مقابلے میں ستر حفاظ وقراء شہید ہوئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو مشورہ دیا اور مشورہ کے نتیجے میں حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو قرآن جمع کرنیکا حکم دیا ۔ انہوں نے نہایت مشکل سے اسے جمع کیا ، نسخہ (مجموعہ) حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا پھر حضرت عمرؓ نے اسکی حفاظت کی ان کے بعد یہ حضرت حفصہ بنت عمر فاروقؓ کے پاس آگیا ۔ جب دور عثمان غنیؓ میں دوبارہ جمع قرآن ہوا تو یہ نسخہ پھر کام آگیا ۔

اگر سیدہ حفصہ بنت عمر فاروقؓ یہ اہم کام اپنے ذمہ نہ لیتیں ، اصلی نسخہ کی حفاظت نہ کرتیں تو شاید قرآن کی صحیح طور سے حفاظت نہ ہو پاتی ، لیکن بہترین

خاتون تھیں جنہوں نے قرآن کریم کی حفاظت کی، یہ خود متعلمہ تھیں آپ ﷺ کے حکم سے پڑھنا لکھنا سیکھا تھا، اور پھر بہترین امانت دار کہلائیں اور قرآن کی بہترین حافظہ بھی تھیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انا نحن نز لنا الذ کر وانا له لحا فظو ن .

''بیشک ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور بیشک ہم ہی اسکی حفاظت کر نے والے ہیں''۔ (الحجر آیت نمبر۹)

تیرھواں باب

اسلام اور زیب وزینت

زیب وزینت اور بناؤ سنگار عورت کا فطری حق ہے، میک اپ کرنا اور بناؤ سنگار کرنا عورت کے لئے اس کی فطرت کے عین مطابق ہے، کیونکہ ہر عورت طبعاً حسین وجمیل ہونا پسند کرتی ہے۔۔۔۔۔۔ ہر عورت چاہتی ہے کہ وہ خوبصورت نظر آئے۔

اسلام عورت کی اس فطری خواہش کا مخالف نہیں ہے۔ البتہ وہ یہ ضرور چاہتا ہے کہ اس کو منظم اور منضبط کیا جائے اور اس کا مظاہرہ ہر طرف سے سمٹ کر صرف ایک رخ پر، ایک مرد کے سامنے ہی کیا جائے۔ وہی مرد جو اس کا شریک حیات اور زندگی کا ہم سفر ہے۔

ہر قسم کی زینت اور ہر قسم کی خوشبو اسی شوہر کے لئے استعمال کی جائے، اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے:

''جو عورت عطر لگا کر باہر نکلے اور اس کا گذر ایسے لوگوں پر ہو جو اس کی خوشبو محسوس کریں تو وہ عورت زانیہ (جیسی گناہ گار) ہوگی''۔ (مسند احمد ۴۔۴۱۴)

عورت اگر سرِ راہ خوشبو لگا کر چلے، جو کہ مراسلت اور نامہ پیام کا نہایت لطیف ذریعہ ہے، اور اس سے عام اخلاقی ضوابط متأثر ہوتے ہیں، اس لئے اسلام کسی مسلمان عورت کو اس بات کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ راستوں اور بالخصوص مردوں کی محفلوں کے پاس خوشبو میں اچھی طرح بس کر اس کا گذر ہو۔

''کیونکہ حسن وجمال چھپ سکتا ہے لیکن عطر اور خوشبو کو کون روک سکتا ہے

خوشبو فضا میں تحلیل ہو کر آگے بڑھے گی اور اس سے مردوں کے جذبات لامحالہ برانگیختہ ہوں گے"۔

واقعہ یہ ہے کہ ان قیمتی نصیحتوں سے بے پروائی اور غفلت نے بے شمار جھگڑے لڑائیاں اور میاں بیوی کے درمیان تفرقہ اور علیحدگی پیدا کر رکھی ہے اس لئے خواتین کو مروجہ فیشن اور خلاف شرع زیب و زینت کی بری وبا سے بچنا چاہئے۔

بیوٹی پارلروں میں جانے اور نت نئے ایجاد کردہ فیشن اختیار کرنے سے خواتین کے چہرے، جسم اور بالوں کا فطری اور قدرتی حسن ختم ہو جاتا ہے اور اس سے بہت سے نقصانات بھی ہوتے ہیں، اس سلسلہ میں قاہرہ میڈیکل کالج کے پروفیسر ڈاکٹر عبدالمنعم صاحب کی تحریر بڑی فکر انگیز ہے، وہ لکھتے ہیں:

"اس طرح بیوٹی پارلر جا کر بالوں کی سٹینگ اور کٹنگ کروانا، یورپ کے لحاظ سے فیشن کی طرح مختلف رنگوں سے انہیں رنگنا، بالوں کو جھاڑنے اور ان کے اندر خم دینے کے لئے مختلف غیر فطری طریقے استعمال کرنا، جس سے بال جلدی گر جاتے ہیں، ان کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں یا سیٹنگ مشین کا استعمال کرنا اور کیمیاوی دواؤں کا استعمال کرنا جن میں ایسے مادے بھی شامل ہوتے ہیں جو بالوں کے لئے سخت نقصان دہ ہوتے ہیں، کسی بھی عورت کے لئے ایسی چیزوں کا استعمال مناسب نہیں کیونکہ یہ بالوں کے لئے سخت نقصان دہ ہے، خواتین کو ایسی زیب و زینت اختیار کرنے سے بچنا چاہئے۔

(ماخوذ رسالہ "تمہارا خصوصی معالج")

ہماری بہت ساری خواتین کو یہ معلوم بھی نہیں کہ ان کے سر کے بالوں کو

کھینچ تان کر رکھنے کے کیا کیا نقصانات ہیں؟ کیونکہ بالوں کو کھینچ تان کر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی جڑوں پر زور ڈالا جائے اور خون کی مخصوص مقدار کو بالوں کی جڑوں میں پہنچنے نہ دیا جائے جس سے بالوں کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں اور بال جلدی گر جاتے ہیں، جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بیوٹی پارلروں میں، فیشل ہیر کٹنگ، تھریڈنگ، ویکسنگ، بلیچنگ کروا کر۔۔۔۔اور آئی بروز اور اپر لیوز بنوا کر بن ٹھن کر نکلنے والی خاتون چند دنوں تک بظاہر بہت اچھی بھی لگے گی، لیکن اس کی بعد جوں جوں اس کا اثر زائل ہوتا جاتا ہے پھر پچیس سالہ دوشیزہ۔۔۔۔اگر پچاس سال کی نہیں تو چالیس سال کی ضرور لگتی ہے، اور گناہ کا یہ اثر ضرور ہوتا ہے کہ شوہر کے دل میں محبت کے بجائے بغض ونفرت بیٹھتی رہتی ہے۔

اور خصوصاً بیوٹی پارلر میں مزین کرنے والی جو عورتیں ہوتی ہیں وہ اکثر بے نمازی اور بے پردہ، آزاد خیال، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کو ناراض کرنے والی عورتیں ہوتی ہیں، جن میں بعض اوقات کافر۔۔۔۔عورتیں بھی ہوتی ہیں، جن کے شوہر خود ہی ان سے بیزار ہیں اور وہ خود اپنے شوہروں سے بیزار ہو کر ان کاموں پر لگ گئی ہیں تو وہ کیا دوسری خواتین کو ایسا تیار کریں گی جس سے وہ اپنے شوہر کی ہو جائیں؟

کبھی بھی نہیں! بلکہ مسلمان خواتین کے لئے ایسی عورتوں کو اپنے جسم پر ہاتھ بھی نہیں لگانے دینا چاہئے۔

اور اگر بیوٹی پارلر میں کام کرنے والے مرد ہوں یا ان کا وہاں آنا جانا ہو تو پھر اس کے حرام ہونے اور اس پر خدا کی لعنت برسنے میں کیا شبہ باقی رہ جائے گا؟

بیوٹی پارلر میں جا کر ایسی بے حیاء بے شرم اور گناہ گار عورتوں سے اپنے کو سنوارنا اور مزین کرنا مسلمان خواتین کے لئے کسی طرح بھی مناسب نہیں، بلکہ گھر

پر ہی جو کچھ ہو سکے اس سے اپنے آپ کو آراستہ و پیراستہ کرنا چاہئے۔ اسی میں ان کے لئے دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

زیب و زینت میں فضول خرچی

زیب و زینت کیجئے اور ضرور کیجئے، لیکن اس میں اتنا بھی حد سے آگے نہ بڑھئے کہ اپنے بجٹ کا بھی خیال نہ رہے، اور اپنے والد یا اپنے شوہر کے خون پسینہ کی کمائی کو بے دردی سے ضائع کر دیں، اور نئے سے نئے فیشن کے کپڑے اور مہنگے سے مہنگے زیورات کم از کم ایسے حالات میں تو استعمال نہ کریں، جب کہ آپ کی دیگر مسلمان بہنیں سوکھی روٹی کے لئے بھی ترس رہی ہوں۔

یاد رکھئے!

"ایسی نادان اور فضول خرچ خواتین کی گودوں میں ایسے پھول نہیں کھلا کرے، اور ایسی ٹہنیوں پر ایسے قیمتی پرندے نہیں بیٹھا کرتے، ایسی قاتلۂ انسانیت منڈھیر پر بیٹھ کر چہچہانے والی مینائیں اپنا سریلا نغمہ، عالم کو نہیں سنایا کرتیں، ایسے نافرمان و خودغرض گلدستوں میں سلطان نورالدین زنگیؒ اور صلاح الدین ایوبیؒ جیسے گلاب نہیں کھلا کرتے، ایسی خودغرض اور دوسروں کے حقوق سے لاپرواہی کر کے بیوٹی پارلر کی کرسی پر بیٹھنے والی کے پالان میں عمر بن عبد العزیزؒ جیسے نہیں سویا کرتے، خدا کی نعمتوں کے ناقدردان ٹیلوں اور چوٹیوں پر خنساءؓ و حمنہ بنت جحشؓ کا رنگ نہ بھرا جا سکتا، ایسی اداس شاہراہوں پر اور بنجر علاقوں میں محمد بن قاسمؒ و عقبہ بن نافعؓ نہیں

آیا کرتے"" ایسی بے پردہ پھرنے والیوں اوراپنے جسم کے
اعضاء کی بے باکی کے ساتھ نمائش کرنے والیوں کی
چھاتیوں سے طارق بن زیادؒ وٹیپو سلطانؒ دودھ نہیں پیا
کرتے، ایسی رات کی رانیوں کے غنچوں میں ایسے عطر آمیز
خوشبوؤں والے طارقؒ بن زیادؒ، محمد فاتحؒ، جن کی خوشبو سے عالم
اسلام جھوم اٹھتا ہے، اپنی خوشبوئیں ایسی ماؤں کو نہیں سونگھایا کرتے"

معزز ماؤں اور پیاری بہنوں!

مروجہ فیشن کی جس راہ پر آپ گامزن ہیں وہ مسلمان خواتین کے لئے زیب نہیں دیتا، مسلمان خواتین کو چاہئے کہ زیب وزینت کے وہ طریقے اپنائیں جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے ارشادات کی حدود میں ہوں۔

اس لئے خواتین کے لئے یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ زیب وزینت کے کونسے طریقے شریعت کے خلاف ہیں اور کونسے طریقے شریعت کے مطابق ہیں، تاکہ وہ خلاف شرع امور سے اجتناب کرسکیں، اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اپنا فطری عمل بناؤ سنگار بھی کرسکیں۔

ذیل میں ان ہی طریقوں کو ذرا تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے، ان کو غور سے پڑھیں اور اس کے مطابق عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں، اسی میں آپ کے دین و دنیا دونوں جہان کی بہتری اور کامیابی یقینی ہے۔

فیشن کی حدود

خواتین کو زیب وزینت سے متعلق تین باتیں بنیادی طور پر ذہن میں

رکھنی چاہئیں۔

(۱) جن امور کی شریعت میں قطعی طور پر ممانعت ہے انہیں کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں، چاہے شوہر یا کوئی ان کو کرنے کے لئے کہے یا نہ کرنے کی صورت میں ناراض ہو جائے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

"لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق" یعنی: "اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں"۔

(۲) جو امور شرعی حدود میں ہیں اور جائز کے درجہ میں ہیں ان میں حسب وسعت شوہر کی مکمل اطاعت کرنا عورت کے ذمہ ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ" اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کے لئے سجدہ کرے" (جمع الفوائد ۱:۳۹۱)

دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

"اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو حکم دے کہ سرخ پہاڑ سے پتھر اٹھا کر کالے پہاڑ، اور کالے پہاڑ سے پتھر اٹھا کر سرخ پہاڑ پر لے جائے، تو اسے یہی کرنا چاہئے"

(جمع الفوائد: ۳۹۱)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

"ایک حق مرد کا یہ ہے کہ اپنی صورت بگاڑ کے اور میلی کچیلی نہ رہا کرے، بلکہ بناؤ سنگار سے رہا کرے، یہاں تک کہ اگر مرد کے کہنے پر بھی عورت بناؤ سنگار نہ کرے تو مرد کو مارنے کا اختیار ہے" (بہشتی زیور مدلل ص ۳۳۸)

(۳) عورت شرعی حدود میں رہ کر جو کچھ بناؤ سنگار کرے اس کا مقصد شوہر کو خوش کرنا ہو، نہ کہ دوسری عورتوں اور نامحرم مردوں کو دکھانا اور اترانا، اگر شوہر کو خوش کرنے کے لئے بناؤ سنگار کرے گی خواہ کوئی اور خوشی ہو یا نہ ہو، اجر کی مستحق ہوگی۔

البتہ اگر اترانے اور نامحرم مردوں یا دوسری عورتوں کو دکھانے اور ان پر فخر کرنے کی نیت سے کپڑے پہنے گی اور بناؤ سنگار کرے گی تو گناہ گار ہوگی اس لئے ان باتوں سے بچنا ضروری ہے۔

یہ تین بنیادی باتیں ذہن نشین کر لینے کے بعد فیشن کی مروجہ صورتوں میں سے کونسی صورت جائز ہے اور کونسی صورت ناجائز اس بارے میں شریعت کے مفصل احکام حسب ذیل ہیں۔

سر کے بال کٹوانا

خواتین کا اپنے سر کے بالوں کو کٹوانا یا فیشن کے طور پر چھوٹے کروانا خواہ کسی بھی جانب سے ہو، مردوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ناجائز اور گناہ ہے، حدیث شریف میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے، چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

(بخاری شریف وابوداؤد بحوالہ مشکوۃ شریف ص ۳۸۰)

لہٰذا خواتین کے لئے سر کے بالوں کو کٹوانا جائز نہیں۔ اگر چہ شوہر اس کے لئے کہے تب بھی ایسا کرنا ان کیلئے جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں شوہر کی اطاعت جائز نہیں، ایسی صورت میں عورت کو چاہئے کہ محبت وداب کے ساتھ انکار کردے، اور شوہر کو شرعی حکم سے آگاہ کردے اور نرمی سے سمجھا دے اور امید ہے کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے شوہر بھی شرعی حکم پر عمل کرے گا، اور خلاف شرع عمل پر اصرار نہیں کریگا۔

سر کے بال تراشنا

بالوں کے کاٹنے کا حکم تو اوپر لکھدیا گیا، اور تراشنے کا حکم بھی یہی ہے کہ محض فیشن کے طور پر خواتین کے لئے بالوں کو تراشنا جائز نہیں۔

البتہ اگر بالوں کے سروں میں شاخیں نکل آئیں جس کی وجہ سے بالوں میں گرہیں پڑ جاتی ہوں تو ان سروں کو تراشنے کی گنجائش ہے، یا جو بال عموماً اوپر نیچے ہو جاتے ہیں ان کو صرف نیچے سے برابر کرنے کے لئے معمولی طور پر تراشنے کی گنجائش ہے۔

سر کے بالوں کو ڈیزائن و فیشن سے سنوارنا

خواتین کے لئے سر کے بالوں کو کاٹے بغیر مختلف ڈیزائن اور فیشن سے سنوارنا جائز ہے، البتہ اس میں مندرجہ ذیل باتوں کو خاص خیال رکھنا بہرحال ضروری ہے:

(۱) محض اپنا یا اپنے شوہر کا دل خوش کرنے کے لئے ایسا کرلیا جائے۔

(۲) اتنا وقت اس میں ضائع نہ ہو جس سے دوسرے ضروری امور میں خلل پڑتا ہو۔

افزائش کے لئے بال کٹوانا

بعض خواتین کے بالوں کی چوٹیوں کے اختتام پر بال دو اور تین حصوں میں سروں کی نوکوں سے منقسم ہو جاتے ہیں، پھر بالوں کی افزائش بند ہو جاتی ہے، اگر ان بالوں کے سروں کو کاٹ دیا جائے تو پھر بال بڑھنے شروع ہو جاتے ہیں، تو ایسی صورت میں بالوں کی افزائش کے لیے بالوں کے سرے معمولی طور پر کاٹنا بلاشبہ جائز ہے۔

بیماری اور درد کی وجہ سے بال کٹوانا

اگر کسی عورت کے سر میں کوئی بیماری یا درد وغیرہ پیدا ہو جائے اور اسکے سبب بالوں کا ازالہ ناگزیر ہو جائے تو پھر ایسی حالت میں بوجہ مجبوری یعنی شرعی عذر کی بناء پر بالوں کا کاٹنا جائز ہے، لیکن جیسے ہی یہ عذر ختم ہو جائے اجازت بھی ختم ہو جائے گی یعنی عذر ختم ہونے کے بعد بالوں کا کاٹنا جائز نہ ہوگا۔

(الاشباہ والنظائر ۱۷۰۲، فتاوی خانیہ ۳:۴۰۹)

چھوٹی لڑکیوں کے بال کٹوانا

بالغ یا قریب البلوغ لڑکیوں کے بال کٹوانا تو جائز نہیں جیسا کہ اوپر تفصیل سے لکھا گیا ہے، البتہ ایسی بچیاں جو چھوٹی ہوں اور قریب البلوغ نہ ہوں یعنی جس کی عمر نو سال سے کم ہو تو خوبصورتی یا کس اور جائز مقصد کیلئے ان کے بال کٹوانا درست ہے، تاہم کافروں اور فاسقوں کے ساتھ ارادی طور پر مشابہت اختیار کرنے سے بچنا چاہئے۔

بالوں کو بلیچ کرنا اور رنگنا

بیوٹی پارلر میں خواتین کے بالوں کو بلیچ BLeech کیا جاتا ہے اور پھر دوسرے رنگ سے رنگا جاتا ہے، تو یہ کام اگر شرعی حدود میں رہتے ہوئے کیا جائے تو شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بھوؤں کو باریک بنانا

آج کل خواتین بھوؤں کو خوبصورت شکل دینے کے لئے آئی برو Eyebrow کے آس پاس کے چند بال نوچ لیتی ہیں اس طرح بھوؤیں خوبصورتی

سے گول لکیر سی بن جاتی ہیں مقصد اس سے محض خوبصورتی اور زینت ہے۔۔۔۔
لیکن ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں۔۔۔۔ کیونکہ جسم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی امانت ہے
جس میں کسی شرعی اور فطری ضرورت کے بغیر کوئی خودساختہ تبدیلی درست نہیں ہے،
اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے خوبصورتی کے لئے دانتوں کے درمیان فصل پیدا
کرنے اور جسم کو گودنے یا گودوانے کو ناجائز، موجب لعنت اور اللہ تعالیٰ کی خلقت
میں تغییر قرار دیا ہے اور خواتین کو اپنے جسم سے بال نوچنے کی ممانعت فرمائی ہے،
چنانچہ ابرو کے بال نوچ کر باریک سی لکیر بنا لینا اور دونوں بھوؤں کے درمیان
فاصلہ کرنا جیسا کہ آج کل اس کا عام فیشن ہے، سراسر ناجائز ہے۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۸۱)

شوہر کی خوشدلی کے لئے بھی ایسا کرنا جائز نہیں، البتہ ابرو کے بال اگر
بہت بڑھ گئے ہوں تو ان کو کتر کر یا کترواکر کسی قدر کم کرنا درست ہے۔

چہرے کے بال صاف کرنا

چہرے کے بال اور روئیں جو پیشانی اور منہ پر ہوتے ہیں ان کو اگر نوچ کر
نکالا جائے تو چونکہ اس میں اپنے جسم کو بلاوجہ اذیت دینا ہے اس لئے نوچ کر نکالنا مناسب
نہیں، البتہ اگر کسی پاؤڈر وغیرہ کے ذریعہ صاف کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔

چہرے سے ڈاڑھی مونچھ صاف کرنا

بعض عورتوں کے چہرے پر ڈاڑھی مونچھ نکل آتی ہیں تو اس کو صاف کرنا،
نہ صرف جائز بلکہ افضل اور بہتر ہے، البتہ ان زائد بالوں کو بھی نوچ کر نکالنے میں چونکہ
بلاوجہ اپنے جسم کو اذیت دینا ہے۔ اس لئے نوچ کر نکالنا مناسب نہیں، کسی پاؤڈر
وغیرہ کی ذریعہ صاف کیا جائے تو درست ہے۔

ہونٹوں کے بال صاف کرنا

اگر کسی عورت کے ہونٹ کے اوپر بال اُگ آئے ہوں تو انہیں زائل اور صاف کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ انہیں دور کرنا عورت کے حق میں افضل اور مستحب ہے۔ (فتاوی شامی ۶: ۳۷۳)

البتہ ان زائد بالوں کو بھی نوچ کر نکالنے میں چونکہ بلاوجہ جسم کو اذیت دینا ہے اس لئے نوچ کر نکالنا مناسب نہیں، کسی پاؤڈر وغیرہ کے ذریعہ صاف کرنا چاہئے۔

ہاتھ پاؤں کے بال صاف کرنا

خواتین کے لئے کلائیوں اور پنڈلیوں کے بالوں کو صاف کرنا جائز ہے، اس لئے کہ عورت کے حق میں زینت مطلوب ہے، نیز ہاتھ پاؤں کے بال صاف کرنے میں اصل خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور اس میں کوئی دھوکہ بھی نہیں ہوتا، اس لئے ہاتھ اور پاؤں کے بال صاف کرنا جائز ہے۔

(تکملۃ فتح الملہم ۴: ۱۹۵، مرقاۃ ۸: ۲۱۲)

جسم گودنا، گودوانا جائز نہیں

جسم گودنا اور گودوانا جائز نہیں حرام ہے، اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کسی سوئی وغیرہ سے کھال میں گہرے گہرے نشان ڈال کر اس میں سرمہ یا نیل بھر دیا جاتا ہے، اس طرح جسم پر جانوروں اور دیگر چیزوں کی تصویریں بنائی جاتی ہیں، حدیث شریف میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر

لعنت فرمائی ہے۔(مشکوۃ شریف ۳۸۱)

اس لئے خواتین کے لئے ان ناجائز اور خلاف شرع امور سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

بالوں میں بال ملانا

اسی طرح خواتین زیب وزینت اور اپنے بال لمبے یا گھنے اور پھولے ہوئے ظاہر کرنے کے لئے دوسرے کسی مرد یا عورت کے بال لے کر اپنے بالوں میں ملا لیتی ہیں، چونکہ اس میں جھوٹ اور فریب ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کو سخت ناپسند فرمایا اور ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی۔ (مشکوۃ شریف ۳۸۱)

اس لئے خواتین کیلئے ان ناجائز کاموں سے بچنا ضروری ہے۔

بالوں کا وگ لگانا

اس وقت وگ یعنی بناوٹی بالوں کا استعمال بہت عام ہے، اور جدید سائنس نے اس میں بھی کافی ترقی کی ہے، اور نئے نئے انداز سے بال لگوائے جانے کے طریقے ایجاد کئے ہیں، شرعی اعتبار سے ہم ان طریقوں کو دو صورتوں میں بیان کر سکتے ہیں۔

انسانی بالوں کا وگ

حدیث شریف کی رو سے یہ بات بالکل واضح ہیکہ انسانی بالوں کا وگ لگوانا جائز نہیں حرام ہے، خواہ وگ کے بال مشین کے ذریعہ اس طرح لگوا تیں کہ وہ جسم کے ساتھ مستقل پیوست (فٹ) ہو جائیں اور وہ جسم سے الگ نہ ہو سکتے ہوں یا اس طرح نہ لگوائیں بلکہ عارضی طور پر لگوائیں کہ جب چاہیں اسے پہن لیں

اور جب چاہیں اسے اتارلیں، ان میں سے کسی صورت میں بھی انسانی بالوں کا وگ لگوانا جائز نہیں۔

جانور کے بالوں یا مصنوعی بالوں کا وگ

انسان کے علاوہ کسی جانور کے بالوں کا وگ یا مصنوعی بالوں کا وگ لگانا اور لگوانا شرعا جائز ہے، اگر ان بالوں کا وگ جسم میں مستقل طور پر پیوست (فٹ) کر کے لگایا جائے تو اس میں بھی حرج نہیں جائز ہے،

اور اگر مستقل طور پر نہ لگایا جائے بلکہ عارضی طور پر لگایا جائے یعنی جب چاہیں لگالیں اور جب چاہیں ہٹادیں تو یہ بھی جائز ہے۔

وگ کے بال پر مسح اور غسل کا حکم

اگر وگ کے بال جسم کے ساتھ مستقل پیوست ہو جائیں اور وہ جسم سے الگ نہیں ہو سکتے ہوں تو وضو کے دوران اس پر مسح کرنا جائز ہے اور اسی حالت میں فرض غسل بھی درست ہے، اگر یہ بال جسم کے ساتھ مستقل پیوست نہ ہوں بلکہ عارضی ہوں کہ جب چاہیں لگالیں اور جب چاہیں ہٹادیں تو اس پر مسح جائز نہیں، اور ان بالوں کے ہوتے ہوئے اگر جسم تک پانی نہ پہنچے تو ایسی صورت میں فرض غسل بھی درست نہیں ہوگا، ایسی صورت میں ان کو ہٹا کر سر پر مسح کرنا ضروری ہے، اور فرض غسل میں، غسل سے پہلے ان کو اتار کر غسل کرنا ضروری ہے۔

(فتاوی ہندیہ ۵: ۳۵۸۔ تکملۃ فتح الملہم ۴: ۱۹۱)

میک اپ کرنا

عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے اپنی صورت بگاڑ کے اور میلی

کچیلی نہ رہا کرے۔ بلکہ صاف ستھری اور بناؤ سنگار سے رہا کرے اور اس مقصد کے لئے عورت کے لئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے میک اپ کرنا، پاؤڈر اور کریم وغیرہ کا استعمال بلا شبہ جائز ہے۔

لپ اسٹک کا استعمال

آج کل خواتین اپنے لبوں پر جو لپ اسٹک استعمال کرتی ہیں اس کے استعمال کے بارے میں قدرے تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ ایسا ہو کہ اس کے استعمال سے ایسی تہہ نہ جم جاتی ہو کہ جس کے ہوتے ہوئے وضوء اور غسل میں جسم تک پانی نہ پہنچتا ہو بلکہ اس کے ہوتے ہوئے بھی وضوء اور غسل میں جلد تک پانی پہنچ جاتا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔۔۔۔۔اور اگر اس کے استعمال سے ایسی تہہ جم جاتی ہو کہ جس کے ہوتے ہوئے وضو اور غسل میں جسم تک پانی نہ پہنچتا ہو تو اس کے استعمال سے وضو اور غسل نہیں ہوگا، تو ایسی صورت میں عورت کو پاکی اور وضوء اور غسل کی ضرورت کے وقت اس کا لگانا جائز نہیں، کیونکہ جب وضوء اور غسل نہ ہوگا تو پاک کیسے ہوگی، نماز کیسے پڑھے گی؟

البتہ اگر اس کے استعمال سے وضو، فرض غسل، اور نماز وغیرہ میں کوئی خلل نہ آتا ہو یعنی وضوء اور غسل سے پہلے اسے اچھی طرح صاف کر کے وضوء اور غسل کرلیں، تو پھر کوئی بھی عورت اپنی خوبصورتی کے لئے یا بیوی اپنے شوہر کا دل خوش کرنے کے لئے اسے لگا سکتی ہے۔

پلکوں پر رنگ لگانا

پلکوں پر جو رنگ لگایا جاتا ہے یا آئی برو (Eyebrow) لگایا جاتا ہے، اگر وہ وضو اور فرض غسل میں جسم تک پانی پہنچنے سے روکنے والا نہیں ہے تو اس کا

استعمال جائز ہے اور اگر اسے لگانے کے بعد جسم تک پانی نہیں پہنچتا تو اس کا حکم ناخن پالش کا سا ہے جو آگے ذکر کیا جا رہا ہے۔

نیل پالش کا استعمال

نیل پالش کا استعمال یا اس جیسی وہ چیزیں جن کے استعمال سے ایسی تہہ جم جاتی ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے جلد تک پانی نہیں پہنچتا تو انہیں پاکی اور وضو اور غسل کی ضرورت کے وقت لگانا جائز نہیں، کیونکہ اس سے وضو اور غسل نہیں ہوتا، اور جب وضو اور غسل نہیں ہوگا تو نماز نہیں ہوگی۔

البتہ اگر ان چیزوں کے استعمال سے ایسی تہہ نہ جمتی ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے پانی جسم تک پہنچنے میں خلل واقع ہو یا ایسی تہہ تو جمتی ہو مگر وضو اور غسل سے پہلے انہیں اچھی طرح صاف کر کے وضو اور غسل کر لیں تو پھر عورت کے لئے اس کا لگانا جائز ہے لیکن خواتین کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ ایسی فضول چیزوں کی عادت نہ ڈالیں جن سے آگے چل کر نماز وغیرہ میں خلل پیدا ہونے اور معاشرت میں کافروں اور فاسقوں کی مشابہت پیدا ہونے کا امکان ہو۔

ناخن کاٹنے کا طریقہ

ناخن کاٹنا بذات خود سنت ہے، اور اس میں کوئی مخصوص طریقہ مسنون نہیں ہے اور جس طرح بھی کاٹے جائیں گے سنت ادا ہو جائے گی، تاہم بعض فقہاءؒ نے فرمایا کہ اس میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ دایاں ہاتھ کی سبابہ انگلی سے شروع کرے اور اسی ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کرے، اور دایاں پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور بایاں پیر کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔

نیز جمعہ کے دن سے پہلے ناخن کاٹنا افضل ہے ـــــ نیز رات کو بھی

ناخن کاٹنا جائز ہے، اور ناخن کاٹنے کے بعد اسے بیت الخلاء اور غسل خانہ کے علاوہ دوسری جگہ پھینکنا جائز ہے البتہ دفن کر دینا بہتر ہے۔

(فتاوٰہندیہ ۵: ۳۵۷، مرقاۃ ۲: ۴)

لمبے ناخن رکھنا اور تراشنا

ناخنوں کو خوبصورت بنانے کے لئے اس میں تراش وخراش کا عمل جائز ہے، لیکن بہت سی عورتوں میں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ وہ لمبے لمبے ناخن رکھتی ہیں اور ان کو نہیں کٹواتی ۔۔۔۔ جب کہ مسنون عمل یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں ناخن کٹوائے جائیں اور اگر اس سے تاخیر ہو جائے تو پندرہ دن کے اندر اندر کاٹنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک تاخیر کی گنجائش ہے، اس سے زیادہ تاخیر کرنا او لمبے لمبے ناخن رکھنا گناہ ہے لہذا خواتین کو اس سے بچنا چاہئے۔

(مسلم شریف ۱: ۱۲۹، فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۵۷)

ڈیزائن سے مہندی لگانا

عورتیں جو اپنے ہاتھوں پر مہندی لگاتی ہیں جسے آج کل ڈیزائن اور فیشن کے مطابق لگائی جاتی ہے، اور بسا اوقات ہاتھوں کی پشت پر بھی خاص ڈیزائن سے مہندی لگائی جاتی ہے تو خواتین کے لئے یہ سب جائز ہے، بلکہ ہاتھ پاؤں اور سر پر زینت کے لئے مہندی لگانا ان کے لئے بہتر اور افضل ہے، خاص ڈیزائن اور فیشن کے ساتھ مہندی لگائی جائے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں درست ہے۔

محلول اور کون مہندی لگانا

آج کل بازاروں میں کون مہندی اور مہندی سے تیار شدہ محلول، مہندی

کی طرح استعمال کیا جاتا ہے تو خواتین کے لئے ان کا استعمال جائز ہے، مہندی اور محلول کی تہہ اترنے کے بعد وضو اور غسل درست ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کے بعد مہندی کا صرف رنگ باقی رہ جاتا ہے جو وضو اور غسل میں جسم تک پانی پہنچنے میں مانع نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ شامی: ۱۵۴)

ابٹن لگانا

شادی بیاہ کے موقع پر لڑکی کو ابٹن لگانے کا رواج ہے اور شرعا اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں یعنی لڑکی کو ابٹن لگانا فی نفسہ جائز ہے، لیکن اس موقع پر جو مفاسد ومنکرات ہوتے ہیں مثلاً تصویر کشی، بے پردگی، اجنبی مردوں اور عورتوں کا اختلاط، مووی بنانا، اور اسراف وغیرہ یہ سب امور ناجائز اور حرام ہیں اس لئے ان ناجائز امور سے بچنا ضروری ہے، البتہ ان تمام مفاسد اور منکرات سے بچ کر ابٹن لگایا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

کالا خضاب لگانا

خواتین کے لئے اپنے بالوں کو کالا کرنے یا بالوں کو خوبصورت بنانے کی غرض سے خضاب یا دیگر کیمیاوی مرکبات مثلاً کالا کولا، کالی مہندی یا دیگر ہیئر کلرز لگانے کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ خالص سیاہ رنگ کے علاوہ دوسرے رنگوں کا خضاب لگانا عورت کے لئے بلاشبہ درست ہے، اور سرخ خضاب خالص حنا کا یا کچھ سیاہی مائل جس میں کتم شامل کیا جاتا ہے، عورت کے حق میں بھی مسنون ہے۔

اور جہاں تک خالص سیاہ رنگ کے خضاب اور خالص سیاہ رنگ کے دیگر کیمیاوی ہیئر کلرز کا تعلق ہے تو اس سے اگر اپنے آپ کو کم عمر اور جوان ظاہر کر کے کسی

کو دھوکہ دینا مقصود ہو تو یہ بالکل نا جائز اور حرام ہے، اگر اس سے کسی کو دھوکہ دینا مقصود نہ ہو بلکہ میاں بیوی کا معاملہ ہو اور شوہر کو خوش کرنے کے لئے بیوی اس کی خواہش پر بطور زینت خالص سیاہ رنگ کا خضاب لگائے تو اس کی بھی گنجائش ہے بعض علماء نے اس کی اجازت دی ہے۔

(المغنی لابن قدامہ الحنبلی ۱: ۷۶)

زیر ناف بالوں کی صفائی

زیر ناف یعنی زائد بالوں کی صفائی یہ بھی ایک شرعی مسئلہ ہے اس لئے اس کو یہاں بیان کیا جاتا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ دس چیزیں خصال فطرت ہیں ان میں سے ایک چیز زیر ناف یعنی زائد بالوں کی صفائی ہے، ان زائد بالوں کو ہفتہ میں ایک دفعہ صاف کرنا افضل ہے، اگر اس سے تاخیر ہو جائے تو پندرہ دن کے اندر صاف کرنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک تاخیر کی گنجائش ہے اس سے زیادہ تاخیر کرنا گناہ ہے۔

ان زائد بالوں کی صفائی میں عورت کے حق میں بہتر یہ ہے کہ وہ ان کی صفائی چونا، پاؤڈر، کریم، چٹکی یا چمٹی وغیرہ سے کرے، بلیڈ یا استرے وغیرہ کا استعمال عورت کے حق میں بہتر نہیں بلکہ خلاف اولی ہے، تاہم اگر کسی عورت نے بلیڈ یا استرے وغیرہ کا استعمال کیا تو اگرچہ یہ عورت کے حق میں خلاف اولی ہے لیکن نا جائز نہیں ہے۔ (فتاوی شامی ٦:٤٠٦)

اونچی ایڑی والے جوتے پہننا

شریعت میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا

گیا ہے، اس لئے عورتوں کے لئے مردانہ جوتا پہننا اس مشابہت کیوجہ سے جائز نہیں، اور جو جوتے عورتوں کے لئے بنائے گئے ہوں، عرف عام اور رواج میں وہ جوتے عورتوں ہی کے لئے سمجھے جاتے ہوں وہ جوتے عورتوں کے لئے پہننا بلاشبہ جائز ہے خواہ اس کی ایڑی اونچی ہو یا نیچی، اور خواہ وہ آگے سے بند ہوں یا کھلے، اصل مدار عرف ورواج پر ہے یعنی جو جوتے کو رواج میں مردوں کے لئے سمجھے جاتے ہوں، ان جوتوں کا استعمال عورتوں کے لئے جائز نہیں، اور جو جوتے عرف ورواج میں مردوں کے لئے مشہور نہ ہوں تو ان کا استعمال عورتوں کے لئے جائز ہے۔

یہ چند اہم اور ضروری شرعی مسائل قدرے تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اس امید سے لکھ دئے گئے ہیں کہ ہماری معزز مائیں اور پیاری بہنیں ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں گی تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے ان کی دنیا وآخرت سنور جائیں گی اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام مسلمان خواتین کو اس کی توفیق عنایت فرمائیں۔

لباس اور عورت

مسئلہ:......عورتوں کو ایسا باریک لباس پہننا جس سے بال بدن وغیرہ نظر آئے حرام ہے جبکہ یہ لباس ایسی حالت میں پہنے جہاں نامحرم کی آمد ورفت ہو یا نامحرم کی نظر پڑتی ہو ایسا لباس پہننے والی عورتوں کو حدیث میں ننگا فرمایا گیا ہے۔

ہاں ایسی جگہ جہاں محارم اور شوہر کے علاوہ کسی کی نظر نہ پڑتی ہو اس کی گنجائش ہو سکتی ہے، اسی طرح لباس کی ایسی کاٹ چھانٹ (وضع قطع) جس میں ان تین اعضاء کے علاوہ بدن کے دوسرے حصے بھی کھلے رہتے ہوں ان کا بھی وہی حکم ہے کہ غیر محرم کے سامنے یا باہر نکلنے پر اس کو پہننا حرام ہے بلکہ ایسی عورتوں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، ایسی مومن خواتین غور کرلیں کہ فیشن کی لعنت نے

ہم کو کہاں لا کر کھڑا کر دیا، اسی طرح اتنا چست کپڑا بھی پہننا نہ چاہئے کہ جس سے بدن کی ساخت معلوم ہو۔

ستر اور عورت

پاکی اور ناپاکی کے مسائل کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے دوسرے مفید اور ضروری مسائل کو بھی بیان کر دیا جائے۔

مسئلہ: ..... وہ تمام مرد جن سے کسی وقت بھی عورت کا نکاح کرنا حلال ہو شریعت میں نامحرم ہیں مثلاً دیور، جیٹھ، خالہ زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، چچا زاد بھائی وغیرہ یہ سب شریعت میں نامحرم شمار ہوتے ہیں ان سب کے سامنے بدن کا کوئی حصہ کھولنا یا کھلا رہنا ناجائز و حرام ہے۔

تنبیہ:

اب عورتیں خود غور کر لیں کہ جب ان رشتہ داروں کے سامنے اس بدن کا کھولنا اور کھلا رہنا حرام ہے تو اغیار کا تو پوچھنا ہی کیا؟ پھر اپنا طرز عمل بھی دیکھ لیں اور احکام شریعت کی خلاف ورزی پر آخرت کا انجام بھی سوچ لیں۔ اسی طرح نامحرم کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا اور باتیں کرنا بھی ناجائز ہے۔

خواتین کے لباس کے اجمالی بنیادی اصول

جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ لباس کے متعلق کسی خاص وضع اور تراش کی شریعت نے پابندی نہیں لگائی، البتہ خواتین کے لباس کی حدود مقرر کی ہیں، ان سے تجاوز نہیں ہونا چاہئے۔ پس جو لباس ان شرعی حدود میں ہوگا وہ شرعی لباس کہلائے گا ورنہ خلاف شرع ہوگا، وہ حدود یہ ہیں۔

(۱) خواتین کا لباس اتنا چھوٹا، باریک چست نہ ہو کہ جس سے ان کی

جسمانی ساخت واعضاء ظاہر ہو جائیں جسے چھپانا واجب ہے، بلکہ ان کا لباس ایسا ہونا ضروری ہے کہ جس سے مکمل طور پر ستر پوشی ہو۔

(۲) خواتین لباس میں کافروں اور فاسقوں کی نقالی اور تشبہ اختیار نہ کریں۔

(۳) جس لباس سے تکبر و تفاخر اور اسراف و تنعم مترشح ہوتا ہو اس سے اجتناب کریں۔

(۴) مال دار عورت اتنا گھٹیا لباس نہ پہنے کہ دیکھنے میں مفلس معلوم ہو۔

(۵) اپنی مالی استطاعت سے زیادہ قیمت کے لباس کا اہتمام نہ کریں۔

(۶) خواتین مردانہ لباس نہ پہنیں۔

(۷) لباس صاف ستھرا ہونا چاہئے، اور حصول زینت کی غرض سے خواتین کے لئے رنگین لباس زیادہ پسندیدہ ہے۔

اب ذیل میں ان اصولوں کو قدرے وضاحت اور تشریح کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

لباس کے بنیادی اصول

قرآن کریم اور ذخیرۂ احادیث میں تتبع و تلاش کے بعد، لباس کے متعلق جو بنیادی اصول ملتے ہیں وہ لباس کی شرعی حدود ہیں، ان سے تجاوز نہیں ہونا چاہئے، اور جو لباس ان شرعی حدود میں ہوگا وہ شرعی لباس کہلائے گا، اللہ تعالیٰ نے لباس کے بنیادی اصول بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(یا بنی آدم قد انز لنا علیکم لبا سا یُو ار ی سوا ثکم و ر یشا و لبا س التقو ی ذلک خیر) (سورۃ الاعراف:۲۶

''اے بنی آدم، ہم نے تمہارے لئے ایسا لباس اتارا جو تمہاری پوشیدہ اور شرم کی

چیزوں کو چھپاتا ہے، اور جو تمہارے لئے زینت کا سبب بنتا ہے، اور تقویٰ کا لباس تمہارے لئے سب سے بہتر ہے''۔

اس آیت کریمہ میں تین جملے ارشاد فرمائے گئے ہیں، اور ان جملوں میں لباس کے تمام اصولوں کو بیان کر دیا گیا ہے، ان اصولوں کو ہم ذیل میں ترتیب اور قدرے وضاحت سے بیان کریں گے۔

پہلا اصول

لباس کا پہلا بنیادی اصول یہ ہے کہ ''خواتین کا لباس اتنا چھوٹا، باریک یا چست نہ ہو کہ جس سے ان کے جسم کی بناوٹ اور وہ اعضاء ظاہر ہو جائیں جنہیں چھپانا واجب ہے، بلکہ لباس ایسا ہونا ضروری ہے۔ کہ جس سے مکمل طور پر ستر پوشی ہو''۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں لباس کا پہلا مقصد یہ بیان فرمایا کہ لباس ایسا ہو جو عورت کی پوشیدہ اور شرم کی چیزوں کو چھپا سکے، اس سے واضح ہوا کہ گویا لباس کا بنیادی مقصد ''ستر عورت'' ہے اور یہ خواتین میں سر سے لیکر پاؤں تک ہے، جس کو چھپانا ان پر ہر حال میں ضروری ہے، بلا ضرورت شرعیہ اس حصہ کو کھولنا جائز نہیں، اس لئے عورت کے لئے سر سے لیکر پاؤں تک کا حصہ ایسے کپڑے سے چھپانا ضروری ہے جو اتنا موٹا ہو کہ اندر سے جسم نہ جھلکے، اور اتنا ڈھیلا ڈھالا ہو کہ اندر کے اعضاء کو نمایاں نہ کرے، اور اتنا مکمل ہو کہ جسم کا کوئی حصہ کھلا نہ رہ جائے، عورت کے لباس میں خاص کر یہ تینوں چیزیں ضروری ہیں، اور جو لباس ستر پوشی کے اس بنیادی مقصد کو پورا نہ کرے، شریعت کی نگاہ میں وہ لباس ہی نہیں، وہ لباس کہلانے کے لائق ہی نہیں، کیونکہ وہ لباس اپنا بنیادی مقصد پورا نہیں کر رہا ہے جس کے لئے وہ بنایا گیا ہے۔

چھوٹا، باریک اور چست لباس

تین قسم کے لباس ہیں، جو لباس کے بنیادی مقصد کو پورا نہیں کرتے۔

(۱) پہلا وہ لباس جو اتنا چھوٹا ہے کہ لباس کے پہننے کے باجود مکمل ستر پوشی نہ ہو، بلکہ ستر کا کچھ حصہ کھلا رہ گیا ہو، اس لباس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس لباس سے اس کا بنیادی مقصد حاصل نہ ہوا، اور ستر کھلا رہ گیا۔

(۲) دوسرا وہ لباس جس نے ستر کو چھپا تو لیا، لیکن وہ لباس اتنا باریک ہے کہ اس سے اندر کا بدن جھلکتا ہے۔

(۳) تیسرا وہ لباس جو اتنا چست ہو کہ لباس پہننے کے باوجود جسم کی بناوٹ اور جسم کا ابھار نظر آتا ہو، یہ بھی ستر پوشی کے خلاف ہے۔

ان تین باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے لئے سر سے لیکر پاؤں تک کا حصہ ایسے لباس سے چھپانا ضروری ہے جو اتنا موٹا ہو کہ اندر سے جسم نہ جھلکے اور اتنا ڈھیلا ڈھالا ہو کہ اندر کے اعضا کو نمایاں نہ کرے، اور اتنا مکمل ہو کہ جسم کا کوئی حصہ کھلا نہ رہ جائے۔ اس پر مزید تفصیل آگے آنے والی ہے۔

دوسرا اصول

''لباس میں کافروں اور فاسقوں کی نقالی اور تشبہ اختیار نہ کریں'' کسی غیر مسلم قوم کی نقالی اور مشابہت کے ارادہ سے اس کا مخصوص لباس پہننا ناجائز اور حرام ہے، حدیث شریف میں اس پر بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من تشبه بقوم فهو منهم'' (ابوداؤد، کتاب اللباس)

''جو شخص کسی قوم کے ساتھ تشبہ اختیار کرے، اس کی نقالی کرے، اور ان جیسا بننے کی کوشش کرے تو وہ انہیں میں سے ہے''

نقالی کی ممانعت

درج بالا اصول کی بنیاد پر یہ کہا جائے گا جو لباس کسی غیر مسلم قوم کی امتیازی علامت اور شعار بن چکا ہے، اگر ان کی نقالی کی غرض سے ایسا لباس اختیار کیا جائے گا، تو وہ ناجائز اور حرام ہوگا، اور حدیث شریف کے الفاظ میں ایسا شخص گویا کہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے، بلکہ اسی قوم کا ایک فرد ہے، کیونکہ یہ شخص انہی کو پسند کر رہا ہے، انہی سے محبت رکھتا ہے اور انہی جیسا بننا چاہتا ہے، اسلئے اس کو انہی میں سے شمار کیا جانا چاہئے۔

کسی دوسری قوم کی نقالی خواہ مباح کام میں ہو یا برے کام میں، جائز نہیں حرام ہے، برے کام میں نقالی حرام ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں، اور مباح کام میں اس غرض سے نقالی کرنا کہ ان جیسا نظر آؤں، اور دیکھنے میں ان جیسا لگوں، اور اہتمام کر کے ان جیسا بننے کی کوشش کرنا شریعت کے اصول کے خلاف ہے، اسلئے کہ شریعت نے تشبہ کی ممانعت فرمائی ہے، لہٰذا تشبہ کی وجہ سے مباح کام میں بھی اس طرح کی بقالی ناجائز اور حرام ہے، اور نقالی کی ممانعت کا یہ حکم مردوں اور خواتین دونوں کے لئے یکساں ہے، یعنی یہ ممانعت مردوں کے لئے بھی ہے اور خواتین کے لئے بھی۔

تشبہ اور مشابہت میں فرق

یہاں اس بات کو واضح کر دینا ضروری ہے کہ ''تشبہ'' اور ''مشابہت'' دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، اور دونوں کی بنیاد میں واضح فرق ہے، اس لئے دونوں کے احکام بھی الگ الگ ہیں۔

''تشبہ'' کے معنی یہ ہیں کہ اگر قصد و ارادہ سے کسی چیز کو اس انداز کا بنایا

جائے تا کہ ان کافروں جیسا لگے اور ان جیسا بننے کی کوشش کرے، یہ تشبہ ہے جو بالکل ناجائز اور حرام ہے، لیکن اگر بلا قصد و ارادہ ان جیسی کوئی چیز بن گئی یعنی ان جیسا بننے کا ارادہ تو نہیں کیا تھا، لیکن اس عمل سے ان کے ساتھ مشابہت خود بخود پیدا ہوگئی تو یہ تشبہ نہیں، مشابہت ہے جو فی نفسہ ناجائز نہیں، تاہم جناب رسول اکرم ﷺ نے بلا ضرورت ''مشابہت'' پیدا ہونے سے بھی بچنے کی تاکید فرمائی ہے، اور ظاہر ہے کہ مسلمان قوم اور مسلمان ملت کا ایک امتیاز ہونا چاہئے، سر سے لیکر پاؤں تک اپنا حلیہ ایسا بنا کر نہ رکھنا چاہئے کہ دیکھ کر پتہ ہی نہیں چلے کہ یہ مسلمان ہے یا نہیں؟ غرض یہ ہے کہ مباح چیزوں کے ذریعہ بھی ایسا حلیہ بنانا پسندیدہ نہیں۔

مشرکین کی مخالفت کا حکم

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''خالفوا المشرکین''

''مشرکین کے طریقوں کی مخالفت کرو'' (صحیح بخاری، کتاب اللباس)

یعنی مشرکین نے جیسے طریقے اختیار کئے ہیں تم ان سے الگ اپنا طریقہ بناؤ، ان کے طریقے مت اپناؤ، تا کہ ان کے ساتھ اشتباہ لازم نہ آئے۔

مسلمان ایک ممتاز قوم ہے

بہر حال مسلمان کو غیر مسلم قوم سے ممتاز ہونا چاہئے، ان کے ساتھ مخلوط نہیں ہونا چاہئے، مسلمان کے لباس میں، اس کی پوشاک میں، اس کی وضع قطع میں، اس کے اٹھنے بیٹھنے میں، اس کے طریق ادا میں، غرض ہر چیز میں اسلامی تمدن نمایاں ہونا چاہئے، اب اگر مسلمان دوسروں کا طریقہ اختیار کرلے، تو اس کے نتیجے میں وہ امتیاز باقی نہیں رہے گا، مٹ جائے گا، اسلئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ''

تشبہ سے بچو'' اس لئے کہ وہ تو بالکل حرام ہے، اور مشابہت سے بھی بچو'' کیونکہ یہ مشابہت بھی کراہت سے خالی نہیں ہے اور پسندیدہ بھی نہیں ہے، اور غیرت کے بھی بالکل خلاف ہے، اس لئے ان دونوں سے بچنے کی ضرورت ہے۔

تیسرا اصول

''جس لباس سے تکبر و تفاخر اور اسراف و تنعم مترشح ہوتا ہو اس سے اجتناب کریں''۔

لباس کے بارے میں ایک اصول یہ ہے کہ لباس فخر و نمائش کے لئے نہ ہو، اور ایسا لباس پہننا حرام ہے جس کو پہن کر دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہو جائے، حدیث شریف میں اس پر سخت وعید وارد ہوئی ہے،

چنانچہ ارشاد ہے:

''جو شخص دنیا میں شہرت والا لباس پہنے گا، قیامت کے دن اللہ اس کو وہی لباس پہنائے گا اور اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا'' (ابن ماجہ' کتاب اللباس)

اور یہ حکم جس طرح مردوں کے لئے ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہے۔

چوتھا اصول

''مالدار عورت اتنا گھٹیا لباس نہ پہنے کہ دیکھنے میں مفلس معلوم ہو''

اللہ تعالٰی نے لباس کو ہمارے لئے زینت اور خوبصورتی کی چیز بنایا ہے، ایک انسان کی خوبصورتی لباس میں ہے، لہذا لباس ایسا ہونا چاہئے کہ جسے دیکھ کر انسان کو فرحت ہو، بدہیئت اور بے ڈھنگا نہ ہو، جس کو دیکھ کر دوسروں کو نفرت اور کراہت ہو، بلکہ ایسا ہونا چاہئے کہ جس کو دیکھ کر زینت کا فائدہ حاصل ہو سکے۔

اور جو عورت مالدار ہو یا اس کے شوہر یا والدین مالدار ہوں اور ان کی

آمدنی اچھی ہوتو اس کے لئے گھٹیا قسم کا لباس پہننا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک صاحب حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس حال میں کہ وہ صاحب بہت بدہیئت قسم کا پرانا لباس پہنے ہوئے تھے، حضورﷺ نے ان صاحب سے پوچھا:

''تمہارے پاس مال ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، آپ نے پوچھا کہ تیرے پاس کس قسم کا مال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کا مال عطا فرمایا ہے، اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام سب ہیں، آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دیا ہے تو اس کے انعامات کا کچھ اثر تمہارے لباس سے بھی ظاہر ہونا چاہئے''

(ابوداؤد، کتاب اللباس)

اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو سب کچھ دے رکھا ہے، لیکن فقیر، مفلس اور گداگر کی طرح پھٹے پرانے کپڑے پہنے رہنا ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہے، اس لئے یہ ناپسندیدہ اور مکروہ ہے، اور یہ حکم مرد وعورت دونوں کے لئے ہے۔

آرام کیلئے قیمتی لباس پہننا جائز ہے

اپنے آرام کی خاطر اور اپنی آسائش کی خاطر، اپنی زیبائش کی خاطر عمدہ اور قیمتی لباس پہننا بلاشبہ جائز ہے، حضورﷺ سے قیمتی لباس پہننا بھی ثابت ہے، روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضورﷺ نے ایک ایسا جبہ زیب تن فرمایا جس کی قیمت دو ہزار دینار تھی، بہرحال اپنی جسمانی راحت اور آسائش کے لئے قیمتی لباس پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں، جائز ہے۔

لباس میں نمائش جائز نہیں

اگر لباس سے راحت مقصود نہ ہو، آرائش اور آسائش مقصود نہ ہو بلکہ نمائش اور دوسروں کو دکھانا مقصود ہو کہ لوگ دیکھیں کہ ہم بہت دولت مند ہیں اور بہت اعلیٰ اور شاندار کپڑے پہنے ہوئے ہیں، جس سے دوسروں پر بڑائی جتانا اور رعب جمانا مقصود، ہوتو یہ سب باتیں نمائش میں داخل ہیں اور حرام ہیں، اور خواتین اس بیماری میں بہت زیادہ مبتلا ہیں، اس لئے ان باتوں سے اجتناب کرنا ان کے لئے نہایت ضروری ہے، اس میں مزید تفصیل آگے آنے والی ہے۔

پانچواں اصول

''اپنی مالی استطاعت سے زیادہ قیمت کے لباس کا اہتمام نہ کریں''

اسراف اور تکبر سے بچنا چاہئے

لباس اپنی مالی استطاعت کے مطابق ہونا چاہئے، مالی استطاعت سے بڑھ کر فخر و نمائش اور تکلف کا اہتمام کرنا درست نہیں، اور اس میں اسراف کرنا ناجائز ہے، چنانچہ حضور ﷺ کا بڑا اصولی ارشاد ہے:

''جو چاہو کھاؤ، جو چاہو پہنو، لیکن دو چیزوں سے اجتناب کرو ایک اسراف دوسرا تکبر'' (صحیح بخاری کتاب اللباس)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کا کپڑا اچھا ہو پہنو تمہارے لئے جائز ہے، لیکن اس میں اسراف نہ ہو، اور اسراف اسی وقت ہوتا ہے جب عورت اپنی حیثیت سے بڑھ کر نمائش کے لئے کپڑا پہنتی ہے اور جس کے پہننے سے تکبر پیدا ہوتا ہے اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے۔

دل خوش کرنے کیلئے قیمتی لباس پہننا

اسراف اور نمائش سے بچتے ہوئے اپنا دل یا اپنے شوہر کا دل خوش کرنے کے لئے قیمتی لباس پہننا بھی جائز ہے، یعنی ایسا لباس پہننا جس سے جسم کو راحت اور آرام حاصل ہو اور ساتھ ساتھ تھوڑا سا آسائش کا مقصد بھی حاصل ہو، اور اس سے شوہر کا دل خوش کرنا بھی مقصود ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں، جائز ہے، بہر حال اپنا دل اپنے شوہر کا دل خوش کرنے کے لئے زیبائش کا لباس پہن لے یا کوئی پسندیدہ قیمتی کپڑا پہن لے، ان سب میں وسعت اور گنجائش ہے، اور یہ اسراف میں داخل نہیں ہے۔

چھٹا اصول

''عورتیں مردانہ لباس نہ پہنیں، اور مرد زنانہ لباس نہ پہنیں''

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت کی جو عورت کا لباس پہنے اور ایسی عورت پر لعنت کی جو مرد کا لباس پہنے۔

(ابوداود شریف، کتاب اللباس)

لہٰذا عورت کو اپنی زنانہ وضع میں رہنا چاہئے اور مردوں کو اپنی مردانہ وضع میں رہنا چاہئے، عورتوں کا مردانہ چال ڈھال اختیار کرنا، اور مردوں کا لباس وشکل وصورت میں زنانہ پن اختیار کرنا جائز نہیں، باعث لعنت ہے، اسلیئے اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

ساتواں اصول

''لباس صاف ستھرا ہونا چاہئے، اور حصول زینت کی غرض سے، خواتین

کے لئے رنگین لباس زیادہ پسندیدہ ہے''

خواتین کو چاہیئے کہ اپنا لباس صاف ستھرا رکھیں، اور اپنے شوہر کے سامنے اپنی صورت بگاڑ کے اور میلے کچلے لباس پہن کر نہ رہا کریں، بلکہ شوہر کے سامنے صاف ستھرا لباس پہن کر بناؤ سنگار سے رہا کریں، کیونکہ یہ شوہر کا حق ہے، اور اگر شوہر کے کہنے پر بھی عورت ایسا نہ کرے تو شوہر کو مارنے کا بھی اختیار ہے۔

(الاشباہ والنظائر ۱: ۲۴۸)

عورت کا لباس رنگین ہونا بہتر ہے

احادیث سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے لئے سفید رنگ کا لباس زیادہ پسندیدہ ہے، تاہم خواتین کے لباس کے بارے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے لباس کا رنگ کیسا ہونا چاہیئے، جب کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عورتوں کو سفید لباس استعمال نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ اس سے مردوں کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہے، لہٰذا خواتین کو سفید لباس کے بجائے، رنگین لباس استعمال کرنا چاہیئے۔

اس بارے میں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح مردوں کے لئے سفید لباس پہننا جائز ہے اسی طرح خواتین کے لئے بھی سفید لباس پہننا درست ہے، اور خواتین کی مردوں کے ساتھ یہ مشابہت ممنوع نہیں، کیونکہ جو چیزیں مردوں کی خصوصیات میں سے ہوں ان میں مشابہت ممنوع ہے، اور سفید لباس مردوں کی خصوصیت نہیں ہے۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ عورتوں کے لئے سفید لباس افضل ہے یا رنگین لباس؟ تو اس سلسلہ میں کسی کتاب میں صراحت تو نہیں ملی، البتہ بعض مواقع پر نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے لئے بغرض حصول زینت سفیدی کو رنگ میں تبدیل کرنے کو پسند فرمایا

ہے، جیسا کہ ایک دفعہ ہاتھ کی سفیدی کو مہندی سے بدلنے کا حکم فرمایا، (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۱۱۸)

لہٰذا حصول زینت کی غرض سے خواتین کے لئے رنگین لباس پسندیدہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

لباس کے متفرق مسائل

خواتین کے لباس کے متعلق یہاں تک سات بنیادی اصول قدرے وضاحت کے ساتھ بیان ہوگئے ہیں، اب ان کے لباس کے بارے میں کچھ مختلف اور متفرق ضروری مسائل کو وضاحت کے ساتھ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

فیشن کا دور:

دور حاضر کے لوگوں کا مزاج بھی عجیب بن گیا ہے کہ اپنی پسند یا ناپسند کا ان کے ہاں کوئی معیار نہیں، بس جو فیشن چل نکلا وہ پسند ہے، اور جو چیز فیشن سے باہر ہوگئی، وہ ناپسند ہے، جس زمانہ میں جس چیز کا فیشن چل رہا ہے تو اسے پسند کیا جانے لگا، اور اس کی تعریف کی جانے لگی کہ یہ بہت پسندیدہ اور اچھی چیز ہے، اور جب اس کا فیشن نکل گیا تو اب اسی کی برائی شروع ہوگئی۔

لیکن یہ اسلامی اصول نہیں، اور فیشن کے تابع ہو کر پسند، ناپسند، خوبصورتی اور بدصورتی کا تعین نہیں، بلکہ اسلامی طریقہ یہ ہے کہ اپنے دل کو خوش کرنے کے لئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے جو بھی لباس اختیار کیا جائے، وہ جائز ہے، لیکن فیشن کی اتباع میں دوسروں کو دکھانے کے لئے اور نمائش کے لئے کوئی لباس اختیار کیا جائے، تو وہ جائز نہیں۔

خواتین اور فیشن

فیشن کے پیچھے چلنے میں خواتین سب سے آگے ہیں خاص طور پر اس زمانے میں فیشن کی اتباع میں ان کا جو مزاج بن چکا ہے، وہ قابل اصلاح ہے، وہ یہ سمجھتی ہیں کہ لباس اپنے لئے نہیں، بلکہ دوسروں کے لئے ہے، اس لئے لباس پہن کر اپنے یا اپنے شوہر کے دل کو خوش کرنے کا معاملہ بعد کا ہے۔ اصل یہ ہے کہ دیکھنے والے اس لباس کو دیکھ کر اس کو موجودہ فیشن کے مطابق قرار دیں، اور اس کی تعریف کریں، اور ہمارا لباس دیکھ کر لوگ یہ سمجھیں کہ یہ بڑے لوگ ہیں اور فیشن ایبل ہیں، یہ باتیں عورتوں میں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ خواتین اپنے گھر میں، اپنے شوہر کے سامنے تو میلی کچیلی رہیں گی، اور اچھا لباس پہننے کا خیال بھی نہیں آئے گا، لیکن جب بھی گھر سے باہر نکلنے کی نوبت آگئی یا کسی تقریب میں شرکت کا موقع ملا تو پھر اس کے لئے اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ وہ لباس فیشن کے مطابق ہو، اور اس کے پہننے کے نتیجے میں وہ لوگ ہمیں دولت مند اور فیشن ایبل سمجھیں۔

ہر تقریب کیلئے الگ لباس پہننا

ان مذکورہ باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک لباس ایک تقریب میں پہن لیا تو اب وہ لباس دوسری تقریب کے لئے نہیں پہنا جا سکتا، اب وہ لباس گویا حرام ہو گیا، اس لئے کہ اگر وہی لباس پہن کر دوسری تقریب میں چلی گئی تو دوسری خواتین یہ سمجھیں گی کہ ان کے پاس تو ایک ہی جوڑا ہے، سب جگہ وہی ایک جوڑا پہن کر آجاتی ہیں، جس کی وجہ سے ہماری بےعزتی ہو جائے گی۔۔۔۔ درحقیقت ان باتوں کے پس پردہ نمائش کا جذبہ کارفرما ہے جو شرعاً ممنوع ہے، البتہ نمائش کے

ارادے اور اہتمام کے بغیر کوئی خاتون یوں ہی اپنے دل کو یا اپنے شوہر کے دل کو خوش کرنے کے لئے آج ایک جوڑا پہن لیا، اور کل کو دوسرا جوڑا پہن لے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مالی وسعت بھی عطا فرمائی ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلاشبہ جائز ہے۔

عورت کا لباس کیسا ہونا چاہئے

عورت کا پورا بدن ''ستر'' ہے جسے چھپانا شرعی، طبعی اور عقلی طور پر فرض ہے، اور ایمان کے بعد سب پہلا فرض جس پر عمل ضروری ہے وہ ستر عورت یعنی اعضائے مستورہ کو چھپانا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد ہے:

''حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اللہ ان عورتوں پر رحم فرمائے جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں (مکہ سے مدینہ کو) ہجرت کی، جب اللہ پاک نے حکم (**ولیضر بن بخمر هن علی جیو بهن**) نازل فرمایا تو انہوں نے اپنی موٹی سے موٹی چادروں کو کاٹ کر دوپٹے بنا لئے'' (ابوداؤد ج ۲۱۱۲)

یعنی مسلمان عورتوں کو حکم ہوا کہ اپنے دوپٹوں سے سر بھی ڈھانکیں اور گلے اور سینہ پر بھی ڈالے رہا کریں، اس حکم کو سن کر صحابی عورتوں نے موٹی موٹی چادروں کے دوپٹے بنا لئے، اور حسب حکم قرآنی اپنے گلوں اور سینوں کو بھی دوپٹوں سے ڈھانکنے لگیں، چونکہ باریک کپڑے سے سر اور بدن کا پردہ نہیں ہوسکتا ہے، اس لئے موٹی چادروں کے دوپٹے اختیار کر لئے۔

اسلام نے عورت کو حیاء اور شرم سکھائی ہے، نامحرموں سے اختلاط کرنے سے منع فرمایا ہے، اور ایسے کپڑے پہننے کی ممانعت فرمائی ہے جن کا پہننا نہ پہننا

برابر ہو، اور جن سے پردہ کا مقصد فوت ہو جاتا ہو، عورتیں سروں پر ایسے دوپٹے اوڑھیں جن سے بال چھپ جائیں، گردن اور گلا ڈھک جائے، اور اگر نامحرموں کے آجانے کا اندیشہ ہو تو موٹے دوپٹوں سے اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ لیں، قمیص، جمپر اور فراک بھی ایسا پہنیں جن سے بدن نظر نہ آئے، آستینیں پوری ہوں، گلے اور گریبان کی کٹنگ میں اس بات کا خیال رکھیں کہ پیچھے اور آگے سینہ کا کچھ بھی حصہ کھلا نہ رہے، شلوار اور ساڑھی وغیرہ بھی ایسے کپڑے کی پہنیں جس سے ران، پنڈلی وغیرہ کوئی حصہ دکھائی نہ دے۔

فیشن کے مروجہ لباس

دور حاضر کے فیشن نے لباس کے اصل مقصد ہی کو بالائے طاق رکھدیا ہے، اس لئے آج کل خواتین، میں ایسے لباس رواج پا گئے ہیں جس میں اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ جسم کا کون سا حصہ کھل رہا ہے اور کون سا حصہ ڈھکا ہوا ہے. اور ایسے کپڑوں کا رواج ہو گیا ہے کہ کپڑوں کے اندر سے نظر پار ہو جاتی ہے، بہت سے مرد اور عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ ایسے کپڑوں کی شلوار بنا کر پہن لیتے ہیں جن میں پوری ٹانگ نظر آتی ہے، ایسے کپڑے کا پہننا نہ پہننا برابر ہے، اور ایسا لباس شریعت کی نظر میں لباس ہی نہیں ہے، اور جو خواتین بہت باریک اور چست لباس پہنتی ہیں، جس کی وجہ سے کپڑے پہننے کے باوجود جسم کی بناوٹ دوسروں کے سامنے نمایاں ہوتی ہے، ایسی خواتین کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

> ایک جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی (مگر اس کے باوجود) ننگی ہوں گی، (مردوں کو) مائل کرنے والی اور (خود ان کی طرف) مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر خوب

بڑے بڑے اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے، جو جھکے ہوئے ہوں گے، یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھیں گی، اور اس میں شک نہیں کہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی دور سے سونگھی جاتی ہے'' (مشکوٰۃ ص ۳۰۶ از مسلم)

قیامت سے پہلے عورتوں کی حالت

اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے قرب قیامت میں خواتین کی حالت کے بارے میں ایک ایسا نقشہ کھینچا ہے، کہ اگر آج کا، موجودہ زمانہ کسی نے نہ دیکھا ہوتا تو وہ شخص حیران ہوتا کہ اس حدیث کا مطلب کیا ہے؟ اور آپ ﷺ نے اس طرح نقشہ کھینچا جس طرح آپ ﷺ نے موجودہ دور کی خواتین کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا ہو، اس لئے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اس کا تصور بھی مشکل تھا، کیونکہ جس زمانے میں حضور اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی، اس زمانے میں اس طرح کے لباس اور خصوصاً اس قسم کے بالوں کا کوئی رواج نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ شراح حدیث نے اس پر کلام کیا ہے کہ اس حدیث کا صحیح مطلب کیا ہے؟ بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح بال کس طرح ہو سکتے ہیں؟

لیکن آج کے جدید دور کے فیشن نے رسول اکرم ﷺ کی پیشین گوئی کو سچا اور پورا کر دیا اور ایسا لگتا ہے کہ آپ ﷺ نے آج کی فیشن ایبل عورتوں کو دیکھ کر یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔

فیشن کے ننگے لباس

عورتوں کے حق میں مذکورہ حدیث میں پیشین گوئی تھی کہ آخری زمانہ میں ایسی عورتیں موجود ہوں گی جو ننگا لباس پہنے والی ہوں گی، یعنی کپڑے پہنے ہوئے

ہوں گی لیکن پھر بھی ننگی ہوں گی، اس لئے کہ اس کپڑے سے لباس کا وہ بنیادی مقصد حاصل نہ ہوگا، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے لباس اتارا تھا، اور اس قدر باریک کپڑے پہنیں گی کہ ان کے پہننے سے جسم چھپانے کا فائدہ حاصل نہ ہوگا، یا کپڑا باریک تو نہ ہوگا، مگر چست ہونے اور بدن کی ساخت پر کس جانے سے اس کا پہننا نہ پہننا برابر ہوگا، بدن پر کپڑے ہونے اور اس کے باوجود ننگا ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے، کہ بدن پر صرف تھوڑا سا کپڑا ہو اور بدن کا بیشتر حصہ اور خصوصا وہ اعضاء کھلے رہیں جن کو باحیا عورتیں غیر مردوں سے چھپاتی ہیں، آج کل خواتین میں یہ وبا اس کثرت سے پھیل چکی ہے جس کی کوئی حد نہیں، شرم وحیا سب بالائے طاق ہو کر رہ گئی ہے، اور ایسا باریک، چست اور تنگ لباس رائج ہو گیا جو جسم کو چھپانے کے بجائے اور نمایاں کرتا ہے، جیسا کہ یورپ اور ایشیا کے بعض شہروں میں ایسا لباس پہننے کا رواج ہے، کہ گھٹنوں تک قمیص یا فراک ہوتا ہے، آستین یا تو ہوتی نہیں، یا اس قدر کوتاہ ہوتی ہے کہ مونڈھے سے صرف دو چار انچ ہی بڑھی ہوئی ہوتی ہے، پنڈلیاں بالکل ننگی ہوتی ہیں، اور سر بھی دوپٹہ سے خالی ہوتا ہے، اور فراک کا گلا آگے اور پیچھے سے اس قدر فراخ اور چوڑا ہوتا ہے کہ نصف پیٹھ اور نصف سینہ نظر آتا ہے، اور جو خواتین ساڑھی باندھتی ہیں اور بلاؤز پہنتی ہیں، جیسا کہ بعض علاقوں میں رواج ہے، تو ان کا بلاؤز اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ناف کے اوپر ہی ختم ہو جاتا ہے اور آدھا پیٹ اور پیٹھ نظر آتی ہے۔

مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی عورتیں

اس حدیث میں آگے ارشاد فرمایا کہ: وہ عورتیں اپنے لباس سے، اپنے انداز سے اپنی زیب وزینت اور اپنے بناؤ سنگار سے، غیر مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی

ہوں گی، اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی، یعنی ننگے ہونے کا رواج غریب اور مفلس ہونے کی وجہ سے نہ ہوگا، بلکہ مردوں کو اپنا بدن دکھانا اور ان کا دل لبھانا مقصود ہوگا، اور لبھانے کا دوسرا طریقہ یہ اختیار کریں گی کہ اپنے سروں کو جو دوپٹوں سے خالی ہوں گے، مٹکا کر چلیں گی جس طرح اونٹ کی پشت کا بالائی حصہ جسے کوہان کہتے ہیں، تیز رفتاری کے وقت زمین کی طرف جھکا کرتا ہے، اونٹ کے کوہان سے تشبیہ دے کر یہ بتایا گیا کہ عورتیں بالوں کو پھلا پھلا کر اپنے سروں کو موٹا کریں گی۔

باریک اور چست لباس کی ممانعت

بہر حال لباس اگر باریک کپڑے کا ہو اور اس سے بدن کا اندرونی حصہ جھلک رہا ہو، یا لباس قدر چست ہو کہ اس سے بدن کی ساخت اور بناوٹ نمایاں ہوتی ہو، تو ایسا باریک اور چست لباس اکثر اوقات، مکمل برہنہ ہونے سے بھی زیادہ شہوت انگیز ہوتا ہے، اس لئے باریک کپڑے کے لباس اور چست لباس سے ممانعت فرمائی گئی ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

> ''حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے ایک قبطی (نسبتاً) باریک کپڑا دیا، وہ آپ ﷺ کو دحیہ کلبیؓ نے ہدیہ میں دیا تھا، میں نے وہ کپڑا اپنی بیوی کو اس کا لباس بنانے کے ئے دے دیا، تو حضور ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ''کیا بات ہے، تم نے قبطی کپڑا نہیں پہنا؟'' میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ! میں نے اپنی بیوی کو اس کا لباس بنوا دیا'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اپنی بیوی سے کہو کہ وہ اسکے نیچے کوئی کپڑا رکھے، مجھے ڈر ہے کہ

(باریک ہونے کی وجہ سے) کپڑے سے اس کی ہڈیوں کا
حجم نہیں چھپے گا"۔ (مسند احمد، وبزار)

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت وحیہ کلبیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس مصر کا بنا ہوا باریک کپڑا جس کو قباطی کہتے ہیں آیا، تو حضور ﷺ نے اس میں سے ایک ٹکڑا مجھے بھی دیا، اور فرمایا کہ:

"اس کا ایک حصہ پھاڑ کر اپنا کرتا بنالو، اور ایک
حصہ اپنی بیوی کو دوپٹہ بنانے کے لئے دیدو، مگر ان سے
کہہ دینا کہ اس کے نیچے ایک اور کپڑا لگالیں تاکہ جسم کی
ساخت اندر سے نہ جھلکے" (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

ایک مرتبہ بنوتمیم کی کچھ عورتیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، انہوں نے باریک لباس پہن رکھا تھا، یہ دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

"اگر تم مؤمن ہو تو مؤمن عورتوں کا یہ لباس نہیں، اور اگر تم مؤمن نہیں ہو، تو جس طرح سے چاہے مزے کرو" (قرطبی ۱۴: ۲۴۴)

باریک دوپٹہ اوڑھنا

آج کل کی عورتیں سر چھپانے کو عیب سمجھنے لگی ہیں اور دوپٹہ اوڑھتی بھی ہیں تو اول اس قدر باریک ہوتا ہے کہ سر کے بال اور مواقع حسن و جمال اس سے پوشیدہ نہیں ہوتے، دوسرے اس قسم کے کپڑے کا دوپٹہ بناتی ہیں کہ سر پر ٹھیرتا ہی نہیں، چکنا، ہٹ کی وجہ سے بار بار سرکتا ہے، اور پردہ کے مقصد کو فوت کر دیتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ان کی بھتیجی حفصہؓ بنت عبدالرحمٰن حاضر ہوئیں، اس وقت حفصہؓ نے باریک دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا، حضرت عائشہؓ نے اس کو لے کر پھاڑ ڈالا اور اپنے پاس سے ایک موٹا دوپٹہ انہیں اوڑھنے کے لئے دے دیا۔
(موطا امام مالکؒ)

ایک حدیث میں حضرت عائشہ بنت ابی بکرؓ بیان فرماتی ہیں کہ:

''ایک مرتبہ میرے گھر میری بہن اسماءؓ آئیں، انہوں نے باریک شامی کپڑے کا جوڑا پہن رکھا تھا، جسے آج کل تم لوگ صفاق کے نام سے پکارتے ہو، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ'' یہی وہ کپڑے ہیں جن کی سورہ نور میں ممانعت فرمائی گئی ہے، (کیونکہ ان سے ابداء زینت ہوتا ہے) اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت اسماءؓ کو وہ کپڑے اتارنے اور دوسرے کپڑے پہننے کا حکم فرمایا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا'' یارسول اللہ! آپ نے میری بہن کو دیکھ کر ایسا ایسا فرمایا'' تو آپ ﷺ نے فرمایا'' اے عائشہ! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے بدن کا کوئی حصہ سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے نظر نہیں آنا چاہئے''۔ (بیہقی ج ۷ ص ۸۶)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ باریک دوپٹہ سے پرہیز کرنا لازم ہے، اور اگر کسی وجہ سے باریک دوپٹہ اوڑھنا ہی پڑ جائے تو اس کے نیچے موٹا کپڑا لگالیں، تاکہ سر اور دیگر اعضا نظر نہ آئیں۔

عورت کے لئے حیا و شرم ایک فطری چیز ہے، اور اسلام نے مسلمان

عورتوں کو اس کی تعلیم دی ہے، نامحرم لوگوں سے ملنے جلنے سے منع فرمایا ہے اور ایسے باریک اور چست کپڑے پہننے کی ممانعت فرمائی ہے جن سے ستر چھپانے اور پردہ کا مقصد فوت ہو جاتا ہو۔

آج کل عموماً عورتیں باریک دوپٹے اوڑھتی ہیں جو چھوٹے سے عرض کے ہوتے ہیں، اول تو یہ دوپٹے پورے سر پر نہیں آتے، اور اگر ان سے سر کو ڈھانپ بھی لیا تو بھی پردہ کا مقصد اس سے پورا نہیں ہوتا، غلط رواج اور فیشن کی وبا ایسی پھیلی ہے کہ جو عورتیں اپنے کو دیندار سمجھتی ہیں وہ بھی باریک دوپٹہ چھوڑنے کو تیار نہیں، بہر حال عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنے سروں پر ایسے دوپٹے اوڑھیں جن سے بال چھپ جائیں، گردن اور گلا ڈھک جائے، اور اگر نامحرموں کا سامنا ہونے کا اندیشہ ہو تو موٹے دوپٹوں سے اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ لیں۔

باریک لباس کا وبال

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''میری امت کے آخری زمانے میں ایسی عورتیں ہوں گی، جو کپڑے پہن کر بھی ننگی ہوں گی، ان کے سروں پر (بال) دبلے پتلے بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے، (انہیں دیکھو تو) ان پر لعنت بھیجو، اس لئے کہ وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہوں گی، اگر تمہارے بعد بھی کوئی امت ہوتی، تو تمہاری یہ عورتیں ان کی عورتوں

کی ایسی ہی غلامی کرتیں، جیسے تم سے پہلی امت کی عورتیں تمہاری غلامی کرتی تھیں"۔

(مسند احمد)

لہٰذا خلاف شرع باریک اور چست لباس پہننے کا وبال عورتوں پر ہوگا، اور اگر والدین یا شوہر نے ایسے لباس پہننے کی اجازت دی ہو تو اس کا وبال والدین اور شوہر پر بھی ہوگا، اس لئے ایسے لباس کے پہننے اور اس کی اجازت دینے سے بچنا ضروری ہے۔

باریک لباس اور دوپٹہ میں نماز نہیں ہوتی

باریک دوپٹہ اوڑھنے اور باریک و چست لباس پہننے کا کیا وبال ہے، وہ تو مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہو گیا ہے، اس کے علاوہ اس لباس میں ایک اہم خرابی یہ ہے کہ اس لباس میں نماز درست نہیں ہوتی، کیونکہ عورت کی نماز درست ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے چہرے اور گٹوں تک، دونوں ہاتھ اور دونوں قدموں کے علاوہ پورا جسم ڈھکا ہوا ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ اکثر عورتوں کی نماز اس لئے نہیں ہوتی کہ ان کے سر پر ایسا باریک دوپٹہ ہوتا ہے جس سے بال نظر آتے ہیں، اور بعض عورتوں کی نماز اس لئے نہیں ہوتی کہ بانہیں کھلی ہوتی ہیں، یا اگر ڈھانکی ہوئی ہیں تو ایسے باریک دوپٹہ سے ڈھانک لیتی ہیں جس سے سب کچھ نظر آتا ہے، اور بعض عورتیں ساڑھی باندھتی ہیں اور بلاؤز اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ناف سے اوپر ہی ختم ہو جاتا ہے، اور آدھا پیٹ نظر آتا ہے، اس سے نماز نہیں ہوتی، اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے، اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی چاہئے۔

نماز میں جسم ڈھانکنے کی فرضیت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ بالغ عورت کی نماز بغیر دوپٹہ کے قبول نہیں ہوتی۔

(ابوداؤد ترمذی)

نماز درست ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں جن میں سے ایک ستر عورت بھی ہے، جس کی تفصیل اور تشریح یہ ہے کہ مرد کے لئے تو صرف ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک ڈھانکنا فرض ہے، مگر عورت کو چہرہ اور ٹخنوں کے نیچے دونوں پاؤں اور دونوں پہنچوں تک دونوں ہاتھوں کے علاوہ سارے جسم کا ڈھانکنا فرض ہے، اگر تنہائی میں نماز پڑھے تب بھی یہی حکم ہے، حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں مسلمان عورتیں نماز میں بھی اور نماز سے باہر بھی موٹے کپڑے سے سارے بدن کے ڈھانکنے کا اہتمام کرتی تھیں، باریک کپڑا پہننے یا نیم آستین کا کرتا پہننے کا سرے سے رواج ہی نہ تھا، البتہ چونکہ بے دھیانی میں سر سے دوپٹہ سرک جانے کا احتمال رہتا ہے اس لئے خصوصیت کے ساتھ دوپٹہ کا ذکر فرمایا کہ بالغ عورت کی نماز بغیر دوپٹہ کے قبول نہ ہوگی۔

مسئلہ: باریک کپڑا جس سے اندر کا جسم یا بال نظر آتے ہوں (مثلاً شنون، سیفون، نیلون، باریک تن زیب وغیرہ) کا پہننا حدیث شریف کی رو سے دونوں برابر ہیں (ربّ کاسیات عاریات) اس طرح کا کپڑا پہن کر یا سر پر اوڑھ کر اگر کسی عورت نے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز نہ ہوگی، اسی طرح اگر کسی مرد نے ایسا باریک کپڑا لنگی کی جگہ باندھ کر نماز پڑھی جس سے رانیں یا گھٹنے یا سرین نظر آتے ہوں تو اس کی بھی نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: نیم آستین یا بلا آستین کا کرتا یا بلاؤز یا فراک پہن کر اگر کسی عورت نے نماز پڑھی اور اپنی بانہوں کو چادر وغیرہ سے نہیں چھپایا تب بھی نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر نماز پڑھتے میں عورت کی چوتھائی پنڈلی یا چوتھائی ہاتھ کھل جائے اور اتنی دیر کھلا رہے جتنی دیر میں تین بار سبحان اللہ کہہ [illegible] نماز جاتی رہی پھر سے

پڑھے، اور اگر اتنی دیر نہیں کھلی رہی جتنی دیر میں تین بار سبحان اللہ کہہ سکے بلکہ کھلتے ہی ڈھک لیا تو نماز ہوگئی، اس طرح جتنے بدن کا ڈھانکنا واجب ہے اس میں سے جب بھی کوئی چوتھائی عضو کھل جائیگا تو نماز نہیں ہوگی جیسے چوتھائی کان یا چوتھائی سر یا چوتھائی بال یا چوتھائی پیٹ یا چوتھائی پیٹھ چوتھائی گردن یا چوتھائی سینہ یا چوتھائی چھاتی وغیرہ کھل جانے سے نماز نہ ہوگی بشرطیکہ بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہے۔

مسئلہ: جو عورتیں ساڑھی باندھتی ہیں اکثر ان کا بلاؤز ناف تک یا اس سے بھی اوپر رہتا ہے جس کی وجہ سے آدھا یا چوتھائی پیٹ ساڑھی باندھنے کی جگہ تک کھلا رہتا ہے، اگر اسی طرح کھلے ہوئے پیٹ نماز پڑھ لی تو نماز نہ ہوگی، اور چونکہ پیٹ اور پیٹھ کا ڈھانکنا اپنے محرم کے سامنے بھی فرض ہے اس لئے اتنا چھوٹا بلاؤز پہن کر شوہر کے سوا دوسرے مردوں (باپ بھائی وغیرہ) کے سامنے آنا بھی حرام ہے۔

مسئلہ: جو لڑکی ابھی جوان نہیں ہوئی بلکہ جوانی کے قریب ہے اس کا دوپٹہ سر سے سرک گیا اور سر کھل گیا اور اسی حال میں اس نے نماز پڑھ لی تو اس کو بھی نماز دہرانے کا حکم دیا جائے گا۔

عورتوں کا بازاروں اور تقریبات میں جانا

عورتوں کا بغیر شدید ضرورت کے اور بغیر شرعی پردہ کے بازاروں میں اور شادی وغیرہ کی تقریبات میں جانا بالکل جائز نہیں، آج کل خواتین ایسے لباس پہن کر بازاروں اور شادی وغیرہ کی تقریبات میں جارہی ہیں، کہ سر کھلا ہوا ہے، بازو کھلے ہوئے ہیں، سینہ کھلا ہوا ہے، پیٹ کھلا ہوا ہے، حالانکہ "ستر" کا حکم یہ ہے کہ عورت کے لئے عورت کے سامنے بھی ستر کھولنا جائز نہیں، مثلاً اگر کسی عورت نے ایسا لباس پہن لیا جس میں سینہ کھلا ہوا ہے، پیٹ کھلا ہوا ہے، بازو کھلے ہوئے

ہیں، تو اس عورت کو اس حالت میں دوسری عورتوں کے سامنے آنا بھی جائز نہیں، چہ جائیکہ اس حالت میں مردوں کے سامنے آئے، اس لئے کہ یہ اعضا اس کے ستر کا حصہ ہیں، اس لئے خواتین کو اس طرح بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ کھلم کھلا گناہ کرنے اور دیکھنے والے مردوں کو گناہوں میں مبتلا کرنے سے پرہیز کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ اللہ کے عذاب کو دعوت دینے والے گناہ ہیں، اور ان کا وبال انتہائی دردناک ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمان خواتین وحضرات کو اس سے محفوظ فرمائے۔

عریانی کا گناہ متعدی ہے

عریانی اور بے پردگی کا گناہ صرف کرنے والے تک محدود نہیں رہتا، اور صرف بے پردہ عورت ہی اس سے متاثر نہیں ہوتی، بلکہ اس کی وجہ سے بے حیائی اور فحاشی پھیلتی ہے، پوری قوم اس کے دنیوی وبال اور اخروی عذاب کی لپیٹ میں آجاتی ہے، اس گناہ کے نتیجہ میں طرح طرح کے فتنے حتی کہ قتل تک کی واردات کا عام مشاہدہ ہو رہا ہے۔

آخرت کے عذاب سے ڈرنا چاہیے

اب جو عورتیں عریاں لباس پہنتی ہیں اور پردہ نہیں کرتیں، وہ ذرا سوچیں کہ کس وجہ سے نہیں کرتیں، کیا دنیا کی چند گھڑی کی لذت اور نفسانی خواہشات نے انہیں روک رکھا ہے، انہیں غور کرنا چاہئے کہ دنیا کی زندگی بہت تھوڑی ہے، اور آخرت کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے، بے پردہ لباس میں رہنے کی وجہ سے وہ اپنی دنیاوی زندگی بھی تلخ کر رہی ہیں، اور آخرت میں بھی عذاب مول لے رہی ہیں، مرنے کے بعد اس گناہ کی سزا میں جہنم میں جانا پڑے گا، ہمارا یہ حال ہے کہ اگر کوئی انگارہ ہاتھ پر رکھ دیا جائے تو ایک گھڑی بھی برداشت نہیں

کرسکتے، تو آخرت کا بھیانک عذاب اور جہنم کی آگ میں جلنا کیسے برداشت کریں گے؟ اس لئے آخرت کے عذاب سے ڈرنا چاہئے، اور اپنے لباس کو شریعت کے مطابق رکھنا چاہئے۔ عریانی اور بے پردگی سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔

عورتوں کو مردانہ وضع اختیار کرنے کی ممانعت

جنسی بے راہ روی، اور اخلاقی انارکی بے توقیری سے بچانے کے لئے شریعت نے مرد و عورت دونوں صنفوں کو مستقلاً الگ الگ احکامات دیے ہیں، یہی فطرت کا بھی تقاضہ ہے اور عقل کا بھی، ہر چیز اس وقت اچھی لگتی ہے، جب وہ اپنی شکل میں ہو، اور جب وہ اپنی قدرتی ہیئت بگاڑے تو بجائے خوبصورت معلوم ہونے کے اور بدنما معلوم ہوتی ہے۔

آج کل معاشرہ میں یہ چیزیں زیادہ مقبول ہو رہیں ہے کہ لڑکوں کو لڑکیوں کا لباس، اور لڑکیوں کو لڑکوں کا لباس پہناتے ہیں، اور یہ بُرا رواج یورپ و امریکہ سے شروع ہوا ہے، ان کے نزدیک یہ فیشن اور فخر کی چیز ہے، مگر اسلام میں وہ باعث لعنت ہے۔

ابوداؤد شریف میں ہے کہ:

> ''حضرت ابن ابی ملیکہؒ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ سے کسی نے عرض کیا کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ: اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی عورت پر لعنت کی ہے، جو مردوں کے طور طریق اختیار کرے'' (مشکوٰۃ ص ۳۸۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت کی جو عورت کا لباس پہنے، اور ایسی عورت پر لعنت کی جو مرد کا لباس پہنے''

(مشکوٰۃ ص۳۸۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

''حضرت تمیم داریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا ہے کہ '' آپ ﷺ نے عورتوں کو منع فرمایا ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ (مردانہ) ٹوپیاں نہ پہنیں، (مردانہ) جوتے نہ پہنیں، (مردوں کی) مجلسوں میں نہ بیٹھیں، اور ازار اور چادر بغیر قمیص کے نہ پہنیں''

(کشف الغمہ ج۱ص۱۶۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

''حضرت ام سلمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ وہ دوپٹہ باندھے ہوئے تھیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوپٹہ ایک بار لپیٹ کر اوڑھا کرو، مردوں کے ڈھاٹے کی طرح نہ باندھا کرو''

(ابوداؤد ج۲ص۲۱۲)

ایک اور حدیث میں حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے، جو عورتوں کی شکل بنا کر ہیجڑے بن جاتے ہیں، اور ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی ہے، جو مردانہ وضع قطع اختیار

کرتی ہیں، اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان کو
اپنے گھروں سے باہر نکال دو"۔

(مشکوٰۃ ص ۳۸۰ از بخاری)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ کو اس بات سے بہت ہی نفرت تھی، کہ مرد زنانہ لباس پہنیں، یا کسی طرح بھی زنانہ پن اختیار کریں، اور اس بات سے بھی سخت نفرت تھی کہ عورتیں مردانہ لباس پہنیں، یا مردانہ چال ڈھال اختیار کریں، اور اس نفرت کے باعث اس طرح کے مردوں اور عورتوں پر آپ نے لعنت فرمائی ہے۔

درحقیقت عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مرد مرد بن کر رہیں، اور عورتیں عورتیں بن کر رہیں، آج کل کے لوگ رسول اکرم ﷺ کے ہدایت کو نہیں دیکھتے، بلکہ یورپ اور امریکہ کے کافروں اور سینما میں کام کرنے والے مردوں اور عورتوں کی وضع قطع اختیار کرتے ہیں، اور ادھر سے جو لباس اور طور طریقے ملتے ہیں ان ہی کو اختیار کرنے میں اپنی عزت سمجھتے ہیں، اگرچہ وہ لباس اور طرز اور طور طریق اللہ تعالیٰ کے نزدیک لعنت اور رحمت سے دوری ہی کا سبب ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو سمجھ دے، اور اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی ہدایات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جس میں ہمارے لئے فائدہ ہی فائدہ ہے۔

خواتین کیلئے پینٹ شرٹ پہننا

آج کل عورتوں میں بھی مردوں کی طرح پینٹ شرٹ کا رواج ہو رہا ہے اور وہ انگریزوں کے اس لباس کو اختیار کر رہی ہیں، اور اگر مشرقی لباس پہنتی بھی ہیں، تو وہ بھی مردانہ طرز کا، اور یہ اس خام خیالی میں مبتلاء ہیں کہ اس طرح وہ ترقی

اور جدید تہذیب کے زینہ پر پہنچ رہی ہیں، بھلا جو چیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک باعث نفرت اور سبب لعنت ہو وہ ترقی کی چیز کیسے ہوگی؟ اس میں انسانی اور ایمانی ترقی تو نہیں ہوسکتی، ہاں حیوانی، شہوانی اور لعنت و نافرمانی کی ترقی ہے، اور اس میں انگریزوں، اور مردوں کے ساتھ مشابہت کے علاوہ عریانی بھی ہے، اس لئے ان فضول اور خلاف شرع لباسوں سے بچنا عورتوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔

پینٹ اور شرٹ کی طرح دیگر تمام مروجہ مردانہ لباسوں سے اجتناب کرنا خواتین کے لئے ضروری ہے، اور اس کی ممانعت کے متعلق احادیث کا ذکر اوپر تفصیل سے آچکا ہے۔

اصلی اور مصنوعی ریشمی کپڑے پہننا

عورتوں کے لئے اصلی اور مصنوعی دونوں طرح کے ریشمی کپڑے پہننا جائز ہے، اور اب تو ریشم کی کوئی وقعت بھی نہیں، اس سے زیادہ بڑھ کر عمدہ اور پسندیدہ کپڑوں کی انواع واقسام مارکیٹ میں آچکی ہیں، ان سب قیمتی کپڑوں کا پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے، بشرطیکہ حلال مال سے ہو، اور اپنی وسعت کے مطابق ہو، مگر فخر اور بڑائی کے اظہار کیلئے، اسی طرح خود پسندی اور دوسروں کو دکھانے کی غرض سے عمدہ اور قیمتی لباس پہننا جائز نہیں۔

نمائش وفخر کیلئے عمدہ لباس پہننا

یہ بات تو واضح ہے اور سب عورتیں جانتی بھی ہیں کہ عمدہ لباس اور زیور گھر میں ہر وقت نہیں پہنتی ہیں، بلکہ ان چیزوں کی ضرورت بیاہ شادی اور تقریبات میں شریک ہونے، اور کسی طرح کی مجلسوں میں جانے کے لئے ہوتی

ہے، اس میں چونکہ شان جتانے اور دکھاوا کرنے کی نیت ہوتی ہے، اس لئے جس شادی وتقریب میں شریک ہونا ہو، یا جس محفل ومجلس میں جانا ہے، اس کی تاریخ آنے تک یہ چیزیں بنوا کر چھوڑتی ہیں، پھر یہ مصیبت ہے کہ پرانا ڈیزائن نہیں چلتا، معاشرہ میں جس نئے ڈیزائن کے زیور آجائیں، پرانے ڈیزائن توڑ کر نئے ڈیزائن کے مطابق بنوانے کی فکر کی جاتی ہے۔

اور لباس کے بارے میں بھی یہی بات ہے، کہ کئی جوڑے کپڑے رکھے ہیں، لیکن تقریبات اور مجالس میں جانے کے لئے نئے ڈیزائن کے نئے لباس کی ضرورت سمجھتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ یہ جوڑے تو کئی مرتبہ پہنے جا چکے ہیں، اور ان کے ڈیزائن بھی پرانے ہو چکے ہیں، اگر ان ہی میں سے پہن کر جائیں گی تو عورتیں نام دھریں گی، اور کہیں گی کہ فلانی کے پاس تو یہی دو جوڑے رکھے ہوئے ہیں، اور وہ بھی پرانے ڈیزائن کے، ان کو ادل کر بدل کر آجاتی ہے، اور ان سب باتوں میں وہی دکھاوے کا جذبہ، فخر اور ریاکاری والانفس کا چور موجود ہوتا ہے۔

بہرحال اصول شریعت کے مطابق عمدہ لباس اور زیور پہننے کا حق عورتوں کو حاصل ہے، اس سے کون روکتا ہے، اور کس کو روکنے کی مجال ہے، تاہم کسی کو حقیر سمجھ کر، فخر یا دکھانے کی نیت سے یہ چیزیں پہننا درست نہیں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ: عورتوں کو سونے اور ریشم نے اللہ سے اور اس کے حکموں سے غافل کر رکھا ہے، اور یہی چیزیں ان کے جنت میں داخل ہونے میں رکاوٹ بن گئی ہیں، (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۰۱، رواہ ابن حبان) اللہ سب کی حفاظت فرمائے۔

بوسکی کپڑے پہننا

خواتین کے لئے بوسکی یا دیگر عمدہ کپڑے پہننا بلاشبہ جائز ہے۔

ساڑھی پہننا

جہاں مسلمانوں میں ساڑھی کا رواج نہ ہو بلکہ یہ صرف غیر مسلموں کے لباس میں داخل ہو، وہاں مشابہت کی وجہ سے ساڑھی پہننا مکروہ ہے، اور جہاں مسلمان خواتین کے ہاں ساڑھی باندھنے کا رواج ہے، اور ساڑھی ان کے لباس میں داخل ہو وہاں مسلمان خواتین کے لئے ساڑھی پہننا جائز ہے۔

لیکن چونکہ عام طور پر ساڑھی ایسی ہوتی ہے کہ اس سے عورتوں کا پورا جسم نہیں چھپتا، بلکہ ہاتھ کندھوں تک اور پیٹ، پیٹھ اور سر وغیرہ کھلا رہتا ہے۔ اور آج کل بلاؤز بھی اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ناف پر یا اس سے اوپر ہی ختم ہو جاتا ہے اور آدھا پیٹ نظر آتا ہے، جب کہ اوپر ذکر کردہ اصول کے مطابق، عورتوں کا لباس ایسا ہونا چاہئے کہ جو جسم کو اچھی طرح چھپا لے، اور آج کل کے فیشن کی ساڑھی اور بلاؤز سے پورا جسم نہیں چھپتا، اسلیے اس طرح ساڑھی اور بلاؤز پہننا جائز نہیں، البتہ اگر ساڑھی اس طرح پہنی ہوئی ہو جو پورے بدن کو ڈھانپ دے اور جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے تو پھر ساڑھی اور بلاؤز پہننا جائز ہے۔

فراک پہننا

''فراک'' میں غیر مسلم اقوام کے ساتھ ایک گونہ مشابہت پائی جاتی ہے، اور اس میں بازو اور کلائیاں عموماً کھلی رہتی ہیں، بہر حال یہ صالحات کا لباس نہیں ہے، اس لئے خواتین کو اس کے استعمال سے بچنا چاہئے، البتہ چھوٹی اور نابالغ بچیوں کے لئے اس کے استعمال کی گنجائش ہے، لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ بچیوں کو زمانہ شعور و عقل ہی سے ستر پوشی کا اہتمام کرنا چاہئے، اور انہیں

ایسے لباس پہننے کی عادی بنانا چاہئے جو مکمل طور پر ساتر ہوں، یہ ان کی تربیت کا بھی تقاضا ہے، تاکہ بڑے ہونے کے بعد وہ اسی راہ پر چلیں۔ **ماخذہ حدیث تعلیم الصبی للصلاۃ واحکام الدین**

(کنز العمال ۶: ۴۴۱، رقم: ۴۵۳۳۱، اعلاء السنن ۱۱: ۲۶۹، درالمختار ۱: ۱۶۲)

شلوار قمیص بہتر لباس ہے

لباس کے متعلق ذکر کردہ بنیادی اصولوں کی رعایت کرتے ہوئے ہر قسم کا لباس پہننا خواتین کے لئے بلاشبہ جائز ہے، تاہم شلوار قمیص، چادر اور دوپٹہ جسے مشرقی لباس کہا جاتا ہے، اور برصغیر کی مسلمان خواتین کا پسندیدہ لباس ہے، اس میں اگر اوپر بیان کردہ تمام اصول وشرائط موجود ہوں، تو ناچیز کے خیال میں خواتین کے لئے یہ لباس، دیگر تمام جائز لباسوں سے بہتر ہے۔ کیونکہ اس لباس میں غیر مسلم اقوام کے ساتھ مشابہت بھی نہیں ہے، اور یہ دیگر جائز لباسوں کی بنسبت زیادہ ساتر بھی ہے، اس لئے یہ ناچیز کے خیال میں، خواتین کے لئے یہ لباس سب سے اچھا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

ڈیزائن اور فیشن کے کپڑے پہننا

لباس کے متعلق اوپر بیان کردہ تمام اصول وشرائط کو ملحوظ رکھے ہوئے، خواتین کے لئے مختلف ڈیزائن اور فیشن کے کپڑے پہننا بلاشبہ جائز ہے۔

ماہ محرم میں کالے کپڑے پہننا

ویسے تو خواتین کے لئے ہر رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہے، لیکن محرم یا دیگر مہینوں میں مردوں یا شہداء پر سوگ، ماتم اور اظہار افسوس کی نیت سے بطور

خاص کالے کپڑے پہننا اور اس کو کارِ خیر اور ضروری سمجھنا بدعت اور ناجائز ہے،
اس لئے اس سے بچنا خواتین کے لئے ضروری ہے۔

چودھواں باب

طلاق اور خلع کا بیان

زوجیت کے رشتے میں کبھی کبھی خلل آجاتا ہے اور اس میں اضطراب آجاتا ہے کہ تعلق جاری رکھنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے، جھگڑے موافقت پر غالب آجاتے ہیں اور رشتہ ختم کر دینا جائز ہو جاتا ہے کیونکہ جاری رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں اور ایسے رشتے کو ختم کر دینا جس میں الفت، محبت، سکون اور ہمدردی نہ ہو، جائز ہو جاتا ہے ان تمام وجوہات کی بناء پر تاریخ اور اسلام سے پہلے ادیان میں اور دوسرے معاشروں مثلاً یورپ وغیرہ میں طلاق کی اجازت موجود ہے لیکن اسلام نے طلاق کی اجازت کے ایسے امور کے ساتھ مشروط رکھا ہے جن کا ترک کر دینا بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ ناپسند ہے۔ حدیث میں ہے کہ ,,اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے،،۔

طلاق کی تعریف

یہ زوجیت کے رشتے کی گرہ کھولنا ہے جیسے کوئی شخص کہے، تو طلاق والی ہے (یا تجھے طلاق ہے) اسکو طلاق صریح کہتے ہیں یا طلاق کنایہ ہو جیسے شوہر اپنی بیوی کو کہے اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا (دفع ہو جا) برقع اوڑھ لے) اور اس میں طلاق کی نیت کر لے۔

طلاق زندگی میں آنے والی مشکلات کا فوری حل نہیں ہے بلکہ اسے پہلے پیار سے سمجھانا، نصیحت کرنا، بستر الگ کر دینا اور ہلکی سی پٹائی کرنا یا بڑوں سے فیصلہ کرانا ضروری ہے اسکے بعد دو مرتبہ تک طلاق دینا حلال ہے البتہ تیسری طلاق کے بعد

رجوع کی گنجائش نہیں رہتی، ایک ساتھ تین طلاق دینا جائز نہیں ہے۔

طلاق کا حکم

طلاق میاں بیوی سے ضرر دور کرنے کے لیے مشروع ہے اور جائز ہے اسکے دلائل بہت ہیں۔ مشہور آیت ،الطلاق مرتان،، ہے:

الطلاق مرتان فا مساک بمعروف او تسریح باحسان ا ولا یحل لکم ان تا خذوا مما اتیتموھن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم الا یقیما ا حدود اللہ فلا جناح علیھا فیما افتد ت بہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فا و لئک ھم الظّٰلمون.

طلاق دو بار ہے پھر یا تو بطریق شائستہ رہنے دینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا اور جائز نہیں کہ جو مہر تم ان کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو، ہاں اگر زن وشوہر کو خوف ہو کہ خدا کی حدوددوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے بدلے میں کچھ دے ڈالے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں یہ خدا کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہے ان سے باہر نہ نکلنا اور جو لوگ خدا کی حدوں سے باہر نکل جائیں وہ گنہگار ہوں گے۔

اسی طرح سورۂ طلاق کی آیت نمبر ا بھی ہے:

یاایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقو ھن لعد تھن و احصوا العدۃ.

،،اے پیغمبر! جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔،،

حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو ماہواری کے

دوران طلاق دے دی تھی آنحضرت ﷺ نے انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اسکے طہر تک اسے چھوڑ رکھ اور پھر جب اسے حیض آجائے پھر پاک ہو جائے تو پھر جی چاہے تو اسے رکھ لے ورنہ اسے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دے۔

طلاق کے جواز پر اجماع بھی ہے اور حالات طلاق کے جواز کی دلیل ہیں کیونکہ کبھی کبھی میاں بیوی کے درمیان ہم آہنگی نہیں رہتی اور کسی ایک کو شدید ضرر لاحق ہو جاتا ہے اور شادی کو باقی رکھنا محض ایک خرابی ہوتا ہے اور شوہر پر خرچے اور رہائش کا انتظام لازم کرنا اس کے لیے محض نقصان ہوتا ہے اور بیوی کو ان حالات میں روکے رکھنا سو معاشرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہمیشہ بے فائدہ جھگڑے ہوتے رہتے ہے۔تو اللہ تعالی نے میاں بیوی میں بگاڑ کو دور کرنے کے لیے طلاق کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو اپنی بیوی کی بد زبانی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اسے طلاق دینے کا حکم دیا اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت بغیر کسی وجہ کے شوہر سے طلاق مانگے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

شادی کرنا نظام تناسل برقرار رکھنے کی مصلحت کی بناء پر سنت واجبہ ہے اسی نظام کے قائم رہنے میں مصلحت اور فائدہ ہے لیکن طلاق میں سنت کا تعطل اور مصلحت کو فاسد کرنا ہے اور اللہ تعالی مفسدین کو پسند نہیں فرماتے ،اسی وجہ سے طلاق حلال ہونے کے باوجود اللہ تعالی کو سخت ناپسند ہے۔

طلاق کی شرائط

طلاق کی اجازت بھی اسلام نے کئی شرائط کے ساتھ دی ہے سب سے اہم شرط یہ ہے کہ جب میاں بیوی میں کسی کو دوسرے کی طرف سے زیادتی یا

نافرمانی کا خوف لاحق ہوتو اسکے حل کا طریقہ جیسا کہ پیچھے گذرا کہ مرد سمجھائے (الی آخرہ) اور عورت بڑوں کو درمیان میں ڈال کر صلح صفائی کی کوشش کرے، ورنہ پھر مرد اگر طلاق دینا چاہے تو اسے کوئی بھی ایسی چیز جو اس نے نفقہ کے علاوہ اسے دی ہو واپس لینا جائز نہیں ہے اور نہ بچوں کو پرورش کا حق اس سے چھیننا درست ہے البتہ اگر عورت تفریق چاہتی ہوتو اسے حقوق مالیہ۔مہر وغیرہ سے دستبردار ہونے کی اجازت ہے۔

قرآن کریم نے زوجین کو آداب زواج اور آداب معاشرت بتانے کے بعد ''جن سے اچھی گھریلو زندگی اور ازدواجی زندگی کے تمام حقوق اور سکون محبت اور ہمدردی بحسن حاصل ہو سکتے ہے،، میاں بیوی کو طلاق کا حاصل اختیار استعمال کرنے سے گریز کرنے مشورہ دیا ہے لیکن اگر معملات بہت زیادہ بگڑ جائے اور ازدواجی زندگی میں خرابی کے باعث اصلاح کا امکان ختم ہو جائے تو پھر احسن طریقہ سے علیحدگی کے سوا کوئی چارہ نہیں۔اسلام سے قبل شرائع نے طلاق کو مباح قرار دیا تھا لیکن اسے مزاج اور خواہشات کے تابع رکھا گیا تھا اور بعض ادیان نے اسکی ممانعت کر دی تھی جیسا کہ بائبل کے باب عہد جدید میں ہے اور آجکل یورپ وغیرہ میں شہری قوانین کے تحت بیوی کو ایک لمحے میں چھوڑ دینا بھی آسان ہے۔

میاں بیوی کے رشتے

میاں بیوی کے رشتے کے اپنے تحفظات بھی ہیں جیسا کہ میاں بیوی کے تعلق اور رشتے سے ظاہر ہے لیکن ان میں سے کوئی ایک شرائط عقد سے مخل ہونے لگے رشتے کے لوازمات سے اعراض کرے اور جھگڑوں کے باعث افہام وتفہیم کی کوئی صورت نہ رہے اور گھر بگھڑنے لگے اور کسی ایک یا دونوں کی ناسمجھی کے باعث

فساد اور بگاڑ پیدا ہو جائے تو ان کا ایک چھت کے نیچے رہنا سوائیں وقت مال و دولت کے ضیاع کے کچھ نہیں ہوتا اور اسکے برے اثرات خاندان اور بچوں پر بھی پڑتے ہیں۔

طلاق کی اجازت میں حکمت الہیہ پوشیدہ ہے کیونکہ شریعت نے نہ تو طلاق دینے کا حکم دیا اور نہ ہی اسکی ترغیب دی ہے بلکہ اسکی اجازت انتہائی نا پسندیدگی کے ساتھ چند قیود لگا کر دی ہے۔

اس لئے اس اعتراف کے بغیر کوئی چارہ نہیں، کہ اگر طلاق اور تفریق کی اجازت نہ ہوتی تو شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ معاشرت میں کئی ایسی باتوں کا سامنا کرنا پڑتا جسکو سہنا اسکے بس میں نہیں ہوتا اور بگاڑ مزید عام ہو جاتا، گناہ اور شرور بڑھ جاتے اور پھر ان کی زندگی دشوار گزار راستے پر چلنے کی دعوت دیتی، اور معشوقات اور آشنا بنانے سے کوئی روک ٹوک نہ ہوتی لیکن ان سب حالات سے روکنے، خاندان، عزت اور ارواح کی حفاظت کے لیے شریعت اسلامیہ نے مرد کو طلاق دینے کی اجازت عطا فرمائی ہے، اسی طرح عورت کو بھی اپنے شوہر کے سوء اخلاق، کسی عیب اور اس سے تکلیف پہنچنے کی بناء پر اجازت دی ہے کہ وہ اپنا معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے اور قاضی معاملہ کی نوعیت کو دیکھ کر ان کے درمیان جدائی کا فیصلہ کرے۔

طلاق کا استعمال خطرناک ہے

ازدواجی زندگی کے راستے میں اس اجازت کے استعمال کو خطرناک قرار دیتے ہوئے شریعت اسلامیہ نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کی زیادتیوں پر صبر کی تلقین کی ہے جیسا کہ احادیث نبویہ ﷺ میں طلاق کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے اور خواہ مخواہ طلاق مانگنے پر وعید وارد ہوئی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ,, اللہ تعالی کو

حلال اشیاء میں سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے،،۔(ابوداوٗد ابن ماجہ) ایک اور حدیث میں ہے کہ:،،جوکوئی عورت بغیر کسی وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق مانگے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے،،۔(متفق علیہ)

نکاح کا معاملہ مرداور عورت کی موافقت اور رضا مندی سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ ازدواجی زندگی انکی محبت اور موافقت کے بغیر نہیں چل سکتی ،اور جدائی ان دونوں میں سے کسی ایک کے مطالبہ پر ہوتی ہے دونوں کا متفق ہونا ضروری نہیں، کیونکہ ایک فریق اسی میں مصلحت سمجھتا ہے اور دوسرا نہیں سمجھتا ورنہ تو جھگڑا ہی نہ ہوتا اور نہ ہی طلاق یا تفریق کے مطالبے ہوتے اسی طرح طلاق کا اختیار مرد کے ہاتھ میں دینے کی وجوہات ہیں کیونکہ وہ عموما صابر اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھنے والا ہوتا ہے جو سوچ سمجھ کر اس بارے میں فیصلہ کرتا ہے اور اسی وجہ سے عموما عقد نکاح قائم رہتا ہے۔ برخلاف عورت کے، کیونکہ وہ انتہائی حساس طبیعت، کمزور اور نرم دل کی مالک ہوتی ہے اور جلد مشتعل ہو جاتی ہے لہذا وہ صبر نہیں کر پاتی ،اور جلد ہی طلاق کا مطالبہ کرتی ہے (اور اگر اسکے ہاتھ میں یہ اختیار ہوتا تو جلد ہی طلاق دے دیتی۔

اپنی مرضی سے شادی کرنا

البتہ عورت کو یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے شادی پر راضی ہو اسے یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ شوہر پر شرائط عائد کر سکتی ہے، لیکن وہ شرائط عقد کے تقاضوں کے خلاف نہ ہو ، مثلا پہلی بیوی کی طلاق یا اسی شہر میں رکھنے کی شرط وغیرہ۔اسی طرح شوہر کو بھی اختیار دیا گیا ہے کہ بیوی کو طلاق کا اختیار دے سکتا ہے۔حتی کہ شادی کے بعد بھی دے سکتا ہے۔

اس بات کی دلیل سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۲۸۔۲۹ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج نے نفقہ کا شکوہ کیا تو اللہ تعالی نے حکم دیا کہ:

یایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیٰوۃ الدنیا وز ینتھا فتعالین امتعکن واسر حکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدارالاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنٰت منکن اجر عظیما.

,,اے نبی کہہ دو اپنی بیویوں سے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی زینت چاہتی ہو تو، آؤ میں تمھیں کچھ سامان دوں اور احسن طریقے سے تمھیں چھوڑ دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اسکے رسول کو آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ تعالی نے احسان کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے،،۔

اس آیت سے یہ مستقار ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اختیار دے سکتا ہے کہ اسے ساتھ رہنے اور جدا ہو جانے کا اختیار ہے اور اسے طلاق کا جوڑا دے اور اسکے واجبات ادا کر دے لیکن اسی آیت میں عورتوں کو یہ درس بھی دیا گیا ہے جو عورت اللہ اور اسکے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہے وہ دنیاوی تکلیف میں شوہر کے ساتھ ہی رہے جیسا کہ وہ زندگی کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی رہی ہے اور تنگدستی میں صبر کرے جیسا کہ وہ خوشحالی میں گزارہ کرتی رہی ہے اور محض تنگدستی کی بنیاد پر تفریق کے مطالبہ پر جلدی نہ کرے۔

اگر عورت نکاح کے وقت اپنی حفاظت کا اختیار (تحفظ کے لیے طلاق کا اختیار) نہ حاصل کر سکی ہو، تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ عورت کی مشکلات کا کوئی حل نہیں، بلکہ اسلام نے اسے یہ حق دیا ہے کہ اگر وہ زندگی میں مشکلات اور شوہر کی طرف سے ضرر پاتی ہے اور برداشت کی اب طاقت نہیں تو اپنا معاملہ قاضی کی

عدالت میں لے جائے اور تفریق کا حق طلب کرے۔ اور قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ انکے معاملے پر غور کرے اگر وہ دیکھے ان کے درمیان ہم آہنگی موجود جو نہیں، یا شوہر اپنی بیوی کو تکلیف دیتا ہے اس سے برا معاملہ کرتا ہے تو تفریق (علیحدگی) کا فیصلہ کر دے۔

یہ وہ حکم ہے جو فقہاء کرام نے قرآنی آیات کی روشنی میں سنت نبویہ سے حاصل کیا ہے۔

طلاق کی اقسام

۱: طلاق السنتہ

یہ وہ طلاق ہے کہ شوہر عورت کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اسے اس نے ہاتھ نہ لگایا ہو۔

۲: طلاق البدعتہ

یہ وہ طلاق ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو حالت حیض ونفاس میں، یا ایسے طہر میں جس میں اسنے ہم بستری کی ہو طلاق دے یا ایک وقت یا ایک جملے میں تین طلاقیں دے دے۔

۳: طلاق بائن

یہ وہ طلاق ہے جس میں طلاق دینے والے کو رجعت کا حق نہیں رہتا اور طلاق دینے والا طلاق کے وقوع کے ساتھ ہی دوسرے، پیغام نکاح دینے والوں کی طرح ہو جاتا ہے اور عورت کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اسکا پیغام قبول کرتے ہوئے عدت میں یا عدت کے بعد اس سے نکاح کر لے، یا اسکا پیغام رد کر لے۔

طلاق بائن کی پانچ صورتیں ہیں

(الف) مرد اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دے دے اور پھر عدت اسکی گزر جائے تو وہ محض عدت گزرنے سے بائنہ ہو جائے گی۔ (لہذا رجوع کے بجائے نکاح ہوسکتا ہے۔

(ب) مرد اپنی بیوی کو مال کے بدلے طلاق دے جیسے خلع۔

(ج) دو حکم (فیصلہ کرنے والے) اگر طلاق کا فیصلہ کریں۔

(د) عورت کو طلاق قبل الدخول (مباشرت سے پہلے) دی جائے۔ اس صورت میں اس پر عدت بھی نہیں ہے۔

(ہ) تین طلاق ایک کلمہ میں یا ایک وقت میں تین کلموں سے تین طلاق دے دے چاہے ایک مجلس میں ہوں یا علیحدہ علیحدہ مجلس میں۔ یہ طلاق مغلظہ ہے اور اس سے بینونت کبری واقع ہوتی ہے اور عورت اپنے شوہر کے پاس بغیر کسی دوسرے شخص سے شادی کئے واپس نہیں آسکتی۔

۴: طلاق رجعی

یہ وہ طلاق ہے جس میں طلاق دینے والے کو رجوع کا اختیار باقی رہتا ہے۔

۵: طلاق صریح

یہ وہ طلاق ہے جس میں طلاق کی نیت کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ لفظ صریح ہوتا ہے مثلاً تجھے طلاق ہے، تو طلاق والی، وغیرہ یہ طلاق منجز ہے۔

(مصنف کتاب کے نزدیک طلاق صریح منجز میں فرق ہے ہے میں منجز مرکوزہ طلاق صریح ہے۔ اور طلاق صریح، اپنی بیوی کو محض یہ کہنا ہے کہ ,, اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا، یا یہاں سے نکل جا)

۷: طلاق معلق

طلاق کو کسی فعل پر معلق کر دیا جائے ''اگر تو گھر سے نکلی تو تجھے طلاق ہے''۔

۸: طلاق تخییر، طلاق تملیک

یہ وہ طلاق ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو کہے ,,میں نے تجھے اپنی جدائی اور ساتھ رہنے کا اختیار دیا،، یا اختیار کر لے۔ لہذا وہ طلاق اختیار کر لے تو اسے طلاق پڑ جائے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو اختیار دیا تھا مگر انھوں نے آپ ﷺ سے جدا نہ ہونے کو اختیار کیا۔

۹: طلاق الکتابت

بیوی کو لکھ کر طلاق دینا یا بھجوانا۔

۱۰: طلاق بالوکالت

بیوی کو کسی وکیل کے ذریعے طلاق کہلوائی جائے۔

۱۱: طلاق بالتحریم

اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ تو مجھ پر حرام ہے وغیرہ۔ تو اگر اس کہنے سے طلاق کی نیت کی ہو تو یہ طلاق ہے، ظہار کی نیت کی ہو تو ظہار ہو گا۔

عورت اور عدت طلاق وتفریق

شریعت مطہرہ نے نکاح کو اصل ٹھہرا کر وہ سارے قوانین اور وہ ساری باتیں بیان کی جس سے زوجین میں محبت اور ملاپ قائم رہے نکاح کا مقصد ہی یہ ہے کہ میاں بیوی مل کر نظام زندگی قائم کریں لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دونوں

میں موافقت نہیں ہوتی اور ازدواجی زندگی ناخوشگوار ہو جاتی ہے اس وقت بھی شریعت نے ایسی صورتیں بیان کی ہیں جس سے پھر نباہ ہو جائے لیکن اگر ان ساری صورتوں سے بھی اصل مقصد حاصل نہ ہو تو پھر آخری درجہ میں طلاق یعنی تفریق کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

مسئلہ: جب کسی کا شوہر طلاق دے یا خلع یا ایلاء وغیرہ کسی طرح سے نکاح ٹوٹ جائے یا شوہر مر جائے تو ان سب صورتوں میں اسکے بعد ایک مدت مقررہ تک عورت کا شوہر کے گھر رہنے کو عدت کہتے ہیں اس عدت کے ختم ہونے تک عورت نہ شوہر کے گھر سے باہر نکل سکتی ہے نہ اور سے اپنا نکاح کر سکتی ہے، عدت ختم ہونے کے بعد جو چاہیں کرے۔

مسئلہ: اگر بالغ حیض والی عورت کو طلاق دی ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے۔

مسئلہ: اگر چھوٹی لڑکی یا بوڑھی عورت (جس کو حیض آنا بند ہو چکا ہے) کو طلاق ملی ہے تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔

مسئلہ: اگر حمل والی عورت کو طلاق دی تو وہ بچہ پیدا ہونے تک عدت گزارے۔

مسئلہ: حیض کی حالت میں طلاق دیدی تو جس حیض میں طلاق دی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے کہ کسی عورت کو حیض میں طلاق دی ہو تو اس حیض کے بعد تین حیض گزارے۔

لیکن چونکہ حیض میں طلاق دینا گناہ ہے اس لئے شوہر کے لئے ضروری ہے کہ اس سے رجوع کرے اور اگر پھر طلاق دینی ہو تو پاکی کی حالت میں دے مگر یہ رجوع طلاق رجعی میں ہو سکتا ہے۔

مسئلہ: جس عورت کو تین طلاق یا ایک طلاق بائن ملی یا کسی اور طرح سے نکاح

ٹوٹ گیا یا شوہر مرگیا ان سب صورتوں میں عورت کو عدت کے دنوں میں سوگ منانا ضروری ہے اور سوگ منانا یہ ہے کہ عورت زیب وزینت اور بناؤ سنگھار نہ کرے خوشبو اور سرمہ نہ لگائے عمدہ اور رنگین کپڑے نہ پہنے۔

مسئلہ: جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو اس کو عدت کے دنوں میں سوگ منانا ضروری نہیں بلکہ شوہر کے گھر میں عدت گزار کر بناؤ سنگھار کرسکتی ہے ہوسکتا ہے کہ شوہر کا دل مائل ہو جائے اور رجوع کرلے تو خاندان کی تفریق اور ہزاروں پریشانیوں سے نجات مل جائے۔

عورت و عدت وفات

مسئلہ: جس عورت کا شوہر مر جائے تو وہ چار مہینے دس دن تک عدت گزارے مرتے وقت جس گھر میں رہا کرتی تھی اس گھر میں عدت گزارنی چاہیئے۔

مسئلہ: اگر عورت حاملہ ہے تو پھر اس کی عدت وضع حمل (بچہ پیدا ہونے تک) ہے مہینوں کا کوئی اعتبار نہیں، چاہے بچہ جلدی یا بہت دیر میں پیدا ہو۔

چند نصائح

(۱) ایک حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے کثرت سے عورتوں کو جہنم میں دیکھا ہے۔ عورتوں نے پوچھا یہ کیوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لئے کہ عورتیں اکثر لعن وطعن کرتی ہیں دوسرے یہ کہ شوہروں کی ناشکری بہت کرتی ہیں۔

جب یہ چیزیں جہنم میں جانے کا سبب ہیں تو عورتوں کو چاہیئے کہ زبان درازی یعنی لعن وطعن اور شوہر کی ناشکری سے اپنے آپ کو بچائیں۔

(۲) ایک بری عادت عورتوں میں بچو وغیرہ کو کوسنے اور ذرا ذرا سی بات پر بددعائیہ کلمات کہنے کی ہے مثلاً کہتی ہیں کہ مرانہیں تیرا خانہ خراب ہو تیرا منہ کالا ہو، تجھے سانپ کاٹے تیری جڑ کٹے وغیر وغیرہ حالانکہ بعض مرتبہ کوئی وقت خدا تعالیٰ کے یہاں اجابت کا ہوتا ہے جس میں جو دعا مانگی جاتی ہے قبول ہو جاتی ہے اور اس طرح خود ماں بچہ کی تباہی کا سبب بنتی ہے اس لئے ان چیزوں سے بچنا بہت ضروری ہے۔

(۳) اسی طرح عورتوں میں ایک عادت آپس میں مل کر کثرت سے غیبت کرنی کی ہے حالانکہ غیبت کرنا حرام ہے اور اس کی بہت وعید قرآن وحدیث میں آئی ہے یہ چیز دین کو سرے سے ختم کرنے والی ہے اس لئے اس سے بھی بہت بچنا چاہئے۔

(۴) عورتوں کے لئے ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ وہ گھر میں زینت کے ساتھ رہیں اور جب باہر جانے کی ضرورت پیش آئے تو بالکل سادگی کے ساتھ بلکہ کسی قدر میلی کچیلی جائیں تاکہ گھر میں زینت کے ساتھ رہنے کے سبب شوہر کے دل میں عظمت اور محبت باقی رہے اور باہر سادگی سے نکلنے پر کسی کی نظر نہ لگے جو فتنہ اور فساد کا سبب ہے۔

لیکن آج کل بالکل برعکس ہو گیا ہے گھر میں تو جس طرح چاہتی ہیں رہتی ہیں کوئی اہتمام نہیں اور جب باہر نکلتی ہیں تو خوب بن کر سنور کر اور زیب و زینت کے ساتھ جس کی وجہ سے غیروں کی نظریں پڑتی ہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، خدا تعالیٰ سب کو شریعت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

(۵) چونکہ شیطانی اور جنی اثرات عورتوں پر زیادہ ہوتے ہیں ایک ان کے قدرتی حسن و جمال کی وجہ سے دوسرے اس لئے کہ بہت سے اوقات ان کے ناپاکی میں گزرتے ہیں اس لئے شیطانی اثرات سے حفاظت کے لئے گلے میں

تعویذ ڈالنا بھی اچھا ہے اسی طرح ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور موذتین اور سوتے وقت آیۃ الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر ہاتھون پر دم کر کے پورے بدن پر پھیر لینا چاہیئے۔ واللہ الموفق

عورت کی اہلیت (وصلاحیت)

عورت کی اہلیت کی بحث اہم مباحث میں سے ہے۔ اسلئے شریعت اسلامیہ نے عورت اور اسکی شان پر نظر کر کے اسے وہ حقوق عطا کئے جسکی مثال پہلی کسی شریعت میں اور نہ ہی کسی انسانی قانون میں ملتی ہے جب ہم عورت کی اہلیت کو دیکھیں اور اس میں غور کرنا چاہیں تو ضروری ہے کہ ہم ان اختیارات کے بارے میں گفتگو کریں جو اسلام نے عورت کو اسکے بلوغ اور سمجھدار ہونے کے بعد عطا کئے ہیں۔

سب سے اہم پہلو اس بحث کا یہ ہے کہ ہم عورت کی اہلیت کو ظاہر کریں اور واضح کریں کہ کیا عورت کو خرید وفروخت، ہبہ، وصیت، جائداد کی ملکیت کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ یہ وہ باتیں ہے جن پر گفتگو کرنا اور عورت کے بلوغ پر مختصر سی گفتگو کرنا ضروری ہیکہ اپنے اموال میں تصرف کب کر سکتی ہے فقہاء کی آراء اس بارے میں کیا ہے؟ گ فقہاء کے دلائل کیا ہیں جن کی رو سے عورت کو بلوغ اور اسکی اہلیت کو ثابت کیا جائے۔ سب سے پہلے، عورت کی اہلیت، بلوغ، بلوغ کی شرائط ،بلوغ کی عمر کا بیان ہوگا۔

بلوغ کی شرائط

شریعت اسلامیہ میں عورت کی اہلیت اور بلوغ کے لیے پانچ چیزوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے تین چیزیں ایسی ہیں جن میں مرد اور عورت دونوں مشترک ہیں اور دو چیزیں عورت کے بلوغ کے ساتھ خاص ہیں۔ بلوغ ان پانچ اشیاء سے متحقق ہوتا ہے۔

منی کا نکلنا:

عورت کے بالغ ہونے کی ایک علامت خروج منی ہے۔منی وہ پانی ہے جوکود کر آگے کی راہ سے نکلتا ہےاورعورت سے نکلنے کی کیفیت یہ ہے کہ یا تو بیداری میں یا نیند کی حالت میں عورت دیکھے یا جماع اور احتلام کی صورت میں ۔ان صورتوں کے علاوہ منی کا خروج متحقق نہیں (سب فقہاء اس پر متفق ہیں)منی کا نکلنا مرد اور عورت دونوں سے اسلام اور دیگر مذاہب ومعاشروں میں عورت کے حقوق ومسائل میں شمار ہوتا ہے،اس پر دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اذا بلغ الا طفال منكم الحلم فليستاذنوا .

''اور جب تم میں سے بچے احتلام کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں چاہیئے کہ اجازت لیں''۔(النور آیت نمبر۵۹)

ی طرح ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

تین قسم کے افراد پر سے قلم اٹھالیا گیا ہے: بچے پر سے جب تک اسے احتلام نہ ہوجائے (بالغ نہ ہوجائے)۔ (ابوداؤد)

عورت کا بلوغ کی عمر کو پہنچنا:

عمر بھی عورت کے بلوغ کی علامات میں سے ہےعورت کے بلوغ کی عمر کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔بعض فقہاء نے پندرہ سال کی عمر متعین کی ہے۔بعض فقہاء کے نزدیک عورت کے بلوغ میں عمر کا اعتبار نہیں وہ مزکورہ حدیث تین قسم کے افراد پر سے قلم اٹھالیا گیا ہےالخ پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھتے ہیں۔

جن فقہاء نے بلوغ کی عمر پندرہ سال بتائی ہے ان میں امام ابواوزاعی

امام شافعی، امام ابو یوسف، اور امام محمد، رحمہم اللہ، ہیں۔

داؤد ظاہری کے قول کے مطابق بلوغ میں عمر کا اعتبار نہیں بلکہ احتلام کا اعتبار ہے اور اسکے علاوہ کسی اور چیز کا اعتبار کرنا حدیث کے خلاف ہے۔

امام مالکؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ امام مالک کے بعض اصحاب سے سترہ اور اٹھارہ سال بلوغ کی عمر، کے اقوال منقول ہیں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے عورت کی اہلیت اور بلوغ کے لیے سترہ سال کی حد مقرر فرمائی ہے

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ عورت کی اہلیت اور بلوغ کے لیے پندرہ سال کی عمر معتبر مانتے ہیں ان کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ:

مجھے نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا میری عمر اس وقت چودہ سال تھی تو آپ ﷺ نے مجھے جہاد میں جانے کی اجازت نہیں دی پھر جب میری عمر پندرہ سال تھی مجھے آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے مجھے اجازت عطا فرمادی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ:

یوم احد میں مجھے جہاد میں پیش کیا گیا میری عمر چودہ برس تھی آپ ﷺ نے مجھے نہیں دیکھا کہ میں بالغ ہو گیا۔ پھر مجھے غزوہ خندق میں آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا میری عمر اس وقت پندرہ سال تھی آپ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی۔

یہ اس لئے کہ عمر سے بلوغ کا پتہ چل جاتا ہے اور اس میں مرد اور عورت دونوں کا حکم مشترک ہے وہ دونوں انزال کے حکم کی طرح اس میں ایک جیسے ہیں۔

سخت بالوں کا اگنا:

عورت کے بلوغ اور سمجھداری کے اسباب میں سے تیسرا سبب اسکی شرمگاہ کے گرد سخت بالوں کا اگنا ہے۔

شریعت اسلامیہ نے ان سخت بالوں کا شرمگاہ کے گرد اگنا عورت کے بالغ ہونے کا سبب شمار کیا ہے کمزور اور چھوٹے بالوں کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ چھوٹی بچیوں کے بھی اگ آتے ہیں یہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا قول ہے۔ امام شافعیؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ مشرکین کے حق میں بلوغ ہے۔ مسلمانوں کے حق میں بلوغ ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ ان بالوں کا اعتبار نہیں کرتے کیونکہ ان بالوں کا اگنا بدن کے دوسرے بالوں کے مشابہ ہے۔ امام احمدؒ نے استدلال کیا ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ کو جب بنو قریضہ کے معاملے میں حاکم بنایا حکم دیا کہ ان میں سے جو لڑنے والے ہیں انہیں قتل کر دو اور بچوں کو قید کر لو اور حکم دیا کہ لڑکوں کے زیر ناف بال دیکھے جائے جس کے بال ہوں تو وہ بڑا ہے اسے قتل کر دو اور جس کے نہ اگے ہوں سے قید کر لو۔ عطیہ قرضی کہتے ہیں کہ مجھے اس دن آپ کے سامنے پیش کیا گیا لوگوں کو میرے بارے میں شک تھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے زیر ناف بال دیکھ لو کہ اگے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے بال نہ پائے تو مجھے بچوں میں شامل کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمرؓ نے اپنے عامل کو لکھا کہ جزیہ نہ لو مگر ان لوگوں سے جن کے بال اگ چکے ہوں۔ محمد بن یحیی ابن حبانؒ نے لکھا ہے کہ ایک انصاری لڑکے نے اپنے اشعار میں ایک عورت سے عشق کا ذکر کیا تو اسے حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو اسکے بال اگے ہوئے نہ پائے گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ اگے

ہوئے ہوتے تو تجھے حد لگاتا۔ کیونکہ یہ بال بلوغ کے بعد ہی نکلتے ہیں اور اس میں مرد عورت دونوں برابر ہیں لہذا یہ بلوغ کی نشانی ہے جیسے کہ احتلام۔

ان نکلنے والے بالوں کی دو قسمیں ہیں: متصل اور منفصل۔ منفصل یعنی جدا جدا بال بھی بلوغ کی علامت سمجھے جاتے ہیں لہذا متصل بھی علامت سمجھے جائیں گے اور جو اسباب مشرکین کے حق میں بلوغ کے سمجھے جائیں گے وہ مسلمانوں کے حق میں بھی ہونگے جیسے احتلام اور عمر یکساں طور پر علامت ہیں اور اس میں بھی عورت و مرد برابر ہیں۔

حیض:

شریعت نے حیض (ماہواری) بھی عورت کے بلوغ کی علامت مقرر کی ہے اور یہ صرف عورت کی خصوصیت ہے اسکے علامت بلوغ ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں اس پر ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

جسے ماہواری آنے لگی ہو) اسکی نماز بغیر چادر کے اللہ تعالی قبول نہیں فرماتا۔ (ترمذی)

حمل:

حمل سے بھی بلوغ کا پتہ چلتا ہے یہ بھی عورت کی خصوصیت ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالی نے یہ عادت جاری فرمائی ہے کہ بچہ مرد اور عورت دونوں کے پانی سے پیدا ہوتا ہے، ارشاد باری ہے:

فلینظر الانسان مم خلق ، خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب و الترآئب.

پس چاہیے کہ انسان دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے جو (مرد کی) پیٹھ اور (عورت کے) سینے کے درمیان

سے نکلتا ہے۔ (الطارق آیت نمبر ۵،۶،۷)

اسطرح کئی احادیث میں بھی اسے بیان کیا گیا ہے۔ لہذا جس وقت حمل کے اثار ظاہر ہوں گے اس وقت بلوغ کا حکم کر دیا جائے گا۔

پندرھواں باب

مسائل طہارت، حیض کے احکام

عورت کو عام طور پر ہر مہینہ میں رحم سے آنے والا خون حیض کہلاتا ہے

شریعت میں اس کے مخصوص احکام ہیں۔

مسئلہ: نو برس کی عمر سے چھوٹی لڑکی کو حیض نہیں آ سکتا اس لئے اگر کوئی لڑکی اس عمر سے پہلے خون دیکھے تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ یعنی بیماری کا خون ہے۔

مسئلہ: پچپن سال کی عمر کے بعد بھی عام طور پر عورت کو حیض نہیں آتا ہے ہاں! اگر اس عمر کے بعد خون آیا اور بالکل سرخ یا سیاہ رنگ ہے تو حیض شمار کیا جائے گا، اسی طرح پیلا یا ہرا یا مٹیالا رنگ ہے اور پہلے بھی اسی رنگ کا حیض آتا تھا تو اس کو بھی حیض کا خون شمار کریں گے اگر کوئی دوسرا رنگ ہو تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ: بدن اور کپڑے کو خون سے بچانے کے لئے بہتر یہی ہے کہ شرم گاہ پر روئی یا کوئی پھٹا پرانا کپڑا رکھ کر باندھ لیں اس کو عربی میں کرسف کہتے ہیں اور اگر بہت زیادہ خون آتا ہو تو لنگوٹ باندھ لے، تاکہ بدن اور دوسرے کپڑے خراب ہونے سے بچ سکیں۔

مسئلہ: جب کرسف رکھا ہو تو اس پر جو تر خون کا رنگ ہوگا وہی رنگ معتبر ہے مثلاً کرسف تر رہنے کے وقت سرخ اور خشک ہونے کے بعد سفید ہو جائے تو وہ حیض ہے اور اگر تر ہونے کے وقت سفید اور سوکھنے کے بعد پیلا ہو جائے تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ: اگر حالت حیض میں خون میں سفید کا اثر ہو تو غلبہ کا اعتبار کیا جائے گا اگر

خون کا رنگ غالب ہے تو حیض ہے اگر سفیدی غالب ہے تو استحاضہ ہے۔

مسئلہ: اگر یقین سے معلوم ہو جائے کہ جو خون شرمگاہ سے ظاہر ہوا ہے رحم یعنی بچہ دانی سے نہیں کسی خارجی زخم یا پچھلے حصے سے آیا ہے تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہی کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: جب خون سوراخ سے باہر کی کھال پر نکل آئے تب سے حیض کا شمار ہوگا چاہے کھال کے باہر نہ نکلے مثلاً اگر کوئی سوراخ میں روئی رکھ لے جس سے خون باہر نہ نکلنے پائے تو جب تک سوراخ کے اندر ہی اندر ہے اور باہر والی روئی پر خون کا اثر نہ آئے تب تک حیض کا حکم اس پر نہیں لگائیں گے ہاں جب خون کا اثر باہر والی کھال پر آجائے یا روئی کھینچ کر باہر نکال لے تو اس وقت حیض سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: پاک عورت نے رات کو کرسف رکھا تھا، جب صبح ہوئی تو خون کا اثر اس پر دیکھا تو جس وقت سے وہ اثر دیکھا ہے اسی وقت سے حیض کا حکم لگائیں گے، اور اگر حائضہ نے کرسف پر خون کا اثر نہ پایا تو کرسف رکھنے کے وقت سے پاک شمار ہوگی۔

چند غور طلب مسائل

اب چند مسائل بہت غور سے سنے جائیں:

مسئلہ: حیض کی کم سے کم مدت تین دن تین رات ـ ـ ـ ـ ہے، اگر اس سے ذرا بھی کم ہو تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ شمار ہوگا۔

مسئلہ: خون کا مسلسل آتا رہنا ضروری نہیں ہے اگر شروع میں تھوڑی دیر خون آیا پھر بند ہو گیا پھر دوسرے تیسرے دن آیا تو شریعت میں یہ سب مسلسل خون ہی شمار ہوگا۔

مسئلہ: حیض کی زائد سے زائد مدت دس دن دس رات ہے، اس سے زائد جو خون آئے وہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ: دو حیض کے درمیان پاک رہنے کی مدت شریعت میں کم سے کم پندرہ دن ہے اور زیادہ کی کوئی مدت نہیں، تو جتنے مہینے بھی خون نہ آئے پاک شمار ہو گی۔

مسئلہ: حیض اور نفاس اور پاکی میں شریعت نے عورت کی عادت کا اعتبار کیا ہے لہذا جس عورت کو پہلی مرتبہ حیض یا نفاس پیش آیا ہو اس کو شریعت کی اصطلاح میں مبتداۃ کہتے ہیں اور جس عورت کو قاعدہ شرعی کے مطابق حیض ونفاس آتا رہا اس کو معتادہ کہتے ہیں دونوں کے احکام میں کئی جگہ فرق پڑتا ہے جس کو ہم آگے بیان کریں گے۔

مسئلہ: ناپاکی اور پاکی کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی دوسری حکمی۔ حقیقی ناپاکی یہ کہ خون جاری رہے، اور حقیقی پاکی یہ کہ خون بند ہو جائے حکمی ناپاکی یہ کہ خون تو بند ہے مگر شریعت نے اس کو جاری خون کی حالت قرار دیا ہے اور حکمی پاکی یہ ہے کہ خون تو جاری ہے مگر شریعت نے اس کو استحاضہ کا خون قرار دے کر پاکی کی حالت قرار دی ہے۔

ان چند باتوں کو غور سے سمجھ کر آگے کے مسائل سمجھئے

مسئلہ: اگر کسی عورت کو پہلے پہلے حیض آیا اور تین دن یا اس سے زائد دس دن کامل یا اس سے کم آیا اور اس کے بعد پندرہ دن کامل یا اس سے زائد پاک رہی پھر دوبارہ تین دن مکمل یا زائد خون آیا تو دونوں طرف والا خون حیض ہے اور بیچ کی پاکی شرعی اور حقیقی پاکی ہے یہی معتادہ کا بھی حکم ہے۔

مسئلہ: اگر کسی مبتداہ عورت نے تین دن سے کم خون دیکھا پھر پندرہ دن یا اس سے زائد پاک رہی اور پھر تین دن سے کم خون دیکھا تو یہ دونوں طرف والا خون استحاضہ ہے اور وہ عورت پاک شمار ہو گی، اب تین دن۔ سے کم میں خون بند ہونے پر مستحب وقت کے آخر میں وضو کر کے نماز شروع کر دے اور جو نماز بھی خون جاری

ہونے کے زمانہ میں چھوڑی تھیں ان کی بھی قضا کرے، معتادہ کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: مبتداہ عورت جب خون دیکھے تو نماز بند کردے حب تین دن تک خون آتا رہے تو اب یقین ہو گیا کہ یہ حیض ہے اس کے بعد دس دن میں جب بھی بند ہو جائے یا سفیدی دیکھے تو غسل کر کے نماز شروع کر دے، یہ خون جتنے دن آیا تھا وہ اس کی عادت سمجھی جائے گی، مثلاً سات دن خون آیا تھا اور تیئیس دن پاک رہی تھی، تو اب شریعت اس عورت کی عادت سات دن حیض کی اور تیئیس دن پاکی شمار کرے گی، پھر اگر کسی وقت اس کے خلاف ہو مثلاً نو دن خون آیا اور اکیس دن پاک رہی تو اب یہ سمجھا جائے گا کہ اس عورت کی عادت بدل گئی اور نو دن حیض کے اور اکیس دن پاکی کے شمار ہوں گے، غرض ہر آئندہ آنے والی حالت کے لئے اس سے پہلی والی حالت عادت شمار ہو گی اور اس عادت پر بہت سے مسائل کا مدار ہے۔

اس لئے عورتوں کو اپنی عادت یاد رکھنے کے لئے (تاکہ بہت سی پریشانیوں سے بچ جائیں اور اپنے فرائض صحیح طریقہ پر ادا کرسکیں) آسان صورت یہ ہے کہ ایک کاپی پاس رکھیں اور اس میں پاکی ناپاکی کے ایام اور ابتداء انتہاء برابر لکھتی رہیں اس میں عادت کے بھولنے کا خطرہ بالکل نہیں رہے گا۔

مثال کے طور پر ایک صورت نقشہ کی شکل میں پیش کی جارہی ہے۔

حیض کے شروع ہونے کی تاریخ	5 محرم 1400ھ
حیض کے ختم ہونے کی تاریخ	12 محرم 1400ھ
حیض کے کل دن	7 دن
پاکی کے کل دن	23 دن

انشاء اللہ اس صورت میں بڑی آسانی رہے گی محنت کم اور راحت زیادہ ہوگی، پہلے خانہ میں حیض کے شروع ہونے کی تاریخ دوسرے خانہ میں

حیض بند ہونے کی تاریخ، تیسرے خانہ میں کل حیض کے دن اور چوتھے خانہ میں پاکی کے کل دن لکھیں اس طرح ہر مہینہ کی پوری کیفیت ایک ہی سطر میں آجائے گی۔

اگر کاپی نہ ہو تو عام طور پر گھروں میں ڈائری ہوتی ہے جس میں ایک خانہ خالی بھی ہوتا ہے اس میں لکھ دے، یہ بھی آسان صورت ہے، اسی طرح نفاس کے ایام اس طرح ایک خانہ بنا کر لکھتی رہے۔

بچہ پیدا ہونے کی تاریخ، نفاس ختم ہونے کی تاریخ

نفاس کے خون کے کل ایام، بچہ کا نام

مسئلہ: اگر کوئی عورت اپنی عادت کے دن بھول گئی اور اس کو استحاضہ شروع ہو جائے تو اس کے مسائل بہت ہی مشکل ہیں وقت پر کسی اچھے اور ماہر عالم سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں، ذیل میں کچھ مسائل اور لکھے جاتے ہیں۔

مسئلہ: اگر دس دن سے زیادہ ایسی عورت کو خون آئے تو دس دن پورے ہونے کے بعد غسل کر کے نماز شروع کر دے دس دن سے زائد جتنا بھی خون آئے گا وہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ: اگر کسی عورت نے تین دن یا اس سے زائد خون دیکھا پھر پندرہ دن یا اس سے زائد پاک رہ کر تین دن سے کم خون دیکھا تو پہلا حیض ہے اور بعد والے خون (جو تین دن سے کم ہے) کے بعد اگر پندرہ دن پاک رہی تو یہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ: مبتداۃ کو حیض آنا شروع ہوا اور کئی مہینہ تک برابر آتا رہا ہو تو ہر مہینہ میں جس دن سے حیض شروع ہوا دس دن تک حیض ہے اور بقیہ ۱۹ یا ۲۰ دن استحاضہ مثلاً ۵ تاریخ کو حیض شروع ہوا تو اب ہر مہینہ سے پندرہ تاریخ تک دس دن حیض ہے اور

پندرہ سے آئندہ مہینہ کی ۵ تاریخ تک استحاضہ۔

مسئلہ: تین دن سے کم خون آیا پھر پندرہ دن سے کم پاک رہی پھر ایک دن خون آیا تو اس پاکی کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ یوں سمجھا جائے گا کہ مسلسل خون آتا رہا مثلاً پہلی تاریخ کو خون آیا پھر ۱۴ دن بند رہا اور ۱۶ تاریخ کو ایک دن خون آیا تو یہ خون مسلسل ۱۶ دن تک آتا رہا اب اگر یہ عورت مبتداۃ ہے تو پہلی سے دس تک حیض کے اور بقیہ چھ دن استحاضہ کے شمار ہوں گے۔

اس صورت میں اگر اس عورت نے پہلے دن خون آکر بند ہو جانے پر یہ سمجھا کہ حیض کا خون نہیں اور وضو کر کے نماز شروع کر دی (حالانکہ وہ حیض کا زمانہ تھا) اور دس دن گزرنے کے بعد بھی یہ وضو سے ہی نماز پڑھتی رہی (غسل نہ کیا) تو دس دن کے بعد والی نمازوں کو لوٹانا پڑے گا اس لئے کہ نمازیں بغیر غسل کئے ہوئے پڑھی ہیں۔

لہٰذا ایسی عورت کو چاہئے کہ دس دن پورے ہونے کے بعد غسل کر لے (چاہے خون بند نہ ہو) تاکہ پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ نہ کرنا پڑے، اسی طرح جو دس دن حیض کے شمار کئے ہیں ان میں اگر روزے رکھے ہوں تو ان کی قضا کرنی پڑے گی۔

مسئلہ: معتادہ عورت جس کو پہلے عادت کے مطابق متعین وقت پر حیض آتا رہا ہو، پندرہ دن یا اس سے زائد پاکی کے بعد خون آیا اور وہ خون تین دن یا اس سے زائد ہے تو یہ حیض ہے خواہ اس سے پہلی مرتبہ جتنے دن آیا تھا اس کے برابر ہو یا کم، اور اگر پہلی مرتبہ سے زائد ہے اور دس دن پر یا اس سے کم میں بند ہو گیا تو یہ سب حیض ہے، اور اگر دس دن سے ذرا بھی زیادہ ہو گیا تو عادت کے مطابق حیض ہے اور اس سے زائد سب استحاضہ ہے۔

مسئلہ: حیض کے دن اپنی حالت پر باقی رہیں اور پاکی کے دنوں میں کمی زیادتی ہو جائے تو اس سے حیض کی عادت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

مثلاً خون کی عادت سات دن کی تھی اور پاکی کی بائیس دن کی تھی کسی موقع پر خون تو سات دن آیا مگر بیچ میں پاکی بیس دن کی رہی یا پچیس دن ہو گئی تو اس سے حیض کی عادت میں فرق نہیں پڑے گا۔

مسئلہ۔ عورت مستحاضہ تھی اور اب اس نے مکمل پندرہ یا اس سے زائد دن پاکی دیکھی کہ اتنے ایام بالکل خون نہیں آیا تو یہ شریعت میں حقیقتاً پاکی ہے، اب وہ مستحاضہ نہیں رہی طاہر شمارہ ہو گی آئندہ جب خون آوے تو وہ مستقلاً شمار ہو گا پہلے کے ساتھ اس کا کوئی جوڑ نہیں۔

مسئلہ: جس کی عادت ایک حالت پر نہ رہے بلکہ بدلتی رہے اس کو چاہیئے کہ حیض کے آخر ایام میں ہر نماز کے وقت کرسف دیکھتی رہے اور اگر خون والا ہو تو بدلتی رہے تاکہ اگلے وقت میں خون کا آنا نہ آنا معلوم ہوتا رہے اور نمازوں میں گڑبڑ نہ ہو۔

مسئلہ: نیز جب حیض کے آنے میں بے ترتیبی ہو یا استحاضہ کی صورت ہو تو نمازوں کے اوقات کی ابتداء وانتہا اور اوقات مستحبہ ومکروہ کا جاننا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ بہت سے مسائل میں اس کی ضرورت پیش آئے گی اس لئے اچھی طرح سمجھ لو کہ فجر کی نماز کا وقت صبح صادق پر شروع ہوتا ہے اور آفتاب کے طلوع ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے اس میں کوئی وقت مکروہ نہیں اور ظہر کی نماز کا وقت آفتاب کے ڈھلنے پر شروع ہوتا ہے اور ہر چیز کا سایہ (اصلی سایہ کے علاوہ) دوگنا ہونے پر ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اگر دوپہر کے وقت کوئی چیز سیدھی کھڑی کی جائے اس وقت اس کا سایہ اصلی معلوم ہوتا ہے، پھر جب سایہ بڑھنے لگتا ہے یہی اس کا ڈھلنا ہے، عصر کا وقت ظہر کا وقت ختم ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے جو سورج کے غروب

ہونے تک رہتا ہے البتہ دھوپ میں زردی آجائے اور سورج پیلا پڑ جائے تو عصر کا وقت مکروہ شروع ہوجاتا ہے۔

آفتاب کے غروب ہونے پر مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور مغرب کے کناروں پر سرخی ختم ہونے کے بعد سفیدی کے ختم ہونے تک مغرب کا وقت رہتا ہے جتنا وقت صبح کا رہتا ہے (یعنی ایک گھنٹہ بیس منٹ سے ڈیڑھ گھنٹہ تک) اتنا ہی وقت مغرب کا ہے البتہ غروب کے بعد جب ستارے خوب ظاہر ہوجائیں تو مکروہ وقت شروع ہوجاتا ہے۔

مغرب کا وقت ختم ہونے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور صبح صادق تک باقی رہتا ہے البتہ آدھی رات کے بعد عشاء کا مکروہ وقت شروع ہوجاتا ہے۔

یہ ہے اوقات کی تفصیل! مزید یاددہانی کے لئے اسلامی جنتری گھر میں رکھ لی جائے تو بہتر ہے اس میں نمازوں کے اوقات بھی ہوتے ہیں۔

نوٹ : عورتوں کو عادت یاد رکھنے کے لئے نقشہ کی جو شکل بتلائی گئی ہے اس پر عمل کیا جائے تو انشاء اللہ بہت مفید رہے گی کیونکہ ایام درر کھنے کے باوجود معمولی غفلت کی بناء پر بڑی پریشانی میں مبتلاء ہونے کا اندیشہ ہے اگر عورت کو عادت یاد نہیں رہی اور ستحاضہ پیش آگیا تو بعض صورتوں میں ہر نماز کے لئے غسل کرنا ضروری ہوجائے گا کئی کئی دنوں کی پڑھی ہوئی نمازوں کو پھر پڑھنا پڑے گا، رمضان کے روزے رکھ کر بھی قضا کرنے پڑیں گے، صحبت بھی جائز نہیں ہوگی، اس لئے عورتیں اپنی عادت کو یاد رکھنے کا پورا اہتمام کریں۔

حیض اور نماز کے مسائل

مسئلہ: حیض کے زمانہ میں نماز عورت پر فرض ہی نہیں ہوتی ہے اس طرح پاک

ہونے کے بعد اس کی قضاء بھی نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت نماز پڑھ رہی تھی اور اسی حالت میں حیض آ گیا تو وہ نماز ٹوٹ گئی، اب اسے پورا نہ کرے، اگر وہ فرض نماز تھی تو معاف ہوگئی اور سنت یا نفل تھی تو پاک ہونے پر قضا کرے۔

مسئلہ: جس نماز کے وقت حیض شروع ہوا اور ابھی اس وقت کی نماز نہیں پڑھی تو وہ نماز معاف ہوگئی۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت اپنی عادت کے مطابق ایسے وقت پاک ہوئی کہ اس نماز کا وقت اتنا تھوڑا باقی ہے کہ اس میں غسل کر کے تکبیر تحریمہ (یعنی اللہ اکبر) کہہ سکتی ہے تو عورت پر اس وقت کی نماز فرض ہوگئی عورت کو چاہئے کہ غسل کر کے نماز شروع کر دے البتہ فجر کی نماز سورج طلوع ہونے کے بعد قضا کرے۔

اور اگر کوئی عورت پورے دس دن پر ایسے وقت پاک ہوئی کہ صرف اللہ اکبر کہہ سکتی ہے تب بھی اس عورت پر نماز فرض ہوگئی غسل کر کے اگلے وقت میں اس کی قضا کرے پھر وقتی نماز پڑھے۔

مسئلہ: اگر کسی عورت نے حیض کی حالت میں سجدۂ تلاوت کی آیت سنی تو سجدہ اس کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: کسی عورت کو حیض اس کی عادت کے مطابق آتا رہا لیکن کبھی اس کی عادت سے آگے بڑھ تو اب عورت کو انتظار کرنا چاہئے اگر دس دن کے اندر اندر بند ہو جائے تو مستحب وقت ختم ہونے سے پہلے غسل کر کے نماز شروع کر دے اور یہ سب حیض ہے اور اگر یہ خون دس دن اور دس رات سے بھی آگے بڑھ گیا تو اس کی عادت سے اوپر کا خون استحاضہ ہے اب دس دن پورا ہوتے ہی غسل کر کے نماز شروع کر دے اور عادت کے بعد والی نمازوں کی قضا بھی کرے۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کو عادت سے کم حیض آیا مثلاً عادت سات دن کی تھی اور پانچ دن پر بند ہو گیا تو اس نماز کے مستحب وقت کے ختم ہونے سے پہلے غسل کر کے نماز شروع کر دے اور اگر پھر حیض شروع ہو گیا تو اگر برابر دس دن پر بند ہو گیا تو یہ سب حیض ہے اور نماز معاف ہے اور اگر دس دن کے بعد بھی آتا رہا تو عادت (یعنی سات دن) تک حیض شمار ہو گا اس کے علاوہ سب استحاضہ ہے اس لئے ان نمازوں کی قضا کرنی ہوگی۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کو ایک دو دن خون آ کر بند ہو گیا تو اس کو غسل کرنا ضروری نہیں ہے، وضو کر کے نماز شروع کر دے، نماز چھوڑنا جائز نہیں، پھر دوبارہ اگر پندرہ دن کے اندر اندر شروع ہو گیا تو نماز بند کر دے۔ اب اگر وہ مبتداہ ہے تو دس دن حیض اور بقیہ دن استحاضہ کے، اور اگر معتادہ ہے تو عادت کے حساب سے حیض کے شمار کرے اور اس کے بعد والی نمازوں کو قضا کرے اور ان ایام کے بعد غسل بھی ضروری ہوگا اور جو نمازیں بلا غسل پڑھی ہوں ان کا اعادہ کرے۔

مسئلہ: حالت حیض میں عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ وقت نماز پڑھنے کی مقدار سبحا نک استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم پڑھے تو اس کے نامہ اعمال میں ہزار رکعات لکھی جاتی ہیں اور ستر ہزار گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور درجات بڑھتے ہیں اور استغفار کے ہر لفظ پر ایک نور ملتا ہے اور جسم کی ہر رگ کے عوض حج وعمرہ لکھے جاتے ہیں۔

مسئلہ: جس عورت کو پہلی مرتبہ خون آیا ہو اور دس دن سے پہلے بند ہو جائے اسی طرح معتادہ جس کو اس کی عادت کے مطابق پہلے خون آ چکا ہو اور اب اس عادت سے پہلے بند ہو جائے یہ دونوں خون بند ہوتے ہی غسل نہ کریں بلکہ فرض نماز کے مستحب وقت کے ختم ہونے تک انتظار کریں اگر خون نہ آئے تو آخر وقت مستحب میں غسل کر کے نماز پڑھیں۔

حیض اور روزہ کے مسائل

مسئلہ: حیض کی حالت میں روزے فرض رہتے ہیں لیکن اس حالت میں اس کو رکھ نہیں سکتی بلکہ پاک ہونے کے بعد ان کی قضا کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ: پاک عورت نے روزہ رکھا تھا لیکن اس دن حیض آ گیا (چاہے دن کا ذرا سا حصہ باقی ہو) تو روزہ ٹوٹ گیا بعد میں اس کی قضا کرے چاہے روزہ فرض ہو یا نفل۔

مسئلہ: جس دن عورت حیض سے پاک ہوئی اس دن عورت پاک ہونے کے بعد کھانے پینے سے پرہیز کرے تاکہ روزہ داروں سے مشابہت ہو جائے اور بعد میں اس کی قضا کرے۔

مسئلہ: ماہ مبارک میں صبح صادق کے بعد عورت کو حیض بند ہوا اور اس وقت میں کوئی چیز نہیں کھائی اور پی ہے تب بھی نیت کرنے کی صورت میں اس دن کا روزہ رکھنا صحیح نہیں ہوا آئندہ اس کی قضا رکھنی ہوگی اس لئے کہ دن کا ابتدائی حصہ ناپاکی میں گزرا ہے۔

مسئلہ: ایک عورت صبح صادق سے پہلے ایسے وقت پاک ہوئی کہ تکبیر تحریمہ بھی نہیں کر سکتی ہے اور یہ خون پورے دن پر بند ہوا تو آج کا روزہ رکھنا اس پر فرض ہو گیا، نیت کر کے روزہ رکھ لے اور اگر دس دن سے کم میں خون بند ہوا ہے اور صبح صادق میں اتنی دیر باقی ہے کہ جلدی جلدی غسل کر سکتی ہے تو یہ روزہ رکھنا اس پر فرض ہو گیا نیت کر کے روزہ شروع کر سکتی ہے اگر غسل کرنے کا وقت بھی نہیں تو اس دن روزہ نہیں رکھ سکتی ہے بلکہ اس کی قضا کرے۔

تنبیہ:

یہ یادر رہے کہ غسل اس وقت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اتنا وقت ہونا چاہئے کہ جس میں غسل کر سکے پھر غسل بعد میں بھی کرے تو کوئی حرج نہیں۔

حیض اور حج وعمرہ کے مسائل

مسئلہ: عورت حیض کی حالت میں حج کے تمام کام ادا کرسکتی ہے البتہ بیت اللہ کا طواف حیض کی حالت میں کرنا جائز نہیں کیونکہ طواف کے لئے پاکی شرط ہے۔ نیز طواف مسجد میں ہوتا ہے اور حائضہ کو مسجد میں جانا جائز نہیں اس طرح صفا ومردہ کی سعی بھی نہیں کرسکتی ہے۔

مسئلہ: حج کو جاتے ہوئے راستہ میں حیض آگیا تو اسی حالت میں احرام باندھ لے اور موقع ہو تو احرام کے لئے غسل بھی کرلے، اس غسل سے عورت پاک شمار نہیں ہوگی، ایسی صورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پیش آئی تھی۔

مسئلہ: اب اگر اسی حالت میں مکہ شریف پہونچ گئی تو طواف قدوم (جس کا ہر حاجی کے لئے کرنا سنت ہے) نہ کرے ہاں اگر پاک ہوجائے اور وقت باقی ہو تو یہ طواف (قدوم) کرلے اور وقت نہ ہو اور حج کے افعال شروع ہو گئے ہوں تو یہ طواف معاف ہوگیا۔

مسئلہ: اسی طرح مکہ شریف سے رخصت ہونے سے پہلے حیض شروع ہوگیا تو اب طواف وداع (یعنی وہ طواف واجب جو حاجی رخصت ہوتے ہوئے کرتا ہے، معاف ہوگیا بغیر طواف کئے ہی واپس چلی آئے، ایسی صورت حضرت صفیہ کو پیش آئی تھی۔

مسئلہ: البتہ طواف زیارت (فرض طواف) معاف نہیں، اگر حیض آجائے تو مکہ میں ٹھہر جائے جب پاک ہوجائے طواف کرے ورنہ حج نہیں ہوگا اور احرام سے بھی نہیں نکلے گی۔

مسئلہ: اگر عورت کو طواف کرتے کرتے حیض آگیا (چاہے طواف فرض ہو یا واجب یا نفل) تو اسی وقت مسجد سے باہر آجانا ضروری ہے، اس کو پورا کرنا یا مسجد میں ٹھہرے رہنا گناہ ہے۔

مسئلہ: اگر طواف کے چار یا اس سے زیادہ شوط (یعنی چکر) ہوگئے تو وہ طواف ادا ہوگیا اور جتنے چکر باقی رہ گئے اس کا صدقہ دیدے، اور اگر چار چکر سے کم ہوئے ہوں تو وہ طواف ادا نہیں ہوا پاک ہونے کے بعد قضاء کرے گی۔

نوٹ : صدقہ یہ ہے کہ ہر شوط کے بدلہ میں آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جو دے۔

مسئلہ: اگر پورا یا اکثر طواف پاکی کی حالت میں کرلیا اس کے بعد حیض شروع ہوگیا اور ابھی صفا و مروہ کی سعی باقی ہے تو اس کو حیض کی حالت میں کرسکتی ہے سعی کے لئے طہارت شرط نہیں ہاں اس طواف کے بعد تحیۃ الطواف (دو رکعت نہ پڑھے)

مسئلہ: عمرہ کا احرام بھی حیض کی حالت میں صحیح ہے البتہ طواف اس حالت میں نہیں کرسکتی ہے، اگر پورا طواف یا اکثر حصہ کرنے کے بعد حیض شروع ہوا تو سعی کرسکتی ہے۔ اور تحیۃ الطواف معاف ہوجائے گا۔

مسئلہ: اگر عمرہ کا احرام باندھا تھا و حیض شروع ہوگیا عمرہ کرنے کا موقع نہیں ملا اور حج کے افعال (منیٰ عرفات وغیرہ میں جانا) شروع ہوگئے تو اب یہ عورت عمرہ کا احرام ختم کرکے حج کا احرام باندھ لے اور حج کے افعال شروع کردے بعد میں عمرہ کی قضا کرے اس عورت کو عمرہ کا احرام کھولنے پر دم دینا ضروری ہے، حضرت عائشہؓ کو

یہی صورت پیش آئی تھی۔

نوٹ : عمرہ کا احرام کھولنے کی شکل یہی ہے کہ احرام ختم کرنے کی نیت سے بال کھول کر کنگھی کرے۔

نوٹ : دم میں ایک بکری یا بڑے جانور کا ساتواں حصہ دینا ضروری ہے۔

مسئلہ: جس طواف اور سعی کا اکثر حصہ کر چکی تھی قاعدہ کے اعتبار سے وہ معتبر ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ پاک ہونے کے بعد دوبارہ کرے اس صورت میں چھوٹے ہوئے چکروں کا صدقہ دینا بھی ضروری نہیں ہے۔

حیض اور قرآن کریم کر مسائل

مسئلہ: حیض کی حالت میں قرآن شریف پڑھنا جائز نہیں، ہاں ایک آیت سے کم یا آیت کا ٹکڑا زبان سے ادا کرنے کی بعض علماء کے نزدیک اجازت ہے۔

مسئلہ: جو عورت بچیوں کو پڑھاتی ہے وہ قرآن کے حروف کو ہجے کرا سکتی ہے رواں پڑھانا ہو تو پوری آیت نہ پڑھائے بلکہ سانس توڑ کر آدھی آدھی آیت پڑھائے۔

مسئلہ: کھانے پینے وغیرہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور فارغ ہو کر الحمد للہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہاں تلاوت مقصود نہیں برکت وشکر ادا کرنا مقصود ہے۔

مسئلہ: حیض کی حالت میں قرآن کریم کو ہاتھ لگانا اور چھونا جائز نہیں اسی طرح قرآن کریم کی آیت کہیں بھی لکھی ہو ہاتھ لگانا جائز نہیں، اگر کسی کتاب میں کوئی آیت ہو جس میں دوسری باتیں آیت سے زائد ہوں تو اس کو ہاتھ لگا سکتی ہے البتہ

آیت پر ہاتھ نہ رکھے۔

مسئلہ: اگر کسی برتن یا تشتری (رکابی) یا کسی کاغذ پر صرف آیت لکھی ہو تو اس کو بھی ہاتھ لگانا جائز نہیں، ہاں کسی الگ کپڑے سے پکڑ سکتی ہے۔

مسئلہ: غلاف یعنی جزدان جو قرآن کریم سے الگ ہو، ساتھ میں سلا ہوا نہ ہو اس کے ساتھ قرآن کو پکڑنا جائز ہے۔ اسی طرح جو کپڑا بدن سے الگ ہو اس کے ساتھ بھی پکڑ سکتی ہے۔

مسئلہ: جو جزدان قرآن کے ساتھ سلا ہوا ہے اسی طرح جو کپڑا بدن پر ہو جیسے اوڑھی ہوئی اوڑھنی (دوپٹہ) یا کرتے کی آستین وغیرہ اس سے قرآن کریم کو پکڑنا یا چھونا جائز نہیں۔

مسئلہ: بے وضو قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کے بھی یہی مسائل ہیں البتہ بغیر وضو قرآن کریم پڑھنا جائز ہے۔

حیض اور وظائف کے احکام

مسئلہ: حیض کی حالت میں خدا تعالیٰ کا ذکر، درود شریف، استغفار وغیرہ جائز ہے، تمام وظائف کو برابر جاری رکھے البتہ قرآن کریم نہ پڑھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ: مختلف مواقع کی دعائیں اور تسبیحات پڑھتی رہے، اسی طرح قرآن کی آیتوں کو دعا کے طور پر پڑھنا جائز ہے۔

جیسے **ربنا اٰتنا فی الد نیا حسنته وفی الا خر ة حسنة وقنا عذاب النا ر** وغیرہ وغیرہ۔

مسئلہ: جس کاغذ پر یہ دعائیں لکھی ہوئی ہوں ان کو ہاتھ لگا سکتی ہے مگر دعائیہ

آیات اور کلمات پر ہاتھ نہ رکھے۔

مسئلہ: دینی کتابیں پڑھانا یا پڑھنا اور ان کو ہاتھ لگانا سب جائز ہے لیکن بلا ضرورت ہاتھ لگانا اچھا نہیں ہے۔

مسئلہ: چونکہ شیاطین کو ناپاکی سے زیادہ تعلق ہے اس لئے ایسی عورت کو چاہئے کہ اس حالت میں صاف ستھری رہ کر اور وظائف واذکار وتسبیحات درود واستغفار پڑھتی رہے تاکہ شیاطین سے مکمل حفاظت رہے نفاس کے ایام کا بھی یہی حکم ہے البتہ اس میں اپنی صحت کا خیال کر کے وظائف وغیرہ پڑھے، اگر صحت وہمت نہ ہوتو ہمت آنے تک بندر کھے۔

حیض اور مسجد کے احکام

مسئلہ: عورت کو حیض کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں اگر مسجد میں ہو اور حیض آ گیا تو باہر چلی آئے۔

مسئلہ: حالت حیض میں مسجد میں سے کوئی چیز ہاتھ بڑھا کر لینا یا دینا جائز ہے۔

مسئلہ: حالت حیض میں درود وسلام پڑھنا جائز ہے لیکن درود وسلام کے لئے مسجد نبوی میں ہرگز نہ جائے، البتہ باب جبرئیل کی جانب ایک حصہ جو مسجد نبوی سے خارج ہے، جہاں صلوۃ جنازہ وغیرہ ہوتی ہے وہاں جا کر صلاۃ وسلام پڑھ سکتی ہے۔

مسئلہ: عیدگاہ وغیرہ (جہاں پانچ وقت کی نمازیں نہ ہوتی ہوں وہ) مسجد کے حکم میں نہیں، اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے وہاں جا سکتی ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی سخت مجبوری ہو مثلاً گھر میں چور گھس گئے یا خدانخواستہ گھر میں آگ لگ گئی یا پانی بھر گیا اور مسجد کے علاوہ کوئی پناہ کی جگہ نہیں تو تیمم کر کے مسجد میں

داخل ہوسکتی ہے۔

مسئلہ: مسجد کی چھت اور اس کا تہہ خانہ بھی مسجد کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: مسجد سے متعلق ایسا مکان جو مسجد سے خارج ہو اس میں ناپاکی کی حالت میں رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حیض اور خاوند کے مسائل

مسئلہ: حالت حیض میں شوہر کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سب جائز ہے البتہ صحبت کرنا حرام ہے۔

مسئلہ: ساتھ لیٹنا، پیار و محبت کرنا اور اگر صحبت واقع ہونے کا خطرہ نہ ہو تو ناف سے گھٹنے تک کا بدن کپڑے سے ڈھک کر عورت کا بقیہ بدن اپنے کھلے بدن سے لگانا بھی جائز ہے جس کو عربی میں مباشرت کہتے ہیں، اور اگر صحبت واقع ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس سے بھی بچنا ضروری ہے اس لئے کہ اس حالت میں صحبت کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

مسئلہ: اگر خدانخواستہ کسی سے ایسی حالت میں صحبت ہوگئی تو توبہ اور استغفار ضروری ہے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے ساتھ کچھ صدقہ بھی دیدے۔

مسئلہ: اگر عادت کے اعتبار سے حیض کے ایام ہوں اور مرد صحبت کرنا چاہتا ہے لیکن عورت کہے کہ مجھے حیض شروع ہوگیا تو مرد کو اس کی بات ماننا ضروری ہے چاہے عورت دین دار نہ ہو۔

مسئلہ: اگر حیض پورے دس دن آکر بند ہوا ہے تو غسل کرنے سے پہلے صحبت کرنا جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ غسل کے بعد صحبت کرے۔

مسئلہ: اگر دس دن سے کم میں خون بند ہوا ہے تو جب تک غسل نہ کرلے یا ایک

نماز کا وقت نہ گزر جائے صحبت کرنا جائز نہیں اگر ایک نماز کا وقت گزر گیا تو اب بلا غسل بھی اس سے صحبت کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: عورت کو عادت کے خلاف پہلے خون بند ہو گیا مثلاً عادت سات دن خون آنے کی تھی اور اب پانچ دن آکر بند ہو گیا تو نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب غسل کر کے نماز شروع کر دے مگر شوہر عادت یعنی ساتویں دن کے پورے ہونے تک صحبت نہ کرے۔

اسی طرح اگر عادت کے اعتبار سے حیض کے دن ہیں مگر ایک یا دو دن خون آکر بند ہو گیا تو شوہر کے لئے صحبت کرنا جائز نہیں اس لئے کہ غالب یہ ہے کہ خون پھر شروع ہو جائے گا ہاں وضو کر کے نماز شروع کر دے۔

حیض اور سقط کے مسائل

مسئلہ: اگر حمل گر جائے یا کسی شرعی عذر کی بنأ پر گرایا جائے اور انسانی اعضاء کا ظہور نہ ہوا بلکہ صرف جمے ہوئے خون یا گوشت کی بوٹی وغیرہ ہو تو اس کو شرعاً بچے کا پیدا ہونا قرار نہیں دیا جائے گا، اور اس کے بعد کو جو خون آئے گا وہ نفاس شمار نہیں کیا جائے گا۔

اب اگر حمل گرنے سے پہلے عورت پندرہ دن یا اس سے زائد پاک رہی اور یہ خون پورے تین دن یا اس سے زائد آیا تو وہ حیض شمار کیا جائے گا اور اس پر حیض کے تمام احکام جاری ہوں گے اور اگر تین دن سے کم آکر بند ہو گیا اور پھر نہیں آیا تو یہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ: اگر بچے کی شکل وصورت کسی درجہ میں بن گئی تھی یا آدھا ایک عضو بن گیا تو اس کے بعد جو خون آئے گے وہ نفاس کا شمار کیا جائے گا اور اس پر تمام احکام نفاس کے

جاری ہوں گے، خون کے بند ہونے پر غسل فرض ہوگا، اس صورت میں یہ مسئلہ نفاس کا ہوگیا۔

غسل حیض کا طریقہ

مسئلہ: حیض کے غسل میں بدن اور سر کو خوب اچھی طرح رگڑ کو دھویا جائے خصوصا شرم گاہ کو کپڑے وغیرہ سے دھویا جائے تا کہ سوکھے ہوئے خون کا اثر بھی باقی نہ رہے، ایک انصاریہ خاتون نے حضور اکرم ﷺ سے اس غسل کے متعلق پوچھا تھا تو آپ نے نہایت اچھی طرح غسل کرنے کو فرمایا تھا، ایک روایت میں ہے کہ اس غسل کے بعد خون کی جگہ تھوڑی سی خوشبو بھی استعمال کرے تا کہ بد بو ختم ہو جائے۔

مسئلہ: غسل میں بدن کا ذرا سا حصہ بھی خشک نہ رہے ورنہ غسل صحیح نہیں ہوگا۔

مسئلہ: سر کے بال اگر بندھے ہوئے ہوں تو غسل میں ان کو کھولنا ضروری نہیں بلکہ بالوں کی جڑیں اچھی طرح بھیگ جائیں اور دھل جائیں تو کافی ہے ویسے اگر کھول کر دھولیا جائے تو اچھا ہے۔

مسئلہ: سر میں بالوں کی جڑیں دھونے کے بعد اگر اوپر کے بالوں میں پانی ڈال کر نچوڑے تو اچھا ہے۔

مسئلہ: غسل کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ دھو کر بدن پر جہاں ناپاکی ہو اس کو پاک کرے پھر سنت طریقہ سے وضو کرے، پھر سارا بدن دھوئے۔

مسئلہ: فرض غسل میں کلی کرنا اور ناک کا نرم حصہ دھونا بھی فرض ہے۔

مسئلہ: فرض غسل سے پہلے اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ چھوٹے اور بڑے استنجا سے فارغ ہو جائے اور ان جگہوں کو اچھی طرح دھولے ورنہ بعض مرتبہ کھڑے غسل

کرنے کی صورت میں مرد یا عورت کی ایسی جگہیں خشک رہ جاتی ہیں اور غسل صحیح نہیں ہوتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ لوگ عموماً اس بات سے ناواقف ہوتے ہیں اس لئے اس کا خیال رکھا جائے۔

نفاس کے مسائل

مسئلہ: بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں۔

مسئلہ: نفاس کی زائد سے زائد مدت چالیس دن ہے اگر اس سے زائد خون آئے تو وہ نفاس نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ: نفاس کی کم سے کم مدت کوئی مدت نہیں ہے ایک دن یا تھوڑی دیر بھی آسکتا ہے بلکہ اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد ایک قطرہ خون نہ آئے یہ بھی ممکن ہے۔

مسئلہ: بچہ پیدا ہونے کے بعد ہر حال میں نہانا واجب ہے، اگر خون آئے تو خون بند ہونے کے بعد اور اگر خون نہ آئے تو نماز کا وقت ہونے پر۔

مسئلہ: اگر ایسے وقت میں نہانے میں بیماری کا قوی اندیشہ ہو یا ہمت ہی نہ ہو تو غسل کی نیت سے تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر ہمت آنے پر یا بیماری کا خطرہ نہ ہونے پر غسل کر لے۔

مسئلہ: اگر آدھا یا اس سے زیادہ بچہ پیدا ہو گیا تو وہ خون بھی نفاس کا شمار کیا جائے گا اور اس وقت کی نماز معاف ہو جائے گی، البتہ اگر آدھے بچہ سے کم پیدا ہوا تو اس وقت کا خون استحاضہ ہے اور نماز فرض رہے گی۔

مسئلہ: جس عورت کو پہلے ایک مرتبہ نفاس آچکا ہے (جس سے وہ معتادہ بن گئی) اب دوسری مرتبہ عادت کے خلاف خون آیا مثلاً پہلی مرتبہ ۲۵ دن خون آیا تھا اور

دوسری مرتبہ ۳۵ دن آیا تو یہ سب نفاس ہی شمار ہوگا، البتہ اگر یہ خون چالیس دن سے بھی آگے بڑھ گیا (مثلاً اکتالیس دن آیا) تو عادت کے اوپر کے تمام دن استحاضہ کے شمار ہوں گے۔ اس عورت کو چالیس دن پورے ہوتے ہی غسل کر کے نماز شروع کر دینی چاہئے اور عادت (یعنی پچیس دن) کے اوپر کی نمازوں کی قضا بھی کرنی پڑے گی۔

نوٹ: اس استحاضہ کا خون بند ہونے پر غسل کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ: اگر بچہ کاٹ کر نکالا جائے تب بھی آدھا نکالنے سے پہلے والا خون استحاضہ اور آدھا بچہ نکالنے کے بعد جو خون آئے وہ نفاس ہے۔

مسئلہ: چالیس دن میں اگر بیچ میں پاک ہو کر پھر خون دیکھے تو یہ سب نفاس ہے مثلاً بیس دن خون آیا پھر دس دن بند ہو گیا پھر دس دن خون آیا تو یہ سب نفاس شمار ہوگا البتہ بیس دن پر جب خون بند ہوا تو غسل کر کے نماز شروع کر دے اس کے بعد جب خون شروع ہو جائے تو نماز بند کر دے، پھر جب خون آنا بند ہو جائے تو دوبارہ غسل کر کے نماز شروع کر دے۔

مسئلہ: اگر آپریشن کر کے بچہ نکالا جائے تو اگر خون شرمگاہ سے آتے تب تو نفاس ہی سمجھا جائے گا ورنہ نہیں۔

مسئلہ: جس عورت کو پہلی مرتبہ نفاس آیا اور چالیس دن سے اوپر بھی آتا رہا ہو تو چالیس دن تک نفاس شمار ہوگا پھر استحاضہ لہذا چالیس دن پر غسل کر کے نماز شروع کر دے۔

مسئلہ: نفاس کا خون بند ہونے اور اس کے بعد حیض شروع ہونے کے درمیان بھی کم از کم پندرہ دن پاکی شرعاً ضروری ہے اگر پندرہ دن سے پہلے حیض آ گیا تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

نوٹ: یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ آج کل بعض مقامات پر لوگ دواؤں اور

انجکشنوں کے ذریعہ نفاس وحیض کے خون کو سکھا کر بند کرا دیتے ہیں جہاں تک اندازہ ہے یہ صحت کے لئے مضر ہے فطری شئی کو روکنا نقصان دہ ہی ہوتا ہے۔

نفاس اور نماز کے مسائل

مسئلہ: نفاس کی مدت میں بھی نمازیں معاف ہو جاتی ہیں نہ ادا ہے نہ قضاء۔

مسئلہ: جس نماز کے وقت نفاس شروع ہوا اس وقت کی نماز بھی معاف ہے اور جس نماز کے وقت نفاس چالیس دن پر بند ہوا ہے تو اگر اللہ اکبر کہہ سکے اتنا وقت ہے تو وہ نماز فرض ہوگئی (بعد میں قضا کرلے) اور اگر چالیس دن سے کم میں بند ہوا اور اتنا وقت باقی ہے کہ غسل کر کے تکبیر تحریمہ کہہ سکتی ہے تو اس وقت کی نماز فرض ہو گئی ورنہ نہیں۔

مسئلہ: تھوڑا سا وقت باقی تھا اور پڑھتے پڑھتے اس نماز کا وقت نکل گیا اور دوسری نماز کا وقت آگیا تب بھی کوئی حرج نہیں نماز ہو جائے گی البتہ فجر کی نماز پڑھتے پڑھتے آفتاب طلوع ہو جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اس لئے فجر میں اگر اتنا وقت ہے کہ پوری نماز پڑھ سکتی ہے تو پڑھے ورنہ بعد میں قضا کرے۔

مسئلہ: اگر نماز کا تھورا وقت باقی ہے تو سنت چھوڑ دے فرض پڑھ لے۔

مسئلہ: قضا صرف فرض اور واجب (جیسے وتر) کی ہے، سنت کی قضا نہیں، البتہ فجر کی نماز کسی کی قضا ہو جائے اور زوال سے پہلے اس کی قضا کرے تو سنت فجر بھی پڑھ لے۔

نفاس اور روزہ کے مسائل

مسئلہ: نفاس کی حالت میں روزہ بھی نہ رکھے، البتہ پاک ہونے کے بعد قضا ضروری ہے۔

مسئلہ: روزہ کی حالت میں نفاس شروع ہو گیا تو وہ روزہ ٹوٹ گیا بعد میں اس کی

قضا کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: جس دن نفاس بند ہوا اگر رمضان کا دن ہے اور صبح صادق ہو چکی ہے تو اس دن کا روزہ رکھنا کسی حال میں صحیح نہیں ہے بعد میں قضا کرے گی (البتہ روزہ داروں کی مشابہت کے لئے کھانا پینا نہ چاہئے) اور اگر صبح صادق سے پہلے پاک ہوئی تو اگر پورے چالیس دن پر پاک ہوئی تب اگر اتنا وقت ہو کہ اللہ اکبر کہہ سکے باقی ہے تو آج کا روزہ رکھنا ضروری ہو گیا اور اگر اتنا وقت نہیں تو بعد میں قضا کرے البتہ روزہ داروں کے ساتھ مشابہت کرنی چاہئیے اور اگر ضرورت کی وجہ سے کھائے پیئے تو بھی تنہائی میں کھائے پیئے۔

مسئلہ: روزہ دار حاملہ عورت کو روزہ کی وجہ سے اپنی یا بچہ کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑنا جائز ہے۔

مسئلہ: حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو اپنی یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو تو روزہ رکھے، بعد میں قضا کرلے۔

نوٹ: نفاس کی حالت میں نماز اور روزہ کے علاوہ اور احکام مثلاً حج وعمرہ اور قرآن کریم اور وظائف، مسجد میں جانے اور شوہر سے تعلق وہی احکام ہیں جو نماز کے بیان میں گزر گئے ان کو دوبارہ اس موقع پر پھر دیکھ لیں۔

غسل نفاس کا طریقہ

مسئلہ: غسل نفاس میں بھی وہی طریقہ ہے جو غسل حیض میں گزر چکا، پہلے ہاتھ دھو کر خون کی جگہ کو اچھی طرح کسی چیز سے دھویا جائے، پھر استنجا وغیرہ کر کے سنت طریقہ سے وضو کیا جائے (کلی کرنا اور ناک کا نرم حصہ دھونا فرض ہے) اس لئے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے پھر سر اور پورے بدن کو صابن وغیرہ سے خوب مل

کر دھوئے، جب پورا بدن دھل کر صاف ہو جائے تو عورت پاک و صاف ہو گی، شریعت میں اس سے زائد اور کوئی چیز نہیں۔

تنبیہ:

معلوم ہوا ہے کہ بہت سی جگہ عورتیں نفاس کے ایام میں پورے چالیس دن تک اسی حالت میں رہتی ہیں اور اپنے آپ کو ناپاک شمار کرتی ہیں چاہے خون اس سے کتنے دن پہلے بند ہو گیا ہو، یہ بات بالکل غلط ہے اس طرح رہنا ناجائز ہے اور حرام ہے بلکہ جہاں خون بند ہوا اور اندازہ ہو گیا کہ اب دوبارہ نہیں آئے گا تو غسل کر کے نماز شروع کر دینی چاہیے۔

اسی طرح بعض جگہ اس غسل میں عجیب عجیب رسمیں ہیں مثلاً نہلانے کے لئے دوسری عورت کا ہونا ضروری خیال کرتی ہیں، اسی طرح دیا جلایا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ، یہ سب خرافات وواہیات اور غلط کام ہیں اصل طریقہ وہی ہے جو گزرا اسی طرح بعض جگہ روزانہ غسل نفاس کرنے کا رواج ہے اور آخری دن بہت دھوم دھام سے، یہ بھی لغو اور بیکار بات ہے بلکہ روزانہ غسل بعض مواقع پر صحت کے لئے شاید نقصان دہ بھی ثابت ہو، ہاں اگر تجربہ سے مفید ہو یا کسی حکیم نے بتایا ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن دھوم دھام پھر بھی ممنوع ہے۔

استحاضہ

مسئلہ: ایام حیض میں جو خون عورت کو تین دن سے کم آئے اور اس کے بعد مسلسل پندرہ دن پاک رہے تو وہ خون استحاضہ ہے اسی طرح جو خون پورے دس دن سے زیادہ آئے تو یہ دس دن سے زیادہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ: نو برس سے کم عمر کی لڑکی کو جو خون آئے وہ بھی استحاضہ ہے اسی طرح پچپن برس کی عمر کے بعد زرد یا سبز یا خاکی رنگ کا خون آیا اور اس عمر سے پہلے بھی اسی رنگ کا خون آتا تھا تو پھر یہ حیض شمار ہوگا۔

حاصل یہ نکلا کہ خون پہلے کی عادت کے خلاف ہو اور خوب سرخ اور سیاہ نہ ہو تو وہ استحاضہ کا خون ہے۔

مسئلہ: جس عورت کو حیض آنے کی کوئی عادت ہے اور کسی وقت وہ عادت سے بڑھ کر اکثر مدت سے (یعنی دس دن سے زیادہ) بڑھ گیا تو عادت کے اوپر کا سب خون استحاضہ ہے مثلاً سات دن کی عادت تھی اور گیارہ دن آیا تو اب سات سے اوپر سب استحاضہ ہے۔

مسئلہ: بچہ پیدا ہونے سے پہلے جو خون آئے وہ بھی استحاضہ ہے نیز آدھا بچہ پیدا ہونے سے پہلے کا خون بھی استحاضہ ہے (آدھا یا اس سے زائد بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون آئے وہ نفاس شمار ہوگا)

مسئلہ: نفاس میں جو خون چالیس دن سے زائد آئے وہ استحاضہ ہے اور اگر نفاس کی عادت ہے اور اب اکثر مدت (چالیس دن) سے زیادہ خون آیا تو عادت سے زائد کا خون سب استحاضہ ہے مثلاً عادت پچیس دن کی تھی اور اب پینتالیس دن آیا تو پچیس سے اوپر بیس دن استحاضہ ہے۔

مسئلہ: استحاضہ سے نماز معاف نہیں ہوتی ہے بلکہ ان تمام صورتوں میں جب استحاضہ ہوگا نماز فرض رہے گی۔

استحاضہ اور وضو کے احکام

مسئلہ: مستحاضہ عورت کو ہر فرض نماز کے وقت مستقل وضو کرنا پڑے گا، مثلاً ایک

عورت کو استحاضہ کا خون جاری ہے، اور اس نے عصر کے وقت وضو کیا اس کے بعد مغرب تک اس کو وضو توڑنے والی کوئی چیز پیش نہ آئی تب بھی یہ عورت عصر کے وضو سے مغرب کی نماز پڑھ نہیں سکتی ہے، مغرب کے لئے اس کو دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جس نماز کے وقت اس نے وضو کیا اس نماز کے وقت ختم ہونے تک اس کا وضو باقی ہے اس میں سُنتیں نوافل اور قضا وغیرہ پڑھ سکتی ہے اور وقت ختم ہوتے ہی ہیں اس کا وضوٹ گیا، اب دوسری نماز کے لئے دوسرا وضو کرنا ہو گا، البتہ وقت ختم ہونے سے پہلے ہی وضو کو توڑنے والی کوئی چیز پیش آئی تب اور بات ہے)

مسئلہ: یہ وضو کا حکم شریعت میں ہر اس شخص کے لئے ہے جو معذور شمار ہوتا ہے، شریعت کی اصطلاح میں معذور اس شخص کو کہتے ہیں جس کو وضو توڑنے والی چیز اس طرح مسلسل پیش آئے کہ بند نہ ہو مثلاً پیشاب کے قطرے کا آتے رہنا یا ریاح کا برابر خارج ہوتے رہنا یا بند کے کسی حصہ سے خون یا پیپ کا جاری رہنا۔

شریعت میں معذور ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ شروع میں کم از کم ایک نماز کا پورا وقت اس طرح گزرے کہ بغیر اس ناقض وضو کے پیش آئے وضو کر کے اس وقت کی فرض نماز بھی نہ پڑھ سکے۔

مثلاً کسی آدمی کو زوال سے پہلے بدن کے کسی حصہ سے خون نکلنا شروع ہوا اور ظہر کا پورا وقت اسی خون کے جاری رہنے کی حالت میں گزر گیا اتنا وقت بھی خون نہ رکا جس میں وضو کر کے ظہر کی نماز پڑھ سکے تو یہ آدمی معذور شمار ہوگا۔

اس کے بعد دوسرے وقت میں مسلسل خون آنا ضروری نہیں بلکہ ہر نماز کے وقت ایک مرتبہ بھی خون آجائے تو وہ معذور شمار ہوگا۔

اور جب ایک نماز کا وقت خالی گیا پھر وہ معذور نہ رہا، اب اس کے بعد غور سے یہ بات سمجھ لی جائے کہ عورت بہت سی مرتبہ مستحاضہ ہوگی لیکن معذور نہ ہوگی کیونکہ استحاضہ میں خون کا مسلسل آتا رہنا ضروری نہیں اسی طرح ایک وقت میں مسلسل آنے کے بعد آئندہ ہر نماز کے وقت میں کم از کم ایک مرتبہ آنا بھی ضروری نہیں حالانکہ معذور کے لئے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں۔

مثلاً ایک عورت کو ایک یا دو دن خون آکر بند ہوگیا پھر تین چار دن پاک رہ کر ایک دو دن خون آیا اور اس طرح ہوتا رہا (اور یہ ایام اس کی عادت کے اعتبار سے حیض کے نہیں تھے) تو یہ سب خون استحاضہ ہے لیکن معذور کی دونوں شرطوں کے نہ پائے جانے کی وجہ سے وہ معذور نہیں اس لئے کہ جن دنوں میں پاک رہی معذور نہیں۔ ہاں مستحاضہ تھی اس طرح جن دنوں میں خون آیا اس میں نماز کے ہر وقت میں کم از کم ایک مرتبہ خون آنے کی قید نہیں بلکہ دن میں ایک مرتبہ آنا بھی خون کا آنا کہلاتا ہے اس لئے مستحاضہ تو ہوئی لیکن معذور نہیں رہی لہٰذا جب اس عورت مستحاضہ پر معذور کی تعریف صادق آئے گی کہ پہلے مکمل وقت خون جاری رہا اور پھر ہر نماز کے وقت ایک مرتبہ آجایا کرے تو یہ عورت معذور کے حکم پر عمل کرنا شروع کردے یعنی جاری خون میں بھی وضو کر کے نماز پڑھے لیکن جب وہ معذور نہیں رہی تو خون آنے پر وضو ٹوٹ جائے گا اور نئے سرے سے وضو کر کے نماز پڑھنی ہوگی۔

پھر پہلی صورت میں جبکہ شروع میں مسلسل خون نماز کے وقت میں آتا رہا، مستحب وقت کے آخر میں وضو کر کے نماز پڑھ لے اس کے بعد اگلے وقت میں بھی آتا رہے اور فرض پڑھنے کی مقدار بھی خون بند نہ ہوا تو یہ عورت معذور ہوگی اور جاری خون میں نماز پڑھتی رہے اور اگر اگلے وقت میں خون بند ہوگیا یا خون آیا لیکن وضو کر کے فرض پڑھنے کی مقدار بند رہا تو یہ عورت معذور نہیں رہی اس لئے اس سے

پہلے والی فرض یا واجب نماز جو جاری خون میں پڑھی گئی اس کی قضا کرے نفل وسنت کی قضا نہیں اسی طرح آگے کوئی بھی پورا وقت بغیر خون آئے گزر گیا تو اب معذور کا حکم ختم ہوگیا، اسی طرح ہمیشہ خیال رکھیں۔

استحاضہ اور عبادات کے مسائل

مسئلہ: استحاضہ کی حالت میں تمام عبادتیں صحیح ہیں، اسی طرح نماز معاف نہیں ہوگی اگر خون مسلسل جاری ہے تو ہر فرض نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز پڑھتی رہے۔

مسئلہ: خون جاری ہونے کی وجہ سے اگر کپڑا ناپاک ہو جاتا ہو نماز کے لئے الگ کپڑا رکھے، اور نماز سے فارغ ہو کر نکالدے۔

مسئلہ: نماز پڑھتے ہوئے اگر کپڑا خراب ہوگیا تو کوئی حرج نہیں نماز صحیح ہو جائے گی لیکن دوسری نماز کیلئے اس کو دھونا ضروری ہے (اس طرح ہر نماز کے لئے)

مسئلہ: کپڑے کا جو حکم ہے وہی بدن کا بھی ہے، اگر نماز کے وقت بدن ناپاک ہو جائے تو بعد میں دھولے۔

مسئلہ: خون آنے کی جگہ روئی یا اور کوئی چیز رکھی ہو اور وہ خون سے آلودہ ہوگئی ہو تو اس کو پھینک کر پاک روئی رکھ کر نماز پڑھے نماز کے بعد اس کو دیکھنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ نماز کے درمیان اگر خون آیا بھی ہوگا تب بھی نماز صحیح ہے۔

مسئلہ: اسی طرح استحاضہ کی حالت میں روزہ رکھنا بھی صحیح اور ضروری ہے۔

مسئلہ: حج اور عمرہ کے تمام افعال اسی طرح طواف وسعی کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ایسے ہی مسجد میں جانا اعتکاف کرنا قرآن کریم پڑھنا اور چھونا بھی جائز ہے خلاصہ یہ کہ احکام ادا کرنے کے اعتبار سے مستحاضہ اور پاک عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر روئی وغیرہ رکھ کر نماز پڑھنے میں اتنی دیر خون ظاہر نہ ہوتا ہو جتنی دیر نماز پڑھے تو ایسا کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں خون آتا ہو اور بیٹھ کر پڑھنے میں نہ آتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔

استحاضہ اور مسجد کے احکام

مسئلہ: استحاضہ کی حالت میں چونکہ عورت شرعی اعتبار سے پاک شمار ہوتی ہے اس کو مسجد میں جانا جائز ہے مثلاً کوئی مستحاضہ عورت حج وعمرہ کے لئے گئی تو ایسی حالت میں نماز پڑھنے کے لئے اس کو مسجد حرام یا مسجد نبوی میں جانا جائز ہے اسی طرح صلوۃ وسلام کے لئے روضۂ اقدس پر حاضر ہونا بھی صحیح ہے۔

البتہ اس کا خیال رکھے کہ مسجد میں خون کا قطرہ یا دھبہ نہ لگے کیونکہ مسجد کو ناپاکی سے بچانا ضروری ہے اس لئے (شرم گاہ) پر روئی وغیرہ رکھے یا لنگوٹ باندھ لے۔

مسئلہ: عالیشان مساجد کو صرف دیکھنے کے لئے جانا کوئی اچھی بات نہیں، پھر عورتیں اپنی پاکی، ناپاکی کا خیال کئے بغیر اندر چلی جائیں، یہ اور زیادہ برا ہے اس لئے پاکی کا ضرور خیال کرنا چاہئے۔

استحاضہ اور شوہر کے احکام

مسئلہ: حالت استحاضہ میں عورت کو خون جاری ہونے کے باوجود شریعت میں جب پاک شمار کیا گیا۔ تو مرد کے لئے ایسی حالت میں صحبت کرنا بھی جائز ہے کوئی حرج اور کوئی گناہ نہیں۔

جنابت اور نیند

مسئلہ: میاں بیوی کے صحبت کرنے سے غسل فرض ہو جاتا ہے اور جب تک دونوں غسل نہ کرلیں شریعت میں پاک شمار نہیں ہوتے ، اسی طرح خواب میں انزال ہونے سے یا کسی طرح شہوت کے ساتھ جوش سے منی نکلنے پر غسل واجب ہو جاتا ہے، اس حالت کو جنابت کی حالت کہتے ہیں اس کے بھی بہت سے احکام ہیں، چند مختصر اور ضروری مسائل یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ: حالت جنابت میں سونا، کھانا اور پینا جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ شرم گاہ کو دھوکر اور وضو کر کے سوئے اور کھائے پیئے اگر وضو نہ کرے تو کم از کم تیمم کر لے اس سے ناپاکی میں کمی ہو جائے گی البتہ اسی حالت جنابت میں اس طرح پڑا رہنا کہ نمازیں بھی قضا ہو جائیں بہت برا ہے رحمت کے فرشتے ایسے گھر میں نہیں آتے اسی طرح ایک مرتبہ صحبت کرنے کے بعد دوبارہ صحبت کرنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ شرم گاہ کو دھولے اور وضو کرلے۔

جنابت اور قرآن کریم

مسئلہ: جنابت کی حالت میں قرآن کریم کو پڑھنا اور چھونا جائز نہیں حرام ہے، حیض و نفاس کی ناپاکی میں جو احکام قرآن کے بارے میں بیان کئے وہی احکام جنابت میں ہیں۔

جنابت اوراد و وظائف

مسئلہ: مسئلہ حالت جنابت میں اوراد و وظائف پڑھنا جائز ہے لیکن چونکہ جنابت کی ناپاکی سے انسان جب چاہے غسل کر کے پاک ہو سکتا ہے اس لئے

جنابت میں اورادووظائف پڑھنا خلاف ادب ہے بہتر نہیں، اس لئے غسل کر کے اورادووظائف پڑھے۔

اور حیض ونفاس کی ناپاکی چونکہ کئی دنوں تک رہتی ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں البتہ جو دعائیں انھی اوقات کی ہیں مثلاً سونے کے وقت کی دعا جیسے **اللھم با سمک امو ت و احییٰ** اور جاگنے کی دعا، **الحمد لله الذی احیا نا بعد ما اما تنا و الیه النشو ر** ۔

اسی طرح صحبت کرنے کی دعا **بسم الله اللھم جنبنا الشیطان و جنب الشیطان ما رز قتنی**، غیرہ ان کو اسی حالت میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جنابت اور مسجد کے احکام

مسئلہ: جنابت کی حالت میں مسجد میں جانا جائز نہیں ہے اور اس کے بھی وہی احکام ہیں جو حیض ونفاس کی ناپاکی کی حالت کے ہیں۔

مسئلہ: جو مسجد شرعی ہے اس کی چھت اور تہہ خانہ بھی مسجد ہی کے حکم میں ہے وہاں بھی جنابت کی حالت میں آنا جانا اور ٹھہرنا اور صحبت کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی وقت مسجد میں ہو اور غسل کی حاجت پیش آجائے تو تیمم کر کے باہر چلا آنا ضروری ہے معتکف کو بھی ایسی حالت میں اندر پڑے رہنا نہ چاہئے۔

غسل جنابت کا طریقہ

مسئلہ: غسل جنابت کا بھی وہی طریقہ ہے جو حیض ونفاس سے پاک ہونے کا ہے، اتنا خیال رکھے کہ شرمگاہ کے حصے کو اہتمام سے دھویا جائے اس لئے کہ منی خشک ہوگئی ہو تو

ممکن ہے کہ جلدی دھونے سے دورت ہو، پھر وہ حصہ ناپاک رہے گا اسی طرح بدن کا کوئی حصہ بھی خشک نہ رہے ورنہ غسل صحیح نہ ہوگا ایسے ہی ناک کے نرم حصہ کا دھونا اور کلی کرنا بھی ضروری ہے۔

منی کے نکلنے سے غسل کیوں ہے اور پیشاب سے کیوں نہیں؟

(۱) جنابت (ناپاکی) سے جسم میں گرانی وکاہلی وکمزوری وغفلت پیدا ہو جاتی ہے اور غسل سے دل میں قوت ونشاط وسرور اور بدن میں سبکساری پیدا ہوتی ہے۔ جب انسان صحبت سے فارغ ہوتا ہے تو اسکا دل انقباض اور تنگی کی حالت میں ہوتا ہے اور اس پر تنگی اور غم سا طاری ہو جاتا ہے اور وہ اپنے کو اس نہایت تنگی و گھٹن میں پاتا ہے اور جب دونوں قسم کی نجاستیں دور ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کو ملتا اور غسل کرتا ہے اور صاف کپڑے بدل کر خوشبو لگاتا ہے تب اسکی تنگی دور ہو جاتی ہے اور خوشی محسوس ہوتی ہے، پہلی حالت کو حدث اور دوسری حالت کو طہارت کہتے ہیں۔

(۲) حاذق طبیبوں نے لکھا ہے کہ جماع کے بعد غسل کرنا بدن کی تحلیل شدہ قوتوں اور کمزوریوں کو لوٹا دیتا ہے اور بدن وروح کے لیے نہایت مفید ہے اور غسل نہ کرنا بدن وروح کے لیے سخت مضر ہے، اس امر کی خوبی پر عقل وفطرت سلیمہ کافی گواہ ہیں، نیز اگر شارع علیہ السلام پیشاب وپاخانہ کے بعد غسل کرنا لازم ٹھہراتے تو لوگوں کو سخت حرج ہوتا اور وہ محنت ومشقت میں پڑ جاتے جو کہ حکمت اور رحمت و مصلحت الٰہی کے خلاف ہے۔

(۳) جماع (صحبت) سے تلذذ حاصل ہوتا ہے اور اس سے ذکرِ الٰہی سے غفلت ضرور ہو جاتی ہے، اسلیے اسکی تلافی کے لیے بھی غسل کیا جاتا ہے۔

(۴) منی کے نکلنے سے بدن کے تمام مسامات کھل جاتے ہیں اور کبھی ان سے پسینہ نکلتا ہے اور پسینہ کے ساتھ اندرونی حصہ بدن کے گندے مواد بھی خارج ہوتے ہے جو مسامات پر آکر ٹھہر جاتے ہیں اگر ان کو نہ دھویا جائے تو خطرناک امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ (المصالح العقلیہ ص ۳۵ اور تفصیل دیکھئے اسرار شریعت وحجۃ اللہ البالغہ)۔

غسل کی واجب ہونے کی شرطیں

غسل کی تعریف:

فقہاء کی اصطلاح میں غسل سر سے پیر تک جسم کی تمام اس سطح کے دھونے کو کہتے ہیں جسکا دھونا بغیر کسی تکلیف کے ممکن ہے (علم الفقہ ص ۸۳ جلد اول) غسل کے معنی نہانا، پانی سے دھونا، پانی بہا کر جسم سے میل کچیل دور کرنا ہے

(مظاہر حق ۷ ص ج ۴۰۱)

(۱) مسلمان ہونا، کافر پر غسل واجب نہیں۔

(۲) بالغ ہونا، نابالغ پر غسل واجب نہیں

(۳) عاقل ہونا، دیوانے اور مست اور بے ہوش پر غسل واجب نہیں۔

(۴) پاک پانی کے استعمال پر قادر ہونا، جس شخص کو قدرت نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں۔

(۵) نماز کا اس قدر وقت ملنا کہ جس میں غسل کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو، اگر کسی کو اتنا وقت نہ ملے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے مثلاً کسی کو ایسے تنگ وقت میں نہانے کی ضرورت ہو کہ غسل کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش نہ ہو، یا

کوئی عورت ایسے ہی تنگ وقت میں حیض یا نفاس سے پاک ہو۔

(۶) حدث اکبر (غسل کے واجب ہونے کی علت) کا پایا جانا، جو حدث اکبر سے پاک ہو، اس پر غسل واجب نہیں ہے۔

(۷) نماز کے وقت کا تنگ ہونا، شروع وقت میں غسل واجب نہیں ہے۔

(علم الفقہ ص ۸۳ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۱۷۷ جلد اول)

خلاصہ کلام

مطلب یہ ہے کہ ناپاک ہونے کے بعد فوراً غسل کرنا واجب نہیں ہے۔ مثلاً رات کو احتلام وغیرہ ہو گیا تو فوراً اسی وقت غسل کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ فجر کی نماز قضا ہونے سے پہلے غسل ضروری ہے، کیونکہ بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوسکتی، اور اگر کوئی سستی کی وجہ سے نماز کو قضاء کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ اور اگر کسی کو ایسے تنگ وقت میں جنابت (ناپاکی) ہو کہ غسل کرنے کے بعد ادا کا وقت باقی نہ رہے تو غسل کرنے کے بعد نماز کی قضاء کرے اور اگر کوئی حائضہ عورت حیض سے ایسے وقت میں فارغ ہو کہ اس کو غسل کرنے کے بعد تکبیر تحریمہ کہنے کا وقت بھی نہ ملے تو اس سے وقت کی نماز ساقط ہو جائے گی، اگر غسل کے بعد اتنا وقت ملا کہ وہ تکبیر تحریمہ کہہ سکتی تھی تو اس پر اس وقت کی نماز کی قضاء واجب ہوگی۔

غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) تمام جسم کے ظاہری حصہ پر پانی کا پہنچ جانا بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو، اگر بغیر کسی عذر کے کوئی ظاہری حصہ جسم کا بال برابر بھی خشک رہ جائے گا تو غسل صحیح نہیں ہوگا۔

(۲) جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا جسکی وجہ سے جسم تک پانی نہ پہنچ سکے۔ مثلاً جسم پر چربی یا خشک موم یا خمیرہ وغیرہ لگا ہوا ہو یا انگلیوں میں تنگ انگوٹھی چھلے وغیرہ ہوں

یا کانوں میں تنگ بالیاں ہوں کہ سوراخ میں پانی نہ پہونچ سکے۔

(۳) جن چیزوں سے حدث اکبر (غسل واجب کرنے والی چیز) ہوتا ہے ان چیزوں کا حالت غسل میں نہ ہونا، کوئی عورت ماہواری میں یا نفاس (بچہ کی پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے) کی حالت میں غسل کرے یا کوئی مرد منی گرنے کی حالت میں غسل کرے، غسل صحیح نہ ہوگا۔ (علم الفقہ ص ۸۴ جلد اول)۔

غسل کا مسنون و مستحب طریقہ

مسئلہ: جو غسل کرنا چاہے اس کو چاہیئے کہ کوئی کپڑا مثل لنگی وغیرہ کے باندھ کر نہائے اور اگر برہنہ ہوکر (کپڑے اتار کر) نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے کہ جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہنچ سکے، اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو زمین پر انگلی سے دائرہ کھینچ کر اس کے اندر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر نہائے۔

مسئلہ: عورت کو اور برہنہ نہانے والے کو بیٹھ کر نہانا چاہیے، اگر کوئی مرد کپڑے پہنے ہوئے نہائے اسکو اختیار ہے چاہے بیٹھ کر نہائے اور چاہے کھڑے ہوکر، اگر برہنہ نہائے تو نہاتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے، اور سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے اسکے بعد اپنے خاص حصہ کو مع خصیتین کے دھوئے، اگر ان پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو، اسکے بعد اگر بدن پر کہیں نجاست حقیقیہ ہو تو اسکو دھو ڈالے، اسکے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹی (صابن وغیرہ سے) مل کر دھوئے، اسکے بعد پورا وضوء کرے یہاں تک کہ سر کا مسح بھی اور اگر کسی ایسے مقام پر نہاتا ہو جہاں غسل کا پانی جمع رہتا ہو تو پیروں کو اس وقت نہ دھوئے بلکہ بعد فراغت غسل کے دوسری جگہ ہٹ کر پیروں کو دھوئے، اگر یہ غسل فرض ہو تو اس وضوء میں سوائے بسم اللہ شریف کے اور کوئی دعا نہ پڑھے وضوء کے بعد اپنے

بالوں میں انگلیاں ڈال کر تین مرتبہ سر کا خلال کرے، پہلے داہنی جانب کا، پھر بائیں جانب کا، اسکے بعد اپنے سر پر پانی ڈالے پھر داہنے شانے پر پھر بائیں شانے پر اور تمام جسم کو ہاتھوں سے ملے اسطرح دوبارہ اور تمام جسم پر اسی ترتیب سے پانی ڈالے تاکہ تین بار تمام جسم پر پانی پہونچ جائے، اسکے بعد چاہے اپنے جسم کو کسی کپڑے (تولیہ وغیرہ) سے پونچھ ڈالے اور نہاتے وقت کسی سے کوئی بات بغیر ضرورت شدید کے نہ کرے۔

(علم الفقہ ص ۹۳ جلد اول الفقہ ص ۱۶۰ جلد اول وفتاوی دار العلوم ص ۱۵۸ جلد اول بحوالہ رد المحتار ص ۴۵ تا ص ۴۹ جلد اول)۔

غسل کے فرائض

غسل کے تین فرائض ہیں وہ یہ کہ تمام بدن کے ظاہری حصہ کا سر سے پیر تک دھونا اس طرح کہ بال برابر کوئی حصہ جسم کا خشک نہ رہنے پائے۔ ناف کا دھونا فرض ہے ڈاڑھی مونچھ اور اسکی نیچے کی سطح کا دھونا فرض ہے، اگر چہ یہ چیزیں گھنی ہوں اور ان کی نیچے کی جگہ نظر نہ آتی ہو، سر کے بالوں کا بھگونا فرض ہے اگر چہ ان میں گوند یا خطمی لگی ہو، انگوٹھی اگر تنگ ہو اور کان کے سوراخوں میں بالیاں ہو کہ بے حرکت دیے ہوئے پانی جسم تک نہ پہونچے تو ان کا حرکت دینا فرض ہے اور کان کے سوراخوں میں بالیاں نہ ہوں، اور سوراخ اگر بند نہ ہوئے ہوں اور اگر بغیر ہاتھ سے ملے ہوئے یا کوئی تنکا وغیرہ ڈالے ہوئے پانی ان تک نہ پہونچے تو تنکا وغیرہ ڈال کر ان میں پانی پہونچانا فرض ہے۔ (علم الفقہ ص ۹۳ وہدایہ ص ۱۰ جلد ۱)

(۱) کلی کرنا

(۲) ناک میں پانی ڈالنا

(۳) تمام بدن کو پانی سے دھونا (کتاب الفقہ ص ۱۸۰ جلد اول)۔

غسل میں جن اعضاء کا دھونا ضروری نہیں ہے

(۱) بدن کا ملنا اگر اس پر کوئی نجاست حقیقیہ ایسی نہ ہو جو بغیر ملے ہوئے دور نہ ہو سکے۔

(۲) عورت کو اپنے خاص حصہ کے اندرونی جزو کا انگلی وغیرہ ڈال کر صاف کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۳) جسم کے اس حصہ کا دھونا جسکے دھونے سے تکلیف یا ضرر ہو مثلاً آنکھ کے اندر کی سطح کا دھونا، اگرچہ اس میں نجس سرمہ لگا ہو، یا عورت کو اپنے کان کے اس سوراخ کا تنکا وغیرہ ڈال کر دھونا جو بند ہو گیا ہو، ضروری نہیں ہے، جس مرد کا ختنہ نہ ہوا ہو اسکو ختنہ کی کھال کو اوپر چڑھانے میں تکلیف ہو تو اس کو اس کھال کے نیچے کی جلد کا دھونا ضروری نہیں ہے، عورت کو اپنے گندھے ہوئے بالوں کا کھولنا بشرطیکہ بغیر کھولے ہوئے بالوں کی جڑیں بھیگ جائیں، اگر بالوں میں گرہ پڑ گئی ہو تو اسکا کھولنا۔ (علم الفقہ ص ۴ جلد اول)۔

غسل کے واجبات

(۱) کلی کرنا

(۲) ناک میں پانی ڈالنا

(۳) مردوں اور عورتوں کو اپنے گندھے ہوئے بالوں کا کھول کر تر کرنا

(۴) ناک کے اندر جو میل ناک کے لعاب سے جم جاتا ہے اس کو چھڑا کر اسکے نیچے کی سطح کا دھونا۔ (الم الفقہ ص ۹۴ جلد ۱)۔

غسل کی سنتیں

(۱) نیت کرنا یعنی دل میں یہ قصد کرنا کہ میں نجاست سے پاک ہونے کے

لیے اور خدا کی خوشنودی اور ثواب کیلئے نہاتا ہوں، نہ کہ بدن صاف کرنے کے لیے۔

(۲) اسی ترتیب سے غسل کرنا یعنی پہلے ہاتھوں کا دھونا، پھر خاص حصہ کا دھونا، پھر نجاست حقیقہ کا دھونا اگر نجاست ہو، پھر پورا وضوء کرنا اور اگر ایسی جگہ ہو جہاں پر پانی جمع رہتا ہو تو پیروں کا غسل کے بعد دوسری جگہ ہٹ کر دھونا، پھر تمام بدن پر پانی بہانا۔

(۳) بسم اللہ الخ کا کہنا

(۴) مسواک کرنا

(۵) ہاتھوں، پیروں کی انگلیوں اور ڈاڑھی کا تین تین مرتبہ خلال کرنا۔

(۶) بدن کو ملنا

(۷) بدن کو اس طرح دھونا کہ باجود جسم اور ہوا کے معتدل ہونے کے ایک بھی حصہ خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرے حصہ کو دھو ڈالے۔

(۸) تمام جسم پر تین مرتبہ پانی ڈالنا۔

(علم الفقہ ص ۹۴ جلد اول، ہدایہ ص ۱۱ جلد اول کبیری ص ۵۰)۔

غسل کے مستحبات

(۱) ایسی جگہ نہانا جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہونچے، یا تہبند وغیرہ باندھ کر نہانا۔

(۲) داہنی جانب کو بائیں جانب سے پہلے دھونا۔

(۳) سر کے داہنے حصہ کا پہلے خلال کرنا پھر بائیں حصہ کا

(۴) تمام جسم پر پانی اس ترتیب سے بہانا کہ پہلے سر پھر داہنے شانے پھر بائیں شانے پر۔

(۵) جو چیزیں وضوء میں مستحب ہیں وہ غسل میں بھی مستحب ہیں،

سوائے قبلہ رو ہونے اور دعا پڑھنے کے اور غسل کا بچا ہوا پانی بھی کھڑے ہوکر پینا مستحب نہیں ہے۔

غسل کے مکروہات

(۱) برہنہ نہانے والے کو قبلہ رو ہونا۔

(۲) بلاضرورت ایسی جگہ نہانا جہاں کسی غیر محرم کی نظر پہونچ سکے،

(۳) غسل میں سوائے بسم اللہ کے اور دعاؤں کا پڑھنا۔

(۴) بے ضرورت بات چیت کرنا۔

(۵) جتنی چیزیں وضوء میں مکروہ ہیں وہ غسل میں بھی مکروہ ہیں۔

(علم الفقہ ص ۹۵)

(۱) اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ نہ جدا ہوتو اگر چہ خاص حصہ سے باہر نکل آئے، غسل فرض نہ ہوگا، مثلاً کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا اونچائی سے گر پڑا، یا کسی نے اسکو مارا اور اس صدمہ سے اسکی منی بغیر شہوت کے نکل آئی (تو غسل فرض نہ ہوگا)

(۲) اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی مگر خاص حصہ سے باہر نہ نکلی تو غسل فرض نہ ہوگا خواہ یہ نہ نکلنا خود بخود ہو یا خاص حصہ کا سوراخ بند ہو جانے کے سبب سے ہو، خواہ ہاتھ سے بند کیا گیا ہو یا روئی وغیرہ رکھ کر۔

(۳) اگر کسی شخص کے خاص حصہ سے بعد پیشاب کے بغیر شہوت کے منی نکلی تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا

(۴) اگر کوئی مرد کسی جانور یا مردہ کے خاص حصہ یا مشترک حصہ میں اپنا خاص حصہ داخل کرے یا اسکا خاص حصہ اپنے مشترک میں داخل کرے تو غسل فرض

نہ ہوگا بشرطیکہ منی نہ نکلے، اسی طرح اگر کوئی عورت کسی جانور یا مردہ کا خاص حصہ یا کوئی لکڑی یا انگلی یا اور کوئی چیز اپنے خاص حصہ یا مشترک حصہ میں داخل کرے تب بھی غسل فرض نہ ہوگا، بشرطیکہ منی نہ نکلے اور خاص حصہ کو مشترک حصہ میں داخل کرنے میں بھی شرط ہے کہ غلبہ شہوت کا نہ ہو۔

مسئلہ: جس جانور سے وطی آدمی کرے گا، اس جانور کے متعلق حکم یہ ہے کہ اسکو ذبح کر کے جلا ڈالا جائے۔ اور مستحب یہ ہے کہ اسکا گوشت کھایا نہ جائے منشاء یہ ہے کہ یہ طریقہ شریعت کے خلاف ہے اور قابل مؤاخذہ اور لائق تعزیر ہے۔

(کشف الاسرار ص۴۰ جلد اول)

(۵) اگر کوئی بے شہوت لڑکا کسی عورت کے ساتھ جماع کرے تو کسی پر بھی غسل فرض نہ ہوگا، اگر چہ عورت مکلف ہو۔ (اگر عورت کے منی نکلے تو عورت پر غسل واجب ہو جائے گا)۔

(۶) اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ اپنے ہی مشترک حصہ میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔ (بشرطیکہ منی نہ نکلے)۔

(۷) اگر کوئی مرد کسی کم سن عورت کے ساتھ جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا بشرطیکہ منی نہ گرے اور وہ عورت اس قدر کم سن (کم عمر) ہو کہ اسکے ساتھ جماع کرنے میں خاص حصہ اور مشترک حصہ مل جانے کا خوف ہو۔

(۸) اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ میں کپڑا لپیٹ کر جماع کرے اور کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ جسم کی حرارت اسکی وجہ سے نہ محسوس ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔ (جبکہ منی نہ نکلے)۔

(۹) اگر کسی کنواری عورت کے ساتھ صحبت کی جائے اور اسکی بکارت زائل نہ ہو تو غسل فرض نہ ہوگا (یعنی کم سن بچی پر غسل واجب نہ ہوگا لیکن بالغ پر غسل

فرض ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ مرد کے خاص حصہ کا سرا عورت کی شرمگاہ میں چھپ جائے، خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔

(۱۰) اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ کا جز مقدار سر حشفہ سے کم داخل کرے تب بھی غسل فرض نہ ہوگا۔

(۱۱) مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۱۲) اگر کسی عورت کے خاص حصہ میں مرد کی منی بغیر مرد کے (انجکشن وغیرہ کے ذریعہ) خاص حصہ کی داخل کی جائے تو اس پر بھی (یعنی عورت) پر غسل فرض نہ ہوگا (جب کہ عورت کو شہوت منی پہونچاتے ہوئے نہ ہو) اسکی مزید تفصیل ۴۷ پر ہے)

(۱۳) اگر کسی عورت کا بچہ پیدا ہو اور خون بالکل نہ نکلے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

(۱۴) استحاضہ سے غسل فرض نہیں ہوتا۔ (بیماری کی وجہ سے عورت کو مستقل خون آتا رہتا ہے)۔

(۱۵) اگر کسی شخص کو منی جاری رہنے کا مرض ہو تو اس کے اوپر غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۱۶) سو اُٹھنے کے بعد کپڑوں پر تری دیکھنے کی بقیہ سات صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۱) یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۲) شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو

(۳) شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو

(۴) شک ہو کہ یہ مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو

(۵) یقین ہو جائے کہ یہ ودی ہے اور احتلام یاد ہو

(۶) یا یقین ہو جائے کہ یہ ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۷) شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔ ہاں دوسری تیسری یا ساتویں صورت میں احتیاطاً غسل کر لینا ضروری ہے

(۸) حقہ یعنی انیمہ کے مشترک حصہ میں داخل ہونے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۹) اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی عورت یا مرد کی ناف میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔ (بشرطیکہ منی نہ نکلے)۔

(علم الفقہ ص ۹۰ جلد اول و بہشتی زیور ص ۱۶ بحوالہ کبیری ص ۳۹ و عالمگیری ص ۱۵ جلد اول و در مختار ص ۳۱ جلد اول و مئو طا امام محمد ص ۶۶ جلد)۔

جن صورتوں میں غسل واجب ہے؟

(۱) اگر کوئی کافر اسلام لائے اور حالت کفر میں اس کو حدث اکبر ہوا ہو (نہانے کی حاجت) اور وہ نہ نہایا ہو یا نہایا ہو مگر شرعاً وہ غسل صحیح نہ ہوا ہو تو اس پر اسلام لانے کے بعد نہانا واجب ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص پندرہ سال سے پہلے بالغ ہو جائے تو اسکا نہانا واجب ہے۔

(۳) مسلمان مردے کو نہلانا (زندہ مسلمانوں پر واجب) ہے۔

جن صورتوں میں غسل سنت ہے؟

(۱) جمعہ کے دن بعد نماز فجر کے جمعہ کے لیے ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر نماز جمعہ واجب ہو۔

(۲) عیدین کے دن بعد فجر ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر عیدین

کی نماز واجب ہے

(۳) حج یا عمرہ کے احرام کیلئے غسل کرنا سنت ہے۔

(۴) حج کرنے والے کو عرفہ کے دن بعد زوال کے غسل کرنا سنت ہے۔

(علم الفقہ ص ۹۱ جلد ۲، ہدایہ ص ۱۱۸، کبیری ص ۵۴)

جن صورتوں میں غسل مستحب ہے؟

(۱) اسلام لانے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے اگر چہ حدث اکبر سے پاک ہو۔

(۲) کوئی مرد یا عورت جب پندرہ سال کی عمر کو پہونچے اور اسوقت تک کوئی علامت جوانی کی اس میں نہ پائی جائے تو اسکو غسل کرنا مستحب ہے۔

(۳) پچھنے لگوانے (خراب خون نکلوانے) کے بعد اور جنون اور مستی و بے ہوشی دفع ہو جانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

(۴) مردے کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کو غسل کرنا مستحب ہے۔

(۵) شب برات یعنی شعبان کی پندرھویں رات کو غسل کرنا مستحب ہے۔

(۶) لیلۃ القدر کی راتوں میں غسل کرنا اس شخص کے لئے مستحب ہے جسکو لیلۃ القدر معلوم ہو۔

(۷) مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۸) مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لیے دسویں تاریخ کی صبح کو نماز فجر کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

(۹) طواف زیارت کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۰) کنکریاں پھینکنے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۱) کسوف (سورج گہن) اور خسوف (چاند گہن) اور استسقاء (پانی کی طلب) کے لیے غسل مستحب ہے۔

(۱۲) خوف اور مصیبت کی نمازوں کے لیے غسل مستحب ہے۔

(۱۳) کسی گناہ سے توبہ کرنے کے لیے غسل مستحب ہے۔

(۱۴) سفر سے واپس آنے والے کو غسل مستحب ہے جبکہ وہ اپنے وطن پہنچ جائے۔

(۱۵) استحاضہ والی عورت کو غسل کرنا مستحب ہے جبکہ استحاضہ دفع ہو جائے۔

(۱۶) جو شخص قتل کیا جاتا ہو، اس کو غسل کرنا مستحب ہے،

(علم الفقہ ص ۹۲ جلد اول۔

(۱۷) نیا لباس پہننے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۸) مجلسوں میں شرکت کے لیے یعنی تقریبات میں جانے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

(کبیری ص ۵۵، شرح وقایہ ص ۷۷، نور الایضاح ص ۳۹، کتاب الفقہ ص ۱۹۳ جلد اول کشف الاسرار ص ۴۵ جلد اول، مظاہر حق ص ۴۲۲ جلد اول)۔

لڑکوں کے پسندیدہ اسلامی نام

۱۔عبدالرحمٰن
۲۔عبدالحکیم
۳۔عبدالقدر
۴۔عبداللہ
۵۔عبدالسلام
۶۔عبدالتواب
۷۔عبدالوارث
۸۔[illegible]
۹۔عبدالمتعال
۱۰۔عبدالناصر
۱۱۔عبدالرشید
۱۲۔عبدالرحیم
۱۳عبدالرزاق
۱۴۔عبدالخالق
۱۵۔عبدالھادی
۱۶۔عبدالحلیم
۱۷۔عبدالباسط
۱۸۔اشرف
۱۹۔ادریس

۲۰۔عبدالجبار
۱۲۔اسامہ
۲۲۔عبدالفتاح
۲۳۔عبدالجلیل
۲۴۔عبدالحسیب
۲۵۔عبدالحمید
۲۶۔عبدالمجید
۲۷۔عبداللطیف
۲۸۔عبدالشکور
۲۹۔عبدالواحد
۳۰۔عبدالنعم
۳۱۔عبدالوھاب
۳۲۔عبدالحفیظ
۳۳۔عبدالرؤف
۳۴۔عبدالحق
۳۵۔عبدالغفور
۳۶۔عبدالودود
۳۷۔ایوب
۳۸۔اسماعیل

۳۹۔عادل
۴۰۔عابد
۴۱۔ابراھیم
۴۲۔عدنان
۴۳۔عمران
۴۴۔عامر
۴۵۔عمار
۴۶۔عارف
۴۷۔عاصم
۴۸۔عاطف
۴۹۔عکرم
۵۰۔عرفان
۵۱۔زین العابدین
۵۲۔احمد
۵۳۔امجد
۵۴۔اکرم
۵۵۔انیس
۵۶۔اسلم
۵۷۔اسحاق

۵۸۔محسن
۵۹۔مرزوق
۶۰۔مجاھد
۶۱۔مزمل
۶۲۔بلال
۶۳۔بشار
۶۴۔راشد
۶۵۔جعفر
۶۶۔زکریا
۶۷۔زبیر
۶۸۔یاسین
۶۹۔قاسم
۷۰۔یوسف
۷۱۔یونس
۷۲۔حارث
۷۳۔حسان
۷۴۔حذیفہ
۷۵۔حماد
۷۶۔خالد

۷۷۔سعود
۷۸۔مصباح
۷۹۔مختار
۸۰۔مسلم
۸۱۔رشید
۸۲۔رضوان
۸۳۔صابر
۸۴۔زاھد
۸۵۔فارس
۸۶۔محمود
۸۷۔جواد
۸۸۔حامد
۸۹۔حمزہ
۹۰۔سعید
۹۱۔سالم
۹۲۔سیف اللہ
۹۳۔سراج
۹۴۔سفیان
۹۵۔خلیل

۹۶۔منصور
۹۷۔معاذ
۹۸۔منیر
۹۹۔معتصم
۱۰۰۔شفیق
۱۰۱۔شریف
۱۰۲۔طلحہ
۱۰۳۔یاسر
۱۰۴۔جمال
۱۰۵۔جمیل
۱۰۶۔سہیل
۱۰۷۔سلمان
۱۰۸۔سعد
۱۰۹۔یعقوب
۱۱۰۔موسیٰ
۱۱۱۔الیاس
۱۱۲۔شعیب
۱۱۳۔یحییٰ
۱۱۴۔نعیم

لڑکیوں کے پسندیدہ اسلامی نام

۱۔اسماء
۲۔لبنیٰ
۳۔ماریہ
۴۔میمونہ
۵۔حمیرا
۶۔عفیفہ
۷۔رشدیٰ
۸۔طاہرہ
۹۔لبابہ
۱۰۔حبیبہ
۱۱۔فائزہ
۱۲۔صائمہ
۱۳۔حسینہ
۱۴۔حلیمہ
۱۵۔جمیلہ
۱۶۔سلمیٰ
۱۷۔ھاجرہ
۱۸۔عائشہ
۱۹۔سکینہ
۲۰۔فوزیہ
۲۱۔غزالہ
۲۲۔منیرہ
۲۳۔نبیلہ
۲۴۔نادیہ
۲۵۔رقیہ
۶۲۔زینب
۲۷۔کلثوم
۲۸۔عابدہ
۲۹۔زاھدہ
۳۰۔خالدہ
۳۱۔فریدہ
۳۲۔مدیحہ
۳۳۔مریم
۳۴۔خدیجہ
۳۵۔سمیرہ
۳۶۔طیبہ
۳۷۔بشریٰ
۳۸۔نگینہ
۳۹۔عظمیٰ
۴۰۔عالیہ
۴۱۔نعیمہ
۴۲۔نجمہ
۴۳۔نفیسہ
۴۴۔یاسمین
۴۵۔یسریٰ
۴۶۔یمنیٰ
۴۷۔جویریہ
۴۸۔تسنیم